رجسٹر سدھنوتی

سدوزئی قوم کی جامع تاریخ

یوسف خان آباخیل سدوزئی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

جلد اول

رجسٹر سدھنوتی سدوزئی قوم کی جامع تاریخ

یوسف خان آباخیل سدوزئی

سابقہ پختون ریاست سدھنوتی کے سدوزئی سدھن حکمرانوں اور سرداروں کی سرکاری تاریخ 1407ء تا 1947ء

انتساب

حافظ واجا خان سدوزئی اور سردار صوبہ خان سدوزئی اور سردار شیر باز خان سدوزئی کے نام کرتے ہیں جنہوں نے سرداران سدھنوتی کے پختونوں کی تاریخ کو محفوظ کیا اور آج ہم ان کی لکھی گئی تاریخ سے فیضیاب ہوئے۔ اللہ رب العزت ان تینوں مصنفین کی کامل مغفرت فرمائے۔

فہرست

ماخذ رجسٹر سدھنوتی

باب۔1

شروع اللہ رب العزت کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا سارے جہانوں کا رب ہے، میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے یہ عظیم کام سرانجام دینے کے لئے چنا۔فرمان باری تعالی ہے (**وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی**) ترجمہ: اور انسان کیلیئے وہی ہے جس کیلیئے اس نے جدوجہد کی۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اصول ہے کہ انسان جس کے لئے جدوجہد کرتا ہے کائنات کا رب وہ اسے ضرور عطا فرماتے ہیں، میں نے اپنی زندگی میں جس کے لئے شدید ترین جدوجہد کی وہ 1690 میں فارسی زبان میں لکھی جانے والی ڈائری دیروپ نامہ ہے اور اس کے بعد جو 1855ء میں کتاب ماخذ سدھنوتی کی ڈائری لکھی گئی یہ میری شدید ترین جدوجہد کا حاصل رہا جبکہ میری یہ بدقسمتی تھی کہ دیروپ نامہ اور ماخذ سدھنوتی جن کا اردو ترجمہ میرے دادا ابو سردار

شیر باز خان نے 1969ء میں فارسی زبان کے معلم ماسٹر رضا خان سے کروا کر ان دونوں ڈائری کتب کو جدید خطوط پر استوار کرتے ہوئے انھیں اردو زبان میں رجسٹر سدھنوتی کے نام سے شائع کرانا چاہا مگر خدائے قدرت نے سردار شیر باز خان کو رجسٹر سدھنوتی کو شائع کرانے کی مہلت نہ دی اور آپ رجسٹر سدھنوتی کو شائع کرانے سے پہلے ہی فوت ہو گئے جس کے بعد آپ کے چچازاد بھائی کے بیٹے سردار اقبال خان جو آپ کے مرید خاص تھے انہوں نے سردار شیر باز خان کی وفات کے وقت سردار شیر باز خان کی دیگر ذکر واذ کار کی کتب کے ساتھ رجسٹر سدھنوتی بھی اپنے قبضے میں کر لی جسے حاصل کرنے کا تقاضہ ہمیشہ میرے تایا ابو سردار عبدل محبوب خان اور اس کتاب کے مصنف یوسف خان نے سردار اقبال سے کیا مگر اقبال خان نے ہمیشہ اس کتاب سے لاتعلقی کا اظہار کیا، دوسری طرف سردار شیر باز خان نے اس وقت کے تمام اخبارات میں رجسٹر سدھنوتی کتاب کے بہت جلد شائع ہونے کے متعلق مضامین اور بیانات مختلف اخبارات میں دے رکھے تھے اس لئے آپ کی وفات کے بعد سردار عارف خان سدوزئی، مصنف کتاب تاریخ سدھن قبائل اور دیگر تمام باخبر اہل علم سرداران سدھنوتی نے ہمیشہ ہمارے گھر اس کتاب کے متعلق کئی چکر لگائے بلکہ سردار عارف خان سدوزئی نے میرے تایا ابو سردار عبدل محبوب خان پر ان تاریخی دستاویزات پر قابض ہونے کے الزام میں فوجداری مقدمات تک کرنے کی دھمکیاں دیں مگر

سردار شیر باز خان کی اچانک وفات کے ساتھ ہی ہمارے گھر سے ان عظیم تاریخی کتب کے غائب ہو جانے کے بعد میرے تایا ابو سے سردار عارف خان سدوزئی کو ہمیشہ مایوسی ملی جبکہ محسن قوم سردار عارف خان سدوزئی مصنف کتاب تاریخ سدھن قبائل نے میرے تایا ابو سردار عبدل محبوب کی نشاندہی پر سردار اقبال کے گھر بھی کئی چکر لگائے مگر وہاں سے بھی عارف خان سدوزئی کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔

یہاں بات وضاحت طلب یہ ہے کہ 1690 ء میں لکھا جانے والا دیروپ نامہ اور 1855ء میں لکھی جانے والی ماخذ سدھنوتی کی ڈائری سردار شیر باز خان کے پاس کیسے محفوظ رہی اور سردار شیر باز خان کی وفات کے بعد سے کتاب رجسٹر سدھنوتی کیسے غائب ہوئی اور مصنف کتاب ہٰذا یوسف خان سدوزئی کو یہ تاریخی دستاویزات کب اور کیسے حاصل ہوئیں؟ اس کی مختصر وضاحت یہاں پیش کی جا رہی ہے کہ مصنف مترجم رجسٹر سدھنوتی سردار شیر باز خان کا تعلق سدھنوتی کے مشہور عادل حکمران بابائے خان دیروپ خان بادشاہ حکمران سدھنوتی 1626 ء تا 1650 ء کی 12 ویں پشت سے اور بابائے دیروپ کے پوتے مصنف دیروپ نامہ حافظ واجا خان کی 9 ویں پشت سے ہے اور مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان دیروپ نامہ کے مصنف حافظ واجا خان کی چھٹی پشت سے ہیں جبکہ مترجم رجسٹر سدھنوتی سردار شیر باز خان سردار صوبہ خان کے پڑپوتے اور اس کتاب کے مصنف یوسف خان آباخیل سدوزئی کے دادا

ہیں۔

ان چاروں مصنفین کے باہمی روابط اس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ مصنف دیروپ نامہ حافظ سردار واجا خان نے دیروپ نامہ 1690ء میں فارسی زبان میں لکھا اور اسی دیروپ نامہ کے اقتباسات 1855ء میں سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان نے اپنی ڈائری ماخذ سدھنوتی میں لکھ کر 1407ء سے لے کر 1855ء تک سدھنوتی کے حالات و واقعات ماخذ سدھنوتی کی ڈائری میں فارسی زبان میں لکھے اور یہ دونوں فارسی زبان کی کتب سردار شیر باز خان کو اپنے گھر سے وراثت میں ملیں جسے سردار شیر باز خان نے 1969ء میں رجسٹر سدھنوتی کے نام سے اردو زبان میں ترجمہ کرایا مگر سردار شیر باز خان کی وفات کے ساتھ ہی اچانک ان تاریخی کتب کے غائب ہو جانے کے پس پردہ دراصل پیر پرستی جیسی اندھی تقلید کے عقائد کارفرما ہیں جس کے متعلق زیر نظر کتاب کے مصنف کو معلومات اپنے تایا عبدل محبوب خان سے ملیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم سردار شیر باز خان کی انگریز انڈین آرمی کی یونٹ کے ہاتھوں جنگ عظیم میں بے شمار عرب مسلمان مارے گئے تھے جس کے سبب ریٹائرمنٹ کے بعد سردار شیر باز خان ہمیشہ بہت زیادہ غمزدہ رہتے تھے اور اسی لئے وہ زیادہ تر وقت دنیاوی معاملات سے الگ تھلگ رات بھر اپنے مکان کی چھت پر توبہ استغفار میں مصروف رہتے اور رات کے پچھلے پہر اپنے لئے منتخب کی

گئی قبر کی جگہ چلے جاتے اور وہاں ذکر واذکار میں مصروف رہتے اور صبح صادق واپس اپنے گھر کی چھت پر نماز فجر ادا کرتے اور صبح طلوع آفتاب تک مکان کی چھت پر ہی ذکر و اذکار میں مصروف رہتے، اس طرح آپ رفتہ رفتہ اپنے علاقے میں پیر فقیر کے طور پر بھی مشہور ہونے لگے تو یہاں سے آپ کے چچازاد بھائی کے پوتے سردار اقبال نے آپ کی بیعت اختیار کر لی اور اس کے بعد اکثر اوقات سردار اقبال آپ کے ساتھ رات بھر ذکر الٰہی میں مصروف رہنے لگے، سردار اقبال کہتے ہیں سردار شیر باز خان رات بھر ''اللہ اکبر، حق تو ہی اللہ''، کا ذکر کیا کرتے تھے چنانچہ یہ ذکر اس قدر سردار اقبال پر اثر انداز ہوا کہ عینی شاہدین بتاتے ہیں کہ سردار اقبال جب سردار شیر باز خان کو ان کی وفات کے بعد غسل دینے لگے تو کہتے ہیں جب سردار اقبال نے سردار شیر باز خان کے سینے پر پانی ڈال کر ہاتھ پھیرا تو سینے سے ''حق تو ہی اللہ'' کی آواز سنائی دی اور سردار اقبال یہ آواز سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور غسل کے دوران جن احباب نے چادریں پکڑ رکھی تھیں وہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے جس کے بعد سردار شیر باز خان کو ان کے بھتیجے سردار علی محمد نے باقی غسل دیا۔

یہ ایک مشہور واقعہ ہے جس کے عینی شاہدین آج بھی بعض لوگ حیات ہیں، اس کتاب کے مصنف کا خیال ہے کہ سردار اقبال جو ذکر کئی سالوں سے رات کی تاریکی میں عقیدت، احترام وخوف کی کیفیت میں سردار شیر باز خان

سے سنا کرتے تھے وہ سردار اقبال کا شاید نفسیاتی مسئلہ بن چکا تھا جس کے باعث سردار اقبال کو یہ گمان ہوا کہ سردار شیر باز خان کے سینے سے بعد موت اب بھی وہی ''حق تو ہی اللہ'' کی آواز آرہی ہے جو وہ کئی سالوں سے رات بھر سردار شیر باز خان کی زبان سے سنا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اسی اندھی تقلید و عقیدت کے باعث سردار اقبال نے اپنے زمانے میں لکھائی پڑھائی سے محروم ہونے کے باعث سردار شیر باز خان کی دیگر ذکر و اذکار کی کتب کے ساتھ آپ کی کتاب رجسٹر سدھنوتی کو بھی اپنے لئے باعث تبرک خیال کرتے ہوئے انھیں اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر اپنی زندگی میں کسی فرد کو یہ کتب دینا بھی گوارہ نہ کیا مگر کتاب ہٰذا کے مصنف نے بھی ہوش سنبھالتے ہی ہمیشہ سردار اقبال سے ایک ہی مطالبہ کئے رکھا کہ مجھے میرے دادا ابو کی کتاب دے دی جائے کیونکہ مجھے میرے تایا ابو نے بتایا تھا کہ میرے والد محترم سردار شیر باز خان کی کتاب سردار اقبال خان کے پاس ہی ہے، اس لئے میں بھی ہمیشہ اس کوشش میں مصروف رہا کہ کسی طرح بھی سردار اقبال سے یہ کتاب مل جائے جو آخر کار سردار اقبال خان مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ دن قبل میرے لئے اس پیغام کے ساتھ میرے گھر پہنچائی کہ میں نے 52 سال تک اس کتاب کی حفاظت کی ہے مگر اب میری موت شاید یقینی ہے اس لئے اب یہ کتاب تمہارے حوالے ہے جبکہ بظاہر تو اپنے مطابق سردار اقبال نے اس کتاب کی خوب حفاظت کی مگر حقیقت میں رجسٹر کو زیادہ عرصے تک بند رکھنے

کے باعث اس کے چالیس صفحات کی سیاہی ایک دوسرے سے اس حد تک مل چکی تھی جس کے باعث اس کتاب کے ان قیمتی صفحات کو سمجھنے میں بہت زیادہ دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔اس لئے قلعہ دارا تھورچی اورنواب جسی خان کے بیٹے اور دیگر سدوزئی پختون جوسدھنوتی سے نواب جسی خان کی وفات کے بعد سوات چلے گئے تھے جن میں دینا خیل سدوزئی اورروغان سدوزئی وغیرہ شامل ہیں،ان کے حالات رجسٹر سدھنوتی سے تلاش کرنا بہت زیادہ مشکل ہو گئے تھے لہٰذا اس کتاب میں سدھنوتی کے قلعہ دارا تھورچی اور روغان اور دینا خیل کے متعلق ذکرنہیں کیا گیا ہے مگر پھر بھی اس مہربان ذات کا شکر ہے جس نے دیروپ نامہ اور ماخذ سدھنوتی کے مجموعی نسخہ جات مترجم رجسٹر سدھنوتی کی صورت میں تقریباً 85 فیصد محفوظ اور درست حالت میں ہم تک پہنچائے اور آج ہم ان تاریخی دستاویزات کو دیگر کئی جدید ماخذ سمیت رجسٹر سدھنوتی کی شکل میں تاریخ کے قارئین کے لئے شائع کرر ہے ہیں۔

(یوسف خان آباخیل سدوزئی)

کیپٹن شیر باز خان آباخیل سدوزئی

مختصر تعارف

نسب نامہ چار مصنفین

باب۔2

ماخذ رجسٹر سدھنوتی کی وضاحت کے بعد ضروری ہے کہ ان عظیم نامور چشم دید سدوزئی سدھن مصنفین کا مختصر تعارف اور نسب نامہ پیش کیا جائے جنھوں نے اپنی نسلوں کی تاریخ پشت ہائے پشت لکھ کر اپنی آئندہ نسلوں پر احسان عظیم کیا جن میں سب سے پہلے مصنف سردار حافظ واجا خان ہیں جنھوں نے فارسی زبان میں کتاب دیروپ نامہ 1690ء میں لکھی اس کے بعد سردار صوبہ خان ہیں جنھوں نے فارسی زبان میں کتاب ماخذ سدھنوتی 1855ء میں لکھی اور ان دونوں کتب کا اردو ترجمہ 1969ء میں سردار شیر باز خان نے فارسی زبان کے معلم ماسٹر رضا خان سے رجسٹر سدھنوتی کے نام سے کرایا اور اسی رجسٹر سدھنوتی کو مصنف کتاب ہذا یوسف خان آباخیل سدوزئی نے دیگر بہت سے جدید ماخذ کے ساتھ جدید خطوط پر استوار کیا۔ اس لئے سب سے پہلے مصنف

کتاب ہٰذا یوسف خان آباخیل سدوزئی کا مختصر تعارف اور نسب نامہ پیش کیا جاتا ہے جن کے شجروں میں باقی مصنفین کا تعارف پشت ہائے پشت بیان کیا جائے گا۔ مصنف کتاب ہٰذا یوسف خان آباخیل سدوزئی کے شجرے میں جو شخص اپنے چار بیٹوں کے ساتھ دو ہزار سدوزئیوں کے ہمراہ 1560ء میں سدھنوتی تشریف لائے ان کا نام صوفی عبداللہ جان سدوزئی ہے جن سے مصنف کتاب رجسٹر سدھنوتی یوسف خان آباخیل سدوزئی سترھویں پشت سے ہیں اور مصنف کتاب دیروپ نامہ حافظ واجا خان کی بارھویں پشت سے ہیں۔ حافظ واجا خان نے سدوزئیوں کی سب سے پہلی تاریخ 1690ء میں دیروپ نامہ لکھی جس میں وہ اپنا شجرہ نسب اس طرح لکھتے ہیں کہ میرے آباؤاجداد نے آج سے ایک سوتیس سال قبل صوابی ہنڈا سے نواب سدھنوتی سردار عبداللہ سدوزئی کی فوجی مہم کے سلسلے میں ہجرت کی اور سدھنوتی تشریف لائے۔ حافظ واجا خان اس ہجرت کے تاریخی پس منظر میں لکھتے ہیں کہ گھکھڑ سلطنت جو مغلوں کی اتحادی تھی جب اس سلطنت کے سلطان سردار کمال خان گھکھڑ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد گھکھڑ سلطنت کے جانشین اقتدار حکومت حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑ پڑے، اس وقت مغل بادشاہ اکبر نے اس گھکھڑ سلطنت کو سلطان کمال خان کے چار جانشین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر ان چاروں حکمراں شہزادوں کو اپنے اپنے علاقے اپنے باپ کی سلطنت کی بہ نسبت بہت کم لگنے لگے چنانچہ ان گھکھڑ

شہزادوں نے اپنے قرب و جوار کے دیگر علاقوں کو بھی فتح کر کے اپنی اپنی ریاستوں میں شامل کرنا شروع کر دیا، ان چار گھکھڑ شہزادوں میں سلطان سید خان گھکھڑ جس کے پاس اس وقت دس ہزار کی سوار فوج تھی اسے وراثت میں 240 دیہاتوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی ریاست اپنے حصے کے طور پر ملی جس کی کہوٹہ سرحد پختون ریاست سدھنوتی کی سرحد سے ملحق دریائے جہلم کے ساحل کہوٹہ سے جا ملتی تھی جبکہ دریائے جہلم کے دوسری طرف اولاڑ کی جانب پختون ریاست سدھنوتی کی سرحد تھی۔ یاد رہے یہ سلطان سید خان گھکھڑ تھا جسے تاریخ میں سعید گھکھڑ بھی لکھا گیا ہے، چونکہ سلطان سید خان کی یہ مختصر سی ریاست اس عظیم گھکھڑ سلطنت کے لئے بہت چھوٹی ریاست تھی اس لئے سلطان سید خان نے بھی اپنے دیگر ہم نشین شہزادوں کی طرح اپنے قرب و جوار کے علاقوں کو فتح کر کے اپنی ریاست کو جب وسعت دینا شروع کی تو اس وقت نواب جسی خان کی اولاد میں سے سدھنوتی کے نواب حکمران سردار عبداللہ خان سدوزئی کو اس وقت اپنی ریاست کی فکر لاحق ہونے لگی کیونکہ نواب سدھنوتی سردار عبداللہ خان کی فوج فقط چار سو پختونوں پر مشتمل تھی لہٰذا نواب سدھنوتی سردار عبداللہ خان نے ان خدشات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ہم نسل افغان سدوزئی ملک پختون خواہ جس کا بانی سلطان گجو خان سدوزئی ہے اور اس ملک کا دارالحکومت اور فوجی چھاؤنی اس وقت صوابی ہنڈ اتھا وہاں سے نواب سدھنوتی سردار عبداللہ خان نے

دو ہزار آبا خیل سدوزئی جنگجوؤں کی ایک فوج بھرتی کی اور انھیں سدھنوتی لائے، ان دو ہزار آباخیل سدوزئیوں میں سردار صوفی عبداللہ جان سدوزئی بھی اپنے چار بیٹوں سردار خیلی خان، سردار بلوچ خان، سردار اشرف خان اور سردار دھمو خان سمیت 1560ء میں سدھنوتی تشریف لائے اور آپ کے بیٹے سردار دھمو خان جن کے نام سے منسوب تحصیل بلوچ کا مشہور گاؤں دھمن ہے اس سردار دھمو خان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں بڑا بیٹا سردار مست خان سدوزئی تھا جس کا مقبرہ گاؤں منجھاڑی میں واقع ہے اور ان کی اولاد بھی گاؤں منجھاڑی میں آباد ہے جبکہ آپ کے چھوٹے بیٹے سردار گجو خان سدوزئی کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام خان دیروپ خان بادشاہ ہے، یہی خان دیروپ خان آ با خیل سدوزئیوں میں سب سے پہلے سدھنوتی کے منتخب حکمران تھے۔آپ کا دورانیہ حکومت 1626ء سے 1650ء ہے۔ دیروپ خان بادشاہ کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے جن کی اولاد گاؤں دھمن میں آباد ہے۔ بابائے خان راحت دیروپ بادشاہ 1591ء میں پیدا ہوئے اور آپ کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے جن میں بڑا بیٹا سردار دانیال خان سدوزئی ہے اس سے چھوٹا بیٹا سردار سالت خان سدوزئی ہے، اس سے چھوٹا بیٹا سردار نور خان سدوزئی ہے اور اس سے چھوٹا بیٹا سردار میر خان سدوزئی 1631ء میں پیدا ہوئے اور اس سے چھوٹا بیٹا سردار قدمال خان سدوزئی ہے اور سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا سردار بچہ خان سدوزئی ہے۔

مصنف کتاب ہٰذا یوسف خان آباخیل سدوزئی، بابائے دیروپ کے بیٹے سردار میر خان کی اولاد شاخ میر آل سے ہیں اور سردار میر خان سدوزئی کے ہاں 1655ء میں سردار حافظ واجا خان پیدا ہوئے۔ حافظ واجا خان دیروپ نامہ کے مصنف ہیں، آپ کی وفات 1701ء میں ہوئی۔ آپ سردار میر خان کی اکلوتی اولاد ہیں، سردار حافظ واجا خان کے بڑے بیٹے سردار عبداللہ ہیں اور سردار عبداللہ کے منجھلے بیٹے سردار کالو خان ہیں اور سردار کالو خان کے بڑے بیٹے سردار باقر ہیں اور سردار باقر کے بیٹے سردار ابراہیم خان ہیں اور سردار ابراہیم کے بیٹے سردار صوبہ خان ہیں۔ ''سردار صوبہ خان ستمبر 1844ء سے تین مارچ 1859ء تک سدھنوتی کے حکمران رہے ہیں اور آپ ماخذ سدھنوتی کتاب کے مصنف ہیں''۔

سردار صوبہ خان کے چھوٹے بیٹے سردار لما خان المعروف سردار سرہا تاج ہیں، آپ کو سرہا تاج کا لقب سرداران سدھنوتی نے راجہ پونچھ کے سر سے تاج چھین لینے کے بعد دیا تھا چنانچہ اسی تناظر میں سردار لما خان المعروف سرہا تاج اور راجہ پونچھ کے درمیان ایک سال تک گوریلا جنگ ہوتی رہی جس میں سردار لما خان کے ہاتھوں راجہ پونچھ کو بے پناہ جانی اور مالی نقصانات اٹھانے پڑے تھے چنانچہ باعث مجبوری راجہ پونچھ نے آخر کار لما خان کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت سردار لما خان کے زیر اثر سدھنوتی کے 09 گاؤں پر سردار لما خان کی حکمرانی کو تسلیم کر لیا اور سردار لما خان المعروف سرہا تاج کے بڑے بیٹے سردار

عبدالمنان خان المعروف مناخان ہیں اور سردار عبدالمنان سدوزئی کے والد سردار لما خان کی وفات کے بعد راجہ پونچھ نے آپ کے بیٹے سردار عبدالمنان کی ان گاؤں پر حکمرانی تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے آپ کو دو گاؤں کی جاگیر تک محدود کرنا چاہا تو اس پر عبدالمنان خان اور راجہ پونچھ کے درمیان دو سال تک جنگ ہوتی رہی جس میں سردار عبدالمنان خان کی گوریلا کارروائیوں نے راجہ پونچھ کو بے پناہ جانی اور مالی نقصانات سے دوچار کر رکھا تھا لہٰذا راجہ پونچھ نے آپ کی گرفتاری پر دس ہزار روپے نقد انعام کا اعلان کر رکھا تھا چنانچہ اس انعام کے لالچ میں آکر آپ کے مری کے ایک دوست راجہ کرمداد کے بیٹے نے آپ کو کھانے کی دعوت پر بلایا اور کھانے میں نشہ آور مواد ڈال کر اپنے باپ کے محسن دوست کو بے ہوشی کی حالت میں ڈوگرہ حکومت کے حوالے کر دیا جس کے بعد سردار عبدالمنان خان کو ڈوگرہ حکومت نے پھانسی دے دی۔ سردار عبدالمنان خان کے چھوٹے بیٹے چیئر مین کونسلر سدھنوتی سردار کپتان شیر باز خان بانی چار سدھنوتی جتھہ فورس اور مصنف مترجم کتاب رجسٹر سدھنوتی 1969 ہیں اور سردار شیر باز خان کے چھوٹے بیٹے سردار خان محمد خان ہیں اور سردار خان محمد خان کے منجھلے بیٹے یوسف خان آباخیل سدوزئی مصنف کتاب رجسٹر سدھنوتی ہیں جن کی کتاب رجسٹر سدھنوتی اب آپ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

حافظ واجا خان، سدھنوتی کے پہلے مصنف ومؤرخ جنہوں نے 1690 میں سدھنوتی کے حکمرانوں کی تاریخ پر کتاب ''دیروپ نامہ'' تحریر کی

مختصر تعارف ملک بھان

باب۔3

ماخذ اور مصنفین کے بعد ملک بھان کا تعارف بیان کیا جاتا ہے جہاں افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے 1407ء میں اپنی حکومت قائم کی اور اس ملک کا نام بھان سے بدل کر سدھنوتی رکھا اور یہاں پختون ریاست سدھنوتی کی بنیاد رکھی۔ سردار صوبہ خان ماخذ سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ ملک بھان جو اب سدھنوتی کہلاتا ہے یہ آٹھویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی تک بھان کے نام سے ہی جانا جاتا تھا۔اس ملک کے پہلے مؤرخ سردار حافظ واجا خان ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ بھان جو بنیادی طور پر برہمنوں کا ملک تھا اور اس ملک پر برہمن آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی کے آخر تک حکمران رہے ہیں۔اس ملک کی ایک منفرد تاریخ یہ ہے کہ یہ ملک آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر سولھویں صدی عیسوی کے آخر تک کسی بھی

بیرونی یا ہندی یا پھر کشمیری سلطنت کا حصہ نہیں رہا حالانکہ اس مختصر چھوٹے سے ملک کے چاروں طرف بڑی بڑی سلطنتیں قائم رہی ہیں۔ حافظ واجا مزید لکھتے ہیں کہ ملک بھان کا کسی بھی بڑی سلطنت کے زیر انتظام و اطاعت نہ ہونے کی بنیادی وجوہات یہ ہوسکتی ہیں کیونکہ بھان کے جنگل کی تمام وادیاں اور ندی نالے برہمنوں کی تپسیاتی سرزمین کے طور پر پہچانے جاتے ہیں اور یہاں دور دراز سے برہمن تپسیا کرنے آتے ہیں اور تپسیا پوری ہو جانے کے بعد یا تو واپس اپنے آبائی وطن چلے جاتے ہیں یا پھر یہ برہمن یہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں جبکہ بہت سے تپسمی پہلے سے ہی یہاں آباد ہیں، برہمنوں کی تپسیا کا دورانیہ ایک سال سے بارہ سال تک ہوسکتا ہے اس کے بعد اگر کوئی مزید تپسیا کرنا چاہے تو وہ اپنی نیت کے مطابق پھر سے شروع کرسکتا ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ تپسیا بغیر کچھ کھائے پیئے انسانی آبادی سے دور کسی جنگل کی وادی میں تنہا کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر صبح سے شام تک کسی مجسمے یا بت کی موجودگی کے بغیر من ہی من میں ذکر الٰہی سے شروع ہوتی ہے یا کسی ندی میں گلے تک پانی میں ڈوب کر دن میں کئی مرتبہ کئی کئی گھنٹے من ہی من میں صبح سے شام تک تپسیا کی جاتی ہے، اس کے دیگر اور بھی کئی طریقے ہیں مگر بھان کے سخت گیر مذہبی برہمنوں کے حالات زندگی کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو ان کی پوری زندگی ہی تپسیا لگتی ہے۔ بھان کے برہمن چونکہ ہمیشہ قناعت و فقر کو اپنے مذہب کا سب سے اہم حصہ سمجھتے ہیں اس

لئے یہ قیاس غالب ہے کہ بڑی سلطنتوں نے اس سرزمین کو ہمیشہ فقر و فاقوں کی سرزمین سمجھتے ہوئے کبھی بھان پر حملہ نہیں کیا۔ اس پر حافظ واجا خان مزید لکھتے ہیں کہ ملک بھان دریائے جہلم اور دریائے پونچھ کے بیچ انتہائی جنگلات کے درمیان گھرا ہوا پہاڑی علاقہ ہے جس کا کل رقبہ 1,420 مربع کلومیٹر اور 550 مربع میل پر مشتمل انتہائی دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہے جو اپنی جغرافیائی حدود کے باعث آج تک کسی بڑے قافلے کو بھان کے اندر آنے تک کوئی محفوظ راستہ فراہم نہیں کرتا اس لئے قیاس غالب ہے کہ بھان کے اتنے طویل عرصے تک ہند یا کشمیر کی کسی بھی سلطنت کا حصہ نہ ہونے کی بنیادی وجوہات یہ بھی ہوسکتی ہیں کہ ''بھان ایک غیر پیداواری خطہ ہے، یہاں جنگلات کی کثرت ہے جس کی وجہ سے بھان اپنے اندر سے کسی اور ریاست تک کسی بڑے قافلے کے لئے کوئی ممکنہ محفوظ راستہ فراہم نہیں کرتا اور پھر اس خطے کو کنٹرول کرنے پر اخراجات بھی زیادہ ہیں جبکہ یہاں سے بہت کم وسائل حاصل ہوتے ہیں شاید اسی لئے بھان کو آج تک کسی بھی ہندی یا کشمیری بڑی سلطنت نے خاطر خواہ اہمیت نہیں دی'' چنانچہ اسی لئے اتنا طویل عرصہ یعنی آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی کے آخر 1399ء تک یہاں برہمنوں کی آپ راجی حکومت رہی مگر 1399ء میں پہاڑی پنجاب کے بھاگڑی راجپوتوں اور ان کے کچھ اتحادی گھکھڑوں نے بھان پر حملے شروع کیے اور ایک سال تک برہمنوں

سے لڑائیاں لڑ کر چودھویں صدی عیسوی کے شروع تک بھان پر اپنا مکمل تسلط قائم کرلیا۔اس کے بعد صدیوں سے بھان کی وادیوں میں آباد، آزادو خود مختار رہنے والے سخت گیر مذہبی قناعت پسند برہمنوں سے جب بھاگڑی راجپوتوں نے ٹیکس اور مالیہ لینا شروع کیا تو اس سے برہمنوں کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ حافظ واجا نے بھان پر بھاگڑی راجپوت حکومت کا دورانیہ چھ سال دس ماہ اور چند دن لکھا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ 1406ء کے آخر تک بھان پر بھاگڑی راجپوتوں اور ان کے اتحادی گھکھڑوں نے حکومت کی چنانچہ اسی دوران 1406ء کے آخری ماہ میں افغانستان سے ہندوستان کی طرف سفر کرنے والا افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کا قافلہ اپنا راستہ کھونے کے بعد ٹیکسلا کے اردگرد کہیں سے بھٹکتا ہوا آیا اور ملک بھان کے برابر پار مری کے پہاڑوں پر خیمہ زن ہوا تو اس وقت برہمنوں کو معلوم ہوا کے افغانوں کا کوئی قافلہ اپنی منزل بھول کر مری کے مقام پر خیمہ زن ہے چنانچہ اس موقع پر برہمنوں کے ایک وفد نے افغان نواب جسی خان سے ملاقات کی کیونکہ برہمنوں کو یہ افغان قافلہ اپنے لئے ہر صورت نجات دہندہ لگا اس لئے برھمنوں نے افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کو اپنے ملک پر قابض بھاگڑوں اور گھکھڑوں پر حملے کی دعوت اس یقین دہانی کے ساتھ کرائی کہ فتح کی صورت میں برہمن نواب جسی خان کے زیر اطاعت وفرمانبردار رہیں گے چنانچہ اس

یقین دہانی کے بعد افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے برہمنوں کے آبائی وطن بھان پر حملہ کیا اور چند ہفتوں میں بھاگڑوں اور گھکھڑوں کو بھان میں شکست دے کر 1407ء میں بھان پر اپنی حکومت قائم کی اور اس ملک کا نام بھان سے بدل کر سدھنوتی رکھا جو آج تک اپنے اسی نام سے مشہور ہے۔

افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کی ہجرت اور اس کا تاریخی پس منظر

باب۔4

پختون ریاست سدھنوتی کے بانی افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کی افغانستان سے ہجرت کے متعلق حافظ واجا خان نے 1690ء میں فارسی زبان کی کتاب دیروپ نامہ میں لکھا ہے کہ افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے 1406ء کے آخر میں غزنی سے اپنے بہتر مستقبل کے لئے اپنے اہل وعیال اور خاندان کے دیگر دوسوسواروں کے ہمراہ ہندوستان کی طرف اس وقت ہجرت کی جب ہندوستان میں تاج الدین فیروز شاہ بہمنی تخت نشیں تھے۔فیروز شاہ بھی ایک سچا مسلمان حکمران تھا جو قرآن اور اسلامی فقہاء پر مکمل عبور رکھنے والا عظیم بادشاد تھا جس نے ہمیشہ اہل علم، کاریگروں اور بہادروں کے لئے اپنے دربار کے نہ صرف دروازے کھلے رکھے بلکہ اس عظیم الشان بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر سال اپنی سلطنت کی دو اہم مشرقی

بندرگاہوں گوا اور دابھول سے بحری جہاز خلیج فارس کے لیے بھیجا کرتا تھا اور وہاں سے باصلاحیت افراد، منتظمین اور مسلمان بہادر سپہ گر اور کاریگر بھرتی کر کے اپنے ملک میں لایا کرتا تھا تاکہ ان باصلاحیت افراد کے ذریعے اپنے ملک کو ترقی دے سکے۔ حافظ واجا لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ بہمنی کے متعلق جب دور دراز تک مشہور ہونے لگا کہ وہ اہل علم، کاریگروں، اور بہادر مسلمان سپہ گروں کی خوب قدر دانی کرنے والا ایک عظیم بادشاہ ہے جو ہر سال ان باصلاحیت افراد کی صلاحیتوں کا از خود جائزہ لے کر انہیں شاہی دربار میں خوب منصب اور عزت سے نوازتا ہے اور جب یہ داستانیں خلیج فارس میں ایران اور اس سے ملحق دور دراز علاقوں میں پھیلنے لگیں تو جہاں ایران و افغانستان کے ہزاروں افراد نے سلطنت فیروز شاہ بہمنی کا رخ کیا وہیں نواب جسی خان نے بھی اپنے خاندان کے دوسو سرداروں سمیت سلطنت بہمنی کی راہ لی مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا چنانچہ افغان نواب جسی خان کا یہ قافلہ غزنی سے منزل بہ منزل ہجرت کا سفر کرتے ہوئے موجودہ خیبر پختونخواہ کے بیشتر علاقوں سے ہوتا ہوا جب ٹیکسلا پہنچا تو یہ قافلہ اپنا راستہ بھول کر مری کی طرف آن پہنچا جہاں انہوں نے مری کے پہاڑوں پر کچھ دن پڑاؤ کیا تو اس پڑاؤ کے سامنے برابر پار برہمنوں کا ملک بھان تھا جہاں بھاگڑ راجپوتوں نے ان کے ملک پر قبضہ کر رکھا تھا۔ یہاں آبادی میں سب سے زیادہ تعداد برہمن

قبائل کی تھی جن سے بھاگڑوں نے حکومت چھین کر ان کے ملک پر قبضہ کر رکھا تھا جبکہ برہمن قبائل اکثریت میں ہوتے ہوئے بھی بھاگڑی راجپوتوں کے آگے بے بس، مجبور اور ان کے مظالم کا شکار تھے چنانچہ اس دور میں برہمنوں نے جب اپنی ریاست کے عین عقابی دروازے پر اچانک اس مسلح افغان لشکر کا پڑاؤ دیکھا تو برہمنوں کو یہ لشکر اپنے لئے نجات دہندہ لگا چنانچہ بھاگڑوں کے مظالم سے تنگ ان برہمنوں نے اس سدوزئی لشکر کے افغان نواب سردار جسی خان ابدال سدوزئی کو اپنے ملک پر قابض بھاگڑوں پر حملے کی دعوت دی اور فتح کی صورت سدوزئیوں کے اس لشکر کو یہ یقین دلایا کہ برہمن ریاست بھان میں سدوزئی حکومت کے زیر اطاعت و فرمانبردار رہیں گے چنانچہ برہمنوں کی اس یقین دہانی پر افغان نواب جسی خان سدوزئی نے اپنی فوج میں مزید پختون بھرتی کیئے اور بھان پر حملے کے لئے اپنے اور برہمن لشکر کی خود کمان کرتے ہوئے حملہ کیا اور بھاگڑوں کو چند ہفتوں میں شکست دے دی جس کے بعد برہمنوں نے ریاست بھان پر افغان نواب جسی خان سدوزئی کی حکومت کی تاج پوشی کی رسم ادا کی۔ اس موقع پر برہمنوں کے مذہبی پیشوا، گرو وشنو داس نے افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کو سدھن کا خطاب دیا جس کے معنی بہادر اور انصاف والا ہیں چنانچہ اس کے بعد نواب جسی خان نے بھان پر حکومتی کنٹرول حاصل کرتے ہی اس

کا نام بھان سے بدل کر سدھنوتی رکھ دیا جس کا مطلب سدو یا سدھن کے ٹھہرنے کی جگہ اور وطن بنتا ہے۔

حافظ واجا خان کی اس تحریر سے لگ رہا ہے کہ افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کے اس قافلے نے افغانستان سے پشاور اور پشاور سے ٹیکسلا کے قدیم راستے کا انتخاب کرتے ہوئے لاہور پھر شری گنگا نگر سے نکل کر راجستھان سے بذریعہ مالوہ یا بھوپال کے راستے سلطنت بہمنیاں جانا چاہا؛ واللہ اعلم بالصواب

< O >

نواب جسی خان ابدال سدوزئی

بطور حکمران سدھنوتی (بھان) اپنی تاجپوشی کے موقع پر

افغان نواب جسی خان کے جدامجد
ملک سدو بن عمر کی تاریخ پیدائش
پر ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

باب۔5

افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کے جدامجد ملک سدو بن عمر کی تاریخ پیدائش کے غلط لکھنے پر مصنف کتاب ہٰذا یوسف خان آباخیل سدوزئی نے ایسی بہت سی کتب دیکھیں اور مطالعہ کی ہیں جن میں سدوزئی قبیلے کے جدامجد سدو کی تاریخ پیدائش 1558ء لکھ کر افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کو اتمان سدوزئی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ان کتب کے مصنفین کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے کیونکہ ان مؤرخین نے اپنی کتب میں ملک سدو بن عمر کی تاریخ پیدائش 1558ء تحریر کی ہے اور ساتھ ہی اس سدوزئی قبیلے کے جدامجد ملک سدو کو قیس عبدالرشید کی سولہویں پشت سے لکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج تک پختون یا غیر پختون جتنے بھی مؤرخین نے سدوزئی قبائل کے جدامجد ملک سدو کا شجرہ نسب تحریر کیا ہے، ان سب مؤرخین نے

سدوزئی قبیلے کے جد امجد ملک سدو کو قیس عبدالرشید کی سولہویں پشت سے ہی لکھا ہے اور اسی شجرہ نسب پر آج تک تمام مؤرخین اس لئے متفق بھی ہیں کیونکہ سدوزئی قبیلے کے جد امجد ملک سدو بن عمر کا یہ شجرہ سو فیصد درست انسانی عقل، قیاس، سائنس، عمرانیات، نسب ونسلیات کے معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترتا ہے۔ اس شجرے کے مطابق قیس عبدالرشید جن کی تاریخ پیدائش 575 عیسوی ہے اس قیس عبدالرشید سے سدوزئی قبائل کے جد امجد ملک سدو سولہویں پشت میں پیدا ہوئے ہیں جن کا سولہویں پشت تک یہ شجرہ تحریر کیا جاتا ہے۔

1۔قیس عبدالرشید، 2۔سڑبن، 3۔خرشبون (خیرالدین)،

4۔ترین، 5۔ابدال، 6۔زختر،

7۔عیسی، 8۔زیرک، 9۔پوپل،

10۔حبیب، 11۔بامی، 12۔گنی،

13۔بہلول، 14۔معروف خان، 15۔عمر،

16۔ملک سدو

چنانچہ اس شجرے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سدوزئی قبائل کے جد امجد مورث اعلیٰ ملک سدو ہیں اور وہ قیس عبدالرشید کی سولہویں پشت میں پیدا ہوئے ہیں جس پر تمام مؤرخین اور خاص کر وہ مؤرخ بھی متفق ہیں جنہوں نے سدوزئی قبیلے کے جد امجد ملک سدو کا یہی شجرہ نسب اپنی کتب میں تحریر کیا ہے اور اس کے

بعد ملک سدو کی تاریخ پیدائش 1558ء لکھی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مؤرخین تاریخ انسانی کے نسب ونسلیات کے علم سے بے خبر ہیں کیونکہ ان مؤرخین نے سدوزئی قبائل کے جدامجد ملک سدو جن کی تاریخ پیدائش 1078ء ہے اسے صفا کے کسی فرضی گورنر ملک سدو جس کی تاریخ پیدائش 1558ء ہے اس سے ملا کر اسے سدوزئی قبائل کے جدامجد ملک سدو بن عمر سے جا ملایا ہے جس سے ان مؤرخین کا یہ دعویٰ انسانی نسب ونسلیات کے سائنسی اصولوں کی بڑی احمقانہ انداز میں نفی کرتا ہے کیونکہ سائنس کے مطابق ایک شخص سے تیسری پشت تک کا سفر کم از کم 78 سال کا عرصہ ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ 96 سال تک کا عرصہ اس کیلئے درکار ہوتا ہے یہاں ہم ایک مثال دے کر انسانی نسب کو سائنسی اصولوں پر آزما کر دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص ہے جس کا نام ملک عبد اللہ ہے اور وہ آج 2020 میں پیدا ہوا ہے اور 2046ء میں ملک عبداللہ چوبیس سال کی عمر میں شادی کرتا ہے اور ان کے گھر ایک سال بعد 2047 میں عبداللہ اول پیدا ہوتا ہے اور 2072 میں جا کر عبداللہ اول پچیس سال کا ہو کر شادی کرتا ہے اور ان کے گھر ایک سال بعد 2073 میں عبداللہ دوم پیدا ہوتا ہے اور عبداللہ دوم 2098 میں جا کر پچیس سال کی عمر میں شادی کرتا ہے اور ان کے گھر ایک سال بعد 2099 میں جا کر عبداللہ سوم پیدا ہوتا ہے جس کا شجرہ نسب اس طرح بنتا ہے، 1۔عبداللہ سوم بن

2۔عبداللہ دوم بن 3۔عبداللہ اول بن 4۔ملک عبداللہ۔

اس شجرے میں عبداللہ سوم ملک عبداللہ کی تیسری پشت کو اختتام دے کر چوتھی پشت میں داخل ہو رہا ہے مگر نسب کے اصولوں کے مطابق عبداللہ سوم اپنا شمار تیسری پشت میں ہی کرے گا۔اس سے معلوم ہوا جو ملک عبداللہ 2020ء میں پیدا ہوئے ان سے چلنے والی تیسری پشت میں عبداللہ سوم تک کا دورانیہ 79 سال کا عرصہ بنتا ہے چنانچہ یہ ہے ''سائنسی اصول علم انسانی نسب ونسلیات'' جس سے معلوم ہوا کہ ایک انسان سے 79 سال میں تین پشتیں بہ آسانی معرض وجود میں آتی ہیں۔اسی لئے ماہر شجرہ نویسوں نے اسی سائنسی کلیے کو معیار بنا کر ایک انسان سے تیسری پشت تک کے دورانیہ کی حد کم از کم 70 سال اور زیادہ سے زیادہ 96 سال تک مقرر کی ہے۔اس لئے اسی سائنسی معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم قیس عبدالرشید کی تاریخ پیدائش 575ء سے سدوزئی قبیلے کے جد امجد ملک سدو تک سولہ پشتوں کا میعار فی تین پشت حد 96 سال مقرر کریں تو تب بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیس عبدالرشید سے سدوزئی قبائل کے جد امجد ملک سدو تک سولہ پشتوں کی مجموعی عمر 505 سال بنتی ہے جو زیادہ سے زیادہ بیان کی گئی ہے۔اس لئے سائنسی علم انسانی نسب نسلیات کے معیار کے مطابق 575ء میں پیدا ہونے والے قیس عبدالرشید کی سولہویں پشت میں سدوزئی قبائل کے جد امجد ملک سدو بن عمر کسی بھی لحاظ سے 1558ء میں پیدا نہیں ہو سکتے۔قارئین کتاب خود بھی

اپنے پردادا سے لے کر اپنے آپ تک کے دورانیہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں کیونکہ کوئی بھی شخص اپنے دادا کے ابو یعنی اپنے پردادا سے زیادہ سے زیادہ 70، 80، 90، 96، یا حد درجہ 100 سال ہی چھوٹا ہوسکتا ہے۔ اس لئے اگر ہم قیس عبدالرشید 575 عیسوی سے سدوزئی قبائل کے جد امجد ملک سدو کی فی تین پشت کی حد سو سال ہی مقرر کریں تو تب بھی سدوزئی قبائل کے بعد جد امجد ملک سدو، قیس عبد الرشید کی سولھویں پشت میں 525 سال بعد پیدا ہوتے ہیں لہٰذا تب بھی ملک سدو کی تاریخ پیدائش 1100 عیسوی بنتی ہے جو سائنس، عمرانیات، انسانی نسب ونسلیات اور قیاس کے معیار علم پر پورا اتر سکتی ہے مگر 1558 عیسوی کی تاریخ پیدائش تو کسی صورت بھی انسانی عقل تسلیم نہیں کرسکتی کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص 575ء میں پیدا ہوا ہے اور اس کی سولھویں پشت سے کوئی شخص 1558ء میں پیدا ہو؟ اس لئے مؤرخ ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان کی تحریروں میں جو افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کے سدوزئی قبیلے کے جد امجد ملک سدو بن عمر کی تاریخ پیدائش 1078ء لکھی گئی ہے وہ ہر لحاظ سے درست اور صحیح ہے۔

تعارف پختون ریاست سدھنوتی

باب۔6

پختون ریاست سدھنوتی کے پہلے مؤرخ حافظ واجا خان ہیں جنہوں نے 1690ء میں سدھنوتی کے معروف حکمران بابائے خان دیروپ خان بادشاہ کی تاریخ دیروپ نامہ لکھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کے جب افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے 1407ء میں برہمنوں کی آبائی ریاست بھان میں پختون ریاست سدھنوتی کی بنیاد رکھی تو اس وقت افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے برہمنوں کے ملک بھان کا نام تبدیل کر کے اس کا نام سدھنوتی رکھا۔اس ملک کا نام تبدیل کرنے کے پس پردہ کیا وجہ تھی اس کے متعلق حافظ واجا نے بس اتنا ہی لکھا ہے کہ لفظ بھان سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس سے مراد ''حساس و دھیان'' ہے مگر پشتو اور فارسی میں اس کے معنی کچھ ٹھیک نہیں تھے اس لئے جب برہمنوں نے خود افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کو اپنے ملک پر قابض

بھا گڑی راجپوتوں اور گھکھڑ وں سے جنہوں نے ان قناعت پسند مذہبی برہمنوں کا جینا محال کر رکھا تھا، ان سے اپنے ملک کا قبضہ چھڑانے اور فتح کی صورت میں اپنے ملک پر افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کو یہاں حکومت کی دعوت اس یقین دہانی کے ساتھ کرائی کہ فتح کے بعد برہمن افغان نواب جسی خان کی حکومت کے زیر اطاعت وفرمانبردار رہیں گے تو اس پیشکش پر افغان نواب جسی خان نے برہمنوں کے ملک بھان پر حملہ کیا اور وہاں بھاگڑوں اور گھکھڑ وں کو شکست دے کر جب بھان پر اپنی حکومت قائم کی تو اس وقت برہمنوں نے افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی کی بھان پر حکومت کی تاج پوشی کے موقع پر نواب جسی خان کو سدھن کا خطاب دے کر اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلایا تو اسی موقع پر افغان نواب جسی خان نے بھی اس ملک بھان کا نام تبدیل کر کے اس کا نام سدھنوتی رکھا جس کے معنی سدھن کے ٹھہرنے کی جگہ اور وطن ہے چنانچہ اس کے بعد بھان کو سدھنوتی کہا جانے لگا جو آج تک اسی نام سے مشہور چلا آ رہا ہے۔ ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان نے سدھنوتی کا حدود اربعہ اس طرح لکھا ہے کہ سدھنوتی سہنسہ سے سدھن کی تنگ پٹی تک ہے اور پلنگی سے سائل پنجاڑ تک ہے اور اس کا کل رقبہ 1,420 مربع کلومیٹر (550 مربع میل) ہے اور اس کی بنیاد پختون نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے 1407ء میں رکھی ہے۔

نقشہ سدھن وطن سدھنوتی

سابق پختون ریاست سدھنوتی کا نقشہ

سہنسہ

↓

پلنگی ۔سدھنوتی ۔سائل پنجاڑ

↓

سدھن گلی

سدھنوتی کے شمال مشرق میں ریاست پونچھ ہے، جنوب میں چپ اور راجوری ہے مغرب میں گھکھڑ ہیں۔مگر یہ چاروں مسلم ریاستیں ہونے کے باوجود آپس میں کوئی اتفاق واتحاد نہیں رکھتیں بلکہ یہ ہمیشہ ایک دوسرے کے حریف رہتے ہیں ریاست سدھنوتی کے پختون سدوزئی سدھن حکمرانوں نے سدھنوتی میں پندرہ چھوٹے بڑے قلعے تعمیر کیئے ہیں اوران پندرہ قلعوں میں سدھنوتی کا دارالحکومت کہلانے والے تین قلعے ہیں جن میں :

1۔قلعہ آئن پونہ

2۔قلعہ بارل (باور)اور

3۔قلعہ بھرانڈ (براہان) شامل ہیں

یہ قلعے آج بھی سدھنوتی کے سدوزئی سدھن حکمرانوں کے ثقافتی ورثہ کا عظیم نمونہ پیش کرتے ہیں۔ان قلعوں کے علاوہ سدھنوتی میں تیرہ اوربھی دیگر چھوٹے چھوٹے قلعے تعمیر کیئے گئے جوآج آثارقدیمہ میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ سدھنوتی کےان تیرہ قلعوں کو1980ء کے بعدحکومت آزادکشمیر نےآثارقدیمہ میں تبدیل ہوئے قلعوں سے خوبصورت تراشے ہوئے مضبوط پتھروں کو ان

قلعوں کی گری ہوئی دیواروں سے نکال کر اب ان ہی قلعوں کے مقام پر یا تو کوئی ریسٹ ہاؤس بنالیا ہے یا پھر کوئی ہائی اسکول یا کالج وغیرہ بنا لیا ہے۔ مصنف کتاب ہٰذا یوسف خان آباخیل سدوزئی کی اپنی تحصیل بلوچ پولیس تھانہ کے قریب ریاست سدھنوتی کا ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر تھا جو 1832ء کی تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سکھوں نے تباہ و برباد کردیا تھا۔اس قلعے کے آثار 1990ء تک دیکھے جاسکتے تھے مگر اب اس قلعے کی جگہ گذشتہ کچھ عشرے قبل ایک ریسٹ ہاؤس تعمیر کیا گیا ہے جس میں تمام پتھر اسی قدیم قلعے کے لگائے گئے اور اب اس قلعے کی جگہ پر ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس دکھائی دیتا ہے۔اسی طرح تحصیل بلوچ کے معروف گاؤں دھمن جہاں کے معروف حکمراں سدھنوتی بابائے دیروپ بادشاہ اور سردار شمس خان حکمران سدھنوتی اور سردار صوبہ خان حکمران و مصنف سدھنوتی اور سردار سبز علی خان اور سردار ملی خان سمیت تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں شہید ہونے والے سدھنوتی کے بہت سے جرنیل شامل ہیں۔ان سدھنوتی کے حکمرانوں،شہیدوں اور غازیوں کے گاؤں دھمن میں بھی دو دیلی نما قلعے تعمیر تھے جن میں سے ایک مصنف کتاب ہٰذا کے گھر کے برابر پار سامنے جو قلعہ تھا اس کے آثار آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔ایک سروے کے مطابق سابق پختون ریاست سدھنوتی کے ایسے تیرہ قلعے ہیں جن پر آج یا تو کوئی ہائی اسکول یا کالج یا پھر ریسٹ ہاؤس وغیرہ تعمیر دکھائی دیتے ہیں۔

سردار سبز علی خان کا چچازاد بھائی، سدھنوتی کا
مایہ ناز جرنیل سردار ملی خان آباخیل سدوزئی

مختصر تعارف قلعہ آئن پونہ
پہلا دارالحکومت سدھنوتی

باب۔7

پختون ریاست سدھنوتی کا پہلا قلعہ آئن پونہ ہے جسے دیکھنے آج بھی دور دراز سے سیاح آتے ہیں۔ یہ قلعہ دریائے جہلم کے کنارے سدھنوتی کی ایک پہاڑی پر انتہائی مضبوط اور خوبصورت بنایا گیا ہے۔اس سے پہلے جب سدھنوتی سابقہ بھان پر بھاگڑوں کا قبضہ تھا تو بھاگڑ سدھنوتی سابقہ بھان کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کوٹھوں میں رہتے تھے جبکہ بھاگڑ حکومت کے اکثر جتھے ٹیکس مالیہ جات کی نگرانی کے لئے سدھنوتی کی میدانی وادیوں میں پہاڑوں کے نیچے بھی رہتے تھے مگر ان تمام بھاگڑوں کا مستقل مسکن بھان کی پہاڑی چوٹیاں تھیں۔ان کے پاس نہ قلعے تھے نہ ہی ان کے پاس کوئی مستقل نظام حکومت تھا سوائے لوٹ مار کے بھاگڑوں کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش بھی نہیں تھا البتہ بھاگڑوں نے سدھنوتی کے پہاڑوں پر بڑے بڑے کوٹھے تعمیر کر رکھے تھے

جہاں وہ رہتے تھے اور یہاں سے سدھنوتی (بھان) کے مقامی برہمنوں کو کنٹرول کیے ہوئے تھے چنانچہ شروع میں جب افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے بھان پر حکومتی کنٹرول حاصل کرنے کے بعد اس کا نام سدھنوتی رکھا اور یہاں اپنی حکومت قائم کی تو اس وقت افغان نواب جسی خان ابدال اور ان کے دیگر قبیلے کے افغان سرداروں کو بھی ان بھاگڑوں کے بنائے ہوئے کوٹھوں میں رہنا پڑا۔ حافظ واجا لکھتے ہیں کہ افغان نواب جسی خان اپنے وقت کے عالم، فاضل، منصف مزاج، دوراندیش شخص تھے جنہوں نے بہت جلد فوراً ہنگامی حالات میں ایک قلعے کا نام قلعہ آئن رکھ کر اس کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ نواب جسی خان کے علم و فضل کا اندازہ ان کے قلعہ آئن کے نام سے ہی لگایا جا سکتا ہے کیونکہ لفظ آئن فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب دستور و نظام ہے جبکہ پشتو میں لفظ آئن یہی مفہوم رکھتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اپنے وقت کے اس عالم فاضل افغان نواب جسی خان سدوزئی نے اپنی حکومت کی بنیاد اس قلعے کا نام آئن رکھ کر اپنی حکومت کو ایک نظام و دستور کے تحت شروع کیا۔ بانی پختون ریاست سدھنوتی افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے سدھنوتی پر دس سال حکومت کی اور آپ کی وفات یکم مئی 1417ء میں ہوئی جبکہ قلعہ آئن کی تعمیر 1420ء میں مکمل ہوئی اور قلعہ آئن کی تعمیر کا دورانیہ حافظ واجا خان نے دس سال بتایا ہے۔ یہ قلعہ آئن

1420ء سے 1505ء تک بطور دارالحکومت سدھنوتی اپنی اسی حالت میں رہا مگر 1505ء میں سدھنوتی کے ایک اور نواب سردار پنوں خان ابدال سدوزئی نے اس قلعے کو مزید توسیع دی جس کے باعث اس قلعے کو آئن پونہ بھی کہا جانے لگا، یہ قلعہ آئن پونہ سدھنوتی کا پہلا دارالحکومت ہونے کے باعث کئی نشیب و فراز دیکھنے کے بعد آخرکار تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں زوال پذیر ہوا۔ تاریخ اقوام پونچھ کشمیر کے مصنف محمد دین فوق کے مطابق قلعہ آئن پونہ میں 1832ء کی تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سدھنوتی کے معروف جرنیل سردار خدود خان سدوزئی قلعہ دار مقرر تھے۔ خدود خان سدوزئی 1796ء سے 1832ء تک قلعہ آئن پونہ کے قلعہ دار رہے اور انہوں نے سکھ سلطنت کو 1814ء کی سکھ سدھنوتی جنگ میں بڑی عبرتناک شکست دی تھی مگر 1832ء کی جنگ میں آپ کو قلعہ آئن پونہ میں شکست ہوئی جس کے نتیجے میں قلعہ دار خدود خان اپنے پانچ سو سدوزئی سدھن سپاہیوں سمیت قلعہ آئن پونہ میں شہید ہو گئے تھے جس کے بعد سقوط سدھنوتی میں جہاں سدوزئی سدھن حکمرانوں کے تمام قلعے سکھ سلطنت کے مہاراجا رنجیت سنگھ کے قبضے میں چلے گئے وہاں قلعہ آئن پونہ بھی 1832ء سے لے کر 1844ء تک سکھ سلطنت کے قبضے میں چلا گیا۔

سدھنوتی کا پہلا دارالحکومت قلعہ آئن پونہ

مختصر تعارف دوسرا دارالحکومت
سدھنوتی
قلعہ براہان (بھرانڈ)

باب۔8

سدھنوتی کے پہلے مؤرخ سردار حافظ واجا خان، سدھنوتی کا دوسرا دارالحکومت کہلانے والے قلعہ براہان جسے موجودہ دور میں قلعہ بھرانڈ کہا جاتا ہے، کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نواب سدھنوتی سردار پنوں خان سدوزئی کے دس بیٹے تھے مگر انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے کسی بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر نہیں کیا بلکہ اس کے لئے انہوں نے راسم خدائی کا انتخاب کر رکھا تھا چنانچہ سردار پنوں کی وفات کے بعد راسم خدائی کے تحت ان کے دس بیٹوں کو نیا سلطان سدھنوتی بنانے کے لئے بٹھایا گیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ راسم خدائی کیا ہے؟ راسم خدائی سے مراد وہ قاعدہ یا اصول ہے جس میں خدا کی مرضی شامل ہو۔ سدھنوتی میں اس راسم خدائی کا طریقہ انتہائی قدیم بنی اسرائیل کے دور میں مستعمل طریقے کے مطابق استعمال کیا جاتا رہا۔ اس کا دستور یہ تھا کہ

سدھنوتی کے تمام سردار قلعہ آئن میں جرگہ کرتے تھے جس میں راسم خدائی میں نئے سلطان کے چناؤ کا طریقہ کار یہ ہوتا کہ قلعے کے ایک بند ہال میں مرحوم سلطان کے بیٹوں کو چاروں اطراف تین تین میٹر کے فاصلے پر بٹھایا جاتا اور تین گڑیاں گاس کو الگ الگ باری باری تین مرتبہ آگ پر جلایا جاتا پھر ان تین گڑیاں گاس کے جلنے سے پیدا ہونے والا دھواں تینوں مرتبہ مرحوم سلطان کے جس بیٹے کی طرف رخ کرتا وہی سدھنوتی ریاست کا نواب کہلاتا چنانچہ اس جرگے کی راسم خدائی میں نواب سدھنوتی سردار پنوں خان سدوزئی کے منجھلے بیٹے سردار براہان خان ابدال سدوزئی کی طرف تینوں مرتبہ تین گڑیاں گاس کے دھوئیں نے رخ کیا جس پر تمام سرداران سدھنوتی نے سردار براہان کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بعد سردار براہان خان ابدال سدوزئی سدھنوتی کے نئے سلطان کہلائے ۔ حافظ واجا لکھتے ہیں کہ سدھنوتی کے نئے سردار براہان خان ابدال راسم خدائی کے دوران جس طرف بیٹھے تھے اور ان کی طرف تینوں مرتبہ جس طرح دھواں رخ کرتا رہا، اس سمت کو انہوں نے اپنے لئے باعث برکت سمجھتے ہوئے اپنے سدھنوتی کے دارالحکومت کو بھی اسی جانب منتقل کرنے کا فیصلہ کیا جہاں انہیں وسوکھ کی ایک پہاڑی بہت پسند آئی، یہ پہاڑی برہمنوں کی تپسیا کے لئے بہت مشہور تھی چنانچہ انہوں نے یہاں قلعہ براہان کی تعمیر شروع کی جس کا آغاز 1530ء میں ہوا اور 1535ء میں یہ قلعہ مکمل ہوا چنانچہ اس کے بعد قلعہ

براہان کونواب سدھنوتی سردار براہان خان ابدال سدوزئی نے سدھنوتی کے نئے دارالحکومت کے لئے منتخب کیا اوراس کے بعد سردار براہان بڑی شان وشوکت کے ساتھ قلعہ براہان تشریف لائے مگر یہاں پہلی رات ہی سردار کی محبوب بیوی ٹھارابی بی جس پر کسی جن یا چڑیل کا سایہ تھا اس نے اسی رات اس قلعہ براہان کی چھت سے کود کر خودکشی کر لی اوراس کے ساتھ ہی اسی رات سے قلعے میں آئے روز گھوڑے اور دیگر جانور روز بروز مرنے لگے اور کچھ ماہ بعد خود نواب سدھنوتی سردار براہان خان بستر مرگ سے جا لگے جس سے ان کی ایک ماہ کے اندر موت واقع ہوگئی چنانچہ ان کی وفات کے بعد براہان خان ابدال سدوزئی کی جگہ ان کے بڑے بیٹے سردار عبداللہ خان ابدال سدوزئی نے سدھنوتی کی حکومت سنبھالی اور قلعہ براہان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر دوبارہ اپنا دارالحکومت قلعہ آئن میں منتقل کیا۔ قلعہ براہان صرف پانچ ماہ اور کچھ دن تک سدھنوتی کا دارالحکومت رہا اس کے بعد یہ قلعہ نواب سعید خان سدوزئی کی حکمرانی تک ویران اور جنگلی جانوروں کی آماجگاہ بنا رہا۔ آج قلعہ براہان کونواب سدھنوتی سردار براہان کی نسبت سے قلعہ بھرانڈ کہا جاتا ہے جبکہ نواب سردار براہان کی بیوی ٹھارابی بی کی نسبت سے اسے ٹھارے کا قلعہ بھی کہا جاتا ہے۔

سدھنوتی کا دوسرا دارالحکومت قلعہ براہان (بھرانڈ)

صوابی ہنڈا سے دوسری سدوزئی
سدھن ہجرت سدھنوتی کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔9

ریاست سدھنوتی کے صوفی منش حکمران سردار براہان خان ابدال سدوزئی نے جب ریاست کے دارالحکومت کو قلعہ آئن سے قلعہ براہان منتقل کیا تو اس کی پہلی رات ہی سردار براہان خان کی محبوب بیوی ٹھارا بی بی کی قلعہ براہان میں اچانک موت واقع ہوگئی اس کے بعد آئے روز قلعہ براہان میں گھوڑے اور دیگر جانوروں کے مرنے کے ساتھ انسانی اموات بھی واقع ہونے لگی تھیں۔اس افسوسناک واقعہ پر سدھنوتی کے پہلے مؤرخ حافظ واجا خان لکھتے ہیں کہ سردار براہان کی محبوب بیوی ٹھارا بی بی کی اچانک موت اور بعدازاں قلعے میں گھوڑے اور دیگر جانوروں اورانسانوں کی موت نے سردار براہان خان کو بستر مرگ سے لگا دیااور سردار براہان بھی ان اچانک قدرتی آفات کی تاب نہ لاتے ہوئے پانچ ماہ کچھ دن بعد قلعہ براہان میں وفات پا گئے تو اس کے بعد آپ کے بڑے بیٹے

سردار عبداللہ خان ابدال سدوزئی جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ انتہائی زیرک اور دور اندیش حکمران سدھنوتی ثابت ہوئے۔ انہوں نے فوری طور پر پہلے قلعہ براہان سے سدھنوتی کے دارالحکومت کو قلعہ آئن واپس منتقل کیا اور اس کے بعد قلعہ آئن میں سدوزئی لویہ جرگہ منعقد کر کے وہاں اپنی حکومت کا اعلان کیا جس پر تمام افغان سرداران سدھنوتی نے ان کی بیعت قبول کر لی چنانچہ اس کے بعد حکمران سدھنوتی سردار عبداللہ خان ابدال سدوزئی نے 1536ء سے 1564ء تک طویل عرصے تک سدھنوتی پر بڑے منظّم طریقے سے حکومت کی مگر جب 1560ء میں گھکھڑ سلطنت جو مغلوں کی اتحادی تھی اس حکومت کے سلطان سردار کمال خان گھکھڑ کی وفات کے بعد سردار کے جانشیں گھکھڑ سلطنت کا اقتدار حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑ پڑے اور اس لڑائی نے جب ایک خوفناک انجام کی راہ اختیار کر لی تو اس وقت مغل شہنشاہ اکبر نے اپنے وفاداروں کی اس گھکھڑ سلطنت کو مرحوم سلطان سردار کمال خان کے چار جانشین بیٹوں میں تقسیم کر دیا جس کے بعد ان چاروں گھکھڑ حکمرانوں کو اپنے علاقے اپنے باپ کی سلطنت کی نسبت بہت چھوٹے لگنے لگے تو انہوں نے اپنے اپنے قرب و جوار کے دیگر علاقوں کو بھی فتح کرنا شروع کیا تو ان چار گھکھڑ حکمراں شہزادوں میں سے ایک سلطان سید خان جس کے پاس اس وقت دس ہزار کی سوار فوج تھی اور جس کے حصے میں 240 دیہاتوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی ریاست بطور

وراثت آئی تھی جس کی کہوٹہ سرحد پختون ریاست سدھنوتی کی سرحد سے ملحق
دریائے جہلم کے ساحل کہوٹہ تک جا ملتی تھی جبکہ دریائے جہلم کی دوسری طرف
اولاڑ کی جانب پختون ریاست سدھنوتی کی سرحد تھی یاد رہے یہ سلطان سید خان
گھکھڑ ہی تھا جسے تاریخ میں سعید گھکھڑ بھی لکھا گیا ہے۔ چونکہ سلطان سید خان کی
یہ مختصر ریاست اس عظیم گھکھڑ سلطان کے لئے بہت چھوٹی ریاست تھی لہٰذا
سلطان سید خان نے بھی اپنے دیگر جانشین شہزادوں کی طرح اپنے قرب و جوار
کے علاقوں کو فتح کر کے اپنی ریاست کو جب وسعت دینا شروع کی تو اس وقت
نواب سدھنوتی سردار عبداللہ خان سدوزئی کو بھی اپنی ریاست کی فکر لاحق ہونے لگی
کیونکہ اس وقت نواب سدھنوتی سردار عبداللہ خان کی فوج سلطان سید خان گھکھڑ
کے مقابلے میں انتہائی قلیل تعداد پر مشتمل تھی اس لئے نواب سدھنوتی سردار
عبداللہ خان نے سلطان سید خان گھکھڑ کے فتوحات کی جانب بڑھتے ہوئے قدم
اور اس کے خوفناک عزائم کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے ہم نسل افغان سدوزئی ملک
پختون خواہ جس کا بانی سلطان گجو خان سدوزئی ہے اس سے مدد حاصل کرنے کا
فیصلہ کیا اور پختونخواہ کے دارالحکومت میں فوجی چھاؤنی صوابی ہنڈا سے سردار
عبداللہ خان نے دو ہزار آباخیل سدوزئی جنگجوؤں کی ایک فوج بھرتی کی اور
انھیں سدھنوتی لائے اور اس فوج کو سدھنوتی برہمن پورہ کے پہاڑی مضافات
میں مستقل دو سال سلطان سید خان کے سدھنوتی پر بھی حملہ آور ہونے کے

خدشات کے باعث ٹھہرائے رکھا مگر سلطان سید خان گھکھڑ نے بھی اپنی ریاست کے دائیں بائیں تو حملے کر کے اپنی ریاست کو وسعت دی مگر اس نے سدھنوتی پر نہ حملہ کرنا تھا اور نہ کبھی کیا جبکہ اس عرصے کے دوران سدھنوتی کے اس دور اندیش حکمران سردار عبداللہ خان ابدال سدوزئی نے صوابی ہنڈا سے آنے والی پختون آباخیل سدوزئی فوج کے مستقل سدھنوتی میں رہنے کے لئے بڑی بڑی زمینیں اور مالی امداد دی چنانچہ اس کے بعد صوابی ہنڈا سے آئے ہوئے دو ہزار آباخیل سدوزئیوں میں سے چند درجن افراد ہی صوابی ہنڈا واپس گئے جبکہ باقی لوگ برہمن پورہ کے مختلف پہاڑی مضافات میں آباد ہو گئے جس کے بعد برہمن پورہ کے برہمن ان پہاڑی مضافات کو پلند کہنے لگے۔ لفظ پلند سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی ایک وحشی قوم اور نا قابل فہم اور کرخت زبان استعمال والے کے ہیں۔ یہ وہی پلند ہے جسے آج پلندری کہا جاتا ہے۔ سدھنوتی کے پہلے مؤرخ سردار حافظ واجا خان لکھتے ہیں کہ پہلی پختون ابدال سدوزئی ہجرت 1406ء کے آخر زمانے میں ہوئی تھی جس کے نتیجے میں 1407ء میں بھان پر افغان نواب جسی خان ابدال سدوزئی نے پختون ریاست سدھنوتی کی بنیاد رکھی جبکہ میرے آباؤ اجداد نے آج سے ایک سو تیس سال قبل صوابی ہنڈا سے نواب سدھنوتی سردار عبداللہ خان ابدال سدوزئی کی فوجی مہم کے سلسلے میں 1560ء میں سدھنوتی ہجرت کی۔

سدھنوتی کے تیسرے دارالحکومت
قلعہ باور (بارل) کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔10

دور اندیش حکمران سدھنوتی سردار عبداللہ خان ابدال سدوزئی کی 1564ء میں وفات ہوئی جس کے بعد ان کے بھتیجے اور لے پالک بیٹے سردار باور خان ابدال سدوزئی سدھنوتی کے نئے حکمران بنے اور انہوں نے قلعہ باور کی بنیاد 1570ء میں رکھی یہ قلعہ شروع میں چھوٹا سا قلعہ تھا جس میں ایک سو گھوڑے اور دو سو پچاس تک فوج کے سپاہیوں کے رہنے کی گنجائش رکھی گئی تھی مگر 1584ء میں سدھنوتی کے حکمران سردار باور خان بانی قلعہ باور کی وفات کے بعد سردار باور کے عادل، بہادر اور نیک سیرت بڑے بیٹے سردار سعید خان خاناں ابدال سدوزئی نے سدھنوتی کی حکمرانی سنبھالی اور اس کے بعد اپنے والد محترم نواب باور خان ابدال سدوزئی کی وفات کے 10 سال بعد 1594ء میں قلعہ باور کی از سر نو تعمیر شروع کی اور یہ قلعہ 1605ء میں 11 سال کی مدت میں مکمل ہوا۔ اس

کے بعد نواب سعید خان خاناں نے قلعہ آئن سے سدھنوتی کا دارالحکومت قلعہ باور میں منتقل کر دیا۔قلعہ باور سردار سعید خان خاناں سدوزئی سے لے کر سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی تک سدھنوتی کا دارالحکومت رہا۔اس قلعہ کو آج بھی نواب سدھنوتی سردار باور خان ابدال سدوزئی کی نسبت سے قلعہ بارل ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

یہ قلعہ بارل 1950ء کی سدھن بغاوت میں 1956ء تک سدھنوتی کے باغیوں کے زیر قبضہ ان کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔مصنف کتاب ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ سردار سعید خان نے اپنے دور حکومت میں قلعہ براہان (بھرانڈ) کی بھی از سر نو تعمیر کا کام 1590ء میں شروع کیا اور اس قلعے کا سدھنوتی کی فوجی چھاؤنی کے طور پر 1594ء میں جس دن استعمال عمل میں لایا گیا اسی دن نواب سردار سعید خان خاناں نے اپنے پردادا بانی قلعہ براہان سردار براہان خان ابدال سدوزئی کے ایصال ثواب کیلئے ایک سو بیلوں کا صدقہ کیا۔
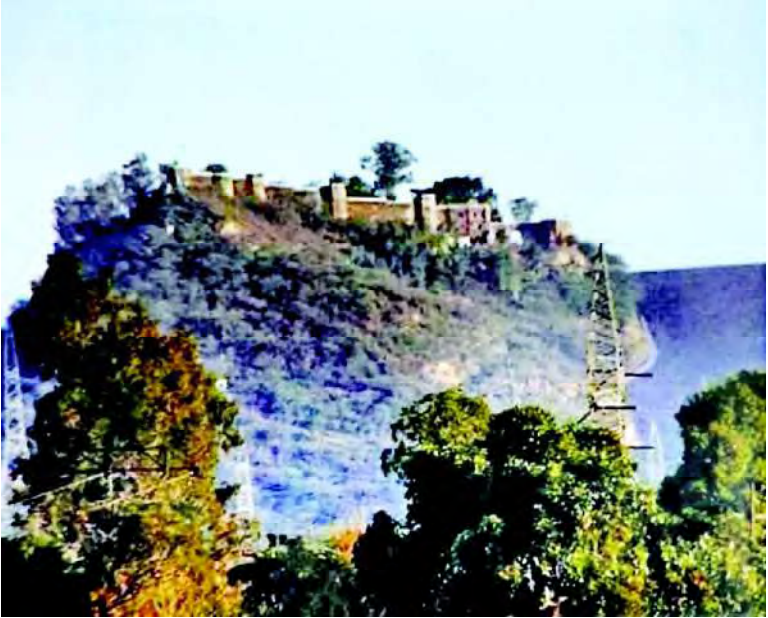
سدھنوتی کا تیسرا دارالحکومت قلعہ باور (بارل)

کشمیر کی مغل چک جنگ میں
نواب سدھنوتی سردار سعید خان
ابدال سدوزئی کا کردار

باب۔11

سدھنوتی کے پہلے مؤرخ سردار حافظ واجا خان لکھتے ہیں کہ ریاست کشمیر کے چک حکمرانوں کی بدقسمتی کا آغاز اس دن سے ہو گیا تھا جب اکبر بادشاہ دہلی سے لاہور تشریف لائے تو اس دن کشمیر کے حکمران یوسف شاہ جس نے اکبر بادشاہ کی مدد سے لوہر چک سے کشمیر کی حکومت حاصل کی تھی اس کے بیٹے یعقوب شاہ چک نے اکبر بادشاہ کے لاہور دربار میں حاضر ہو کر بڑے آداب و اخلاص کے ساتھ اطاعت کا اظہار کیا، یہ دیکھ کر اکبر بادشاہ بڑا خوش ہوا اور اس نے یعقوب شاہ سے اپنی کشمیر کی سیر و سیاحت کی خواہش کا اظہار کیا جس پر یعقوب شاہ چک نے اکبر بادشاہ کو کشمیر تشریف لانے کی دعوت بھی دے ڈالی اس کے بعد اکبر نے حکیم علی گیلانی کو بطور قاصد اکبری دربار سے کشمیر روانہ کیا اور کشمیر کی سیر و سیاحت کے ارادے کا اظہار کیا جبکہ دوسری طرف جب اکبری قاصد کشمیر میں داخل ہوئے تو

کشمیر کے بادشاہ یوسف شاہ نے ان قاصدوں کے استقبال کے لئے شاہی محل سے باہر نکل کر ان کا کشمیر ٹھٹھہ کے مقام پر استقبال کرنا چاہا تو یوسف شاہ کے درباریوں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بناتے ہوئے اسے ایسا کرنے سے روک دیا جس پر یوسف شاہ برہم ہوا تو اس کے دربار میں موجود یوسف شاہ کے وزیر بابا مہدی اور شمس دولے جو تمام وزیروں میں سب سے زیادہ طاقتور سمجھے جاتے تھے انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آپ ان قاصدوں کا استقبال شاہی محل سے باہر نکل کر کریں گے تو ہم آپ کو اسی وقت قتل کر کے آپ کی جگہ آپ کے بیٹے کو سلطنت کشمیر کا بادشاہ بنا دیں گے، چنانچہ درباریوں اور وزیروں اور مشیروں کے اس طرح یکطرفہ جذبات دیکھ کر یوسف شاہ نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی جبکہ اکبری قاصدوں نے جب کشمیر میں داخل ہونے کے باوجود اپنے استقبال کے لئے کسی کو نہ پایا تو واپسی کی راہ لی اور یہ تمام حالات و واقعات اکبر بادشاہ کو جا کر بتائے جس پر اکبر بادشاہ سخت غضبناک ہوا اور اس نے شاہ رخ مرزا، شاہ قلی خان، راجہ بھگوان داس اور مان سنگھ کو کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے لشکر تیار کرنے کا حکم دیا جس کے بعد ان سپہ سالاروں نے گجرات کے مقام پر اپنے لشکر جمع کرنے شروع کر دیئے اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح دور دراز تک پھیل گئی کہ اکبر بادشاہ نے سلطنت کشمیر کو فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے چنانچہ اس خبر کے پھیلتے ہی ریاست کشمیر سے ملحق سدھنوتی سمیت دیگر چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستوں کو بھی اپنے انجام کی فکر لاحق ہونے لگی۔ ایسے حالات

میں ریاست کشمیر سے ملحق تمام چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستوں، جاگیروں اور آزاد قبائل نے گجرات آ کر اکبر بادشاہ کے حضور نذرانے پیش کیے اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی یقین دہانی کراتے ہوئے کشمیر کی مہم میں اکبر بادشاہ کی فوج کے شانہ بشانہ ریاست کشمیر کے خلاف لڑنے کا اعلان کیا جس پر اکبر بادشاہ نے سلطنت کشمیر سے ملحق ان تمام ریاستوں، جاگیروں اور آزاد قبائل کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے علاقے انہی چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو بخش دینے کا اعلان کر دیا جنہوں نے کشمیر کی جنگ میں اکبری فوج کا از خود ساتھ دیا چنانچہ حافظ واجا خان اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ گجرات میں اکبر بادشاہ کے حضور مان سنگھ نے گھکھڑ اور راجپوت جاگیروں سے آئی ہوئی فوج اور ان کے سپہ سالاروں کا تعارف کراتے ہوئے جب پختون ریاست سدھنوتی اور اس کے سپہ سالار نواب سعید خان سدوزئی کا تعارف کرایا تو اکبر بادشاہ بے اختیار کہہ اٹھا ''سبحان اللہ، دریائے جہلم اور دریائے پونچھ کے بیچ اس پہاڑی پٹی کے جنگل میں بھی کوئی انسانی ریاست قائم ہے'' اس موقع پر نواب سعید خان سدوزئی کی شخصی وجاہت سے متاثر ہو کر شہنشاہ اکبر نے انہیں خان خاناں کا خطاب دیا جس کے بعد نواب سعید خان خاناں نے اپنی تین ہزار سدھنوتی پختون فوج کے ساتھ اکبر بادشاہ کی کشمیر کو فتح کرنے کی مہم میں اس کا ساتھ دیا چنانچہ اکبر بادشاہ کی فوج جب باہم اپنے اتحادیوں کے ہمراہ کشمیر میں داخل ہوئی تو اس فوج کے سامنے کشمیر کے بادشاہ یوسف شاہ کی فوج بالکل بے بس ہو گئی جس کے

نتیجے میں یوسف شاہ نے راجہ بھگوان داس کے توسط سے اکبری فوج سے مذاکرات میں ہر سال خراج کی رقم مغلیہ سلطنت کو دینے کا اقرار کیا اور اکبری امراء کے ساتھ مذاکرات کے بعد یوسف شاہ نے اپنے بیٹے یعقوب شاہ کو اپنا جانشین بنایا اور امرائے اکبری کے ساتھ خود اکبر بادشاہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا مگر اکبر بادشاہ نے اس صلح کو پسند نہ کیا اور 995 ہجری میں محمد قاسم میر بحری کو اکبر نے کشمیر کی مہم پر پھر سے روانہ کیا تو یوسف شاہ کے بیٹے یعقوب شاہ نے جو اس وقت ریاست کشمیر کا قائم مقام حکمران تھا، اکبری فوج کے مقابل بڑی سخت مزاحمت کی مگر جلد ہی وہ اکبری فوج سے شکست کھا کر کوہستان کی طرف بھاگ گیا۔ یعقوب شاہ نے کچھ وقت کوہستان میں پناہ لی اور اس دوران اکبری فوج کے سپہ سالار محمد قاسم میر بحری نے سری نگر پر قبضہ کر کے کشمیر میں اپنے عمال و حاکم مقرر کر کے اپنی حکومت قائم کر لی مگر اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ایک بار پھر یعقوب شاہ نے اپنی منتشر فوج جمع کر کے اکبری دربار کے صوبیدار محمد قاسم میر بحری کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ اس معرکے میں بہت سے مغل سردار قتل ہوئے اور محمد قاسم میر بحری کو قلعہ ارک میں پناہ لینا پڑی جس کے بعد محمد قاسم میر بحری نے اکبر بادشاہ کو مدد کے لئے ایک خط ارسال کیا، اکبر نے یوسف خان مشہدی کو حاکم کشمیر مقرر کر کے محمد قاسم کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ اس کے بعد جب دوسری مرتبہ اکبری فوج کے سپہ سالار یوسف خان مشہدی نے کشمیر پر حملہ کیا تو اس بار بھی نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں

نے پھر دوسری مرتبہ اپنی تین ہزار فوج کے ساتھ یوسف خان مشہدی کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں یوسف خان مشہدی کو فتح حاصل ہوئی جبکہ یعقوب شاہ شکست کے بعد کہیں روپوش ہو گیا مگر کچھ عرصہ بعد یوسف خان مشہدی نے روپوش ہونے والے یعقوب شاہ کو ڈھونڈ نکالا اور اسے سمجھا بجھا کر اکبر بادشاہ کے دربار میں اپنے باپ یوسف شاہ کے پاس بھیج دیا جہاں یوسف شاہ اور یعقوب شاہ کو اکبر بادشاہ نے ہندوستان کے صوبہ بار میں بڑی وسیع جاگیریں دے کر اپنے درباریوں میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد ریاست کشمیر 1586ء سے لے کر 1751ء تک مغلیہ سلطنت کا صوبہ رہی جبکہ سدھنوتی یا دیگر جن جاگیرداروں نے کشمیر کی جنگی مہم میں دو مرتبہ اکبری فوج کا ساتھ دیا تھا انہیں اس خدمت کے عوض ان کی ریاستیں ان ہی کے پاس رہنے دینے کی اطلاع اکبری دربار سے انہیں دے دی گئی چنانچہ مصنف کتاب ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ دوسری مغل چک جنگ میں بھی جب نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں نے اکبری فوج کا بھرپور ساتھ دیا تو اکبر بادشاہ نے نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں کو سدھنوتی کی حفاظت کے لئے دو چھوٹی پہاڑی توپیں اور طلائی کنگن و تاج بھیجنے کے ساتھ ریاست سدھنوتی کو ٹیکس فری زون کرنے کا حکم نامہ بھی اکبری دربار سے جاری کیا۔

سردار سعید خان خاناں مغل اکبری فوج کے سپہ سالار سے سدھنوتی کی حفاظت کے لئے دو چھوٹی پہاڑی توپیں اور طلائی کنگن وصول کرتے ہوئے

مختصر تعارف،
دور حکومت سدھنوتی
نواب سردار سعید خان خاناں
ابدال سدوزئی

باب۔12

نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں ابدال سدوزئی کا کشمیر کی دونوں مغل چک جنگوں میں مغلوں کا بڑھ چڑھ کر ساتھ دینے کی وجہ سے ریاست سدھنوتی کو مغلیہ سلطنت کی اتحادی ریاستوں میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا چنانچہ اس سے نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں، سدھنوتی کے دیگر حکمرانوں کی نسبت زیادہ کامیاب حکمران ثابت ہوا جس کے متعلق سدھنوتی کے پہلے مؤرخ سردار حافظ واجا خان لکھتے ہیں کہ سردار سعید خان خاناں سدھنوتی کے دیگر حکمرانوں کی نسبت اپنی کامیاب پالیسیوں کی بدولت بہت زیادہ مشہور ہوئے، اس نے سدھنوتی میں باقاعدہ مستقل فوج کے قیام کا انتظام کیا اور قلعہ براہان (موجودہ بھرانڈ) میں مستقل اپنی فوجی چھاؤنی بنا کر مالیہ دار خاصوں کو باقاعدہ ریگولر فوج میں تبدیل کیا اور سدھنوتی کے دارالحکومت کہلانے والے

تینوں قلعوں کی از سر نو تعمیر کا کام شروع کیا اور ان قلعوں کو اپنے دور حکومت میں 1605ء تک پایہ تکمیل تک پہنچایا۔نواب سعید خان خاناں سدوزئی سدھنوتی کے پہلے حکمران تھے جنہوں نے دریائے پونچھ اور دریائے جہلم کے درمیان پٹی کے پندرہ پہاڑوں پر مشتمل گھنے جنگلات میں گھری ہوئی اپنے وقت کی مشکل ترین سمجھی جانے والی سرزمین سدھنوتی کی پندرہ پہاڑی اکائیوں کو مرکز سدھنوتی، قلعہ باور (موجودہ بارل) سے ملانے کے لئے کئی جنگل اور پہاڑی چٹانیں کاٹ کر خچروں اور گھوڑوں کے قافلوں کی گزرگاہ کی شکل میں آسان پگڈنڈیاں تعمیر کیں کیونکہ اس سے پہلے سدھنوتی کے پندرہ پہاڑوں پر سفر کے لیے خچروں اور گھوڑوں کے قافلوں کے لئے کوئی محفوظ راستہ موجود نہیں تھا۔اس کے علاوہ نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں نے بنجوسہ اور راولاکوٹ تک کے علاقوں میں 1590ء تک آباخیل سدوزئی پختونوں کی آبادکاری کا کام بھی اپنے خرچ سے سرانجام دیا۔ ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ نواب سعید خان خاناں انتہائی سخی حکمران تھا جس نے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت خود اپنے سر لے رکھی تھی ۔الغرض اس زمانے کے لحاظ سے نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں ابدال سدوزئی کا دور تعمیر و ترقی کا سنہرا دور کہلاتا ہے۔

رجب سعید سدوزئی کے دور حکومت سدھنوتی میں خانہ جنگی کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔13

نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں سدوزئی کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے سردار رجب سعید خان ابدال سدوزئی سدھنوتی کے نئے حکمران بنے مگر وہ اپنے باپ کی نسبت بالکل مختلف انفراد پرست ثابت ہوئے۔ حافظ واجا خان لکھتے ہیں کہ نواب سعید خان خاناں نے 1590ء میں شکرا اور ناسا میں آباخیل سدوزئیوں کے بہت سے گھرانوں کو آباد کیا تھا۔ شکرا اور ناسا کے متعلق ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان نے لکھا ہے کہ بنجوسہ کا سابقہ نام شکرا تھا اور راولاکوٹ کا نام پہلے ناسا تھا یہاں آباخیل سدوزئیوں کو نواب سعید خان خاناں نے 1590ء میں بسایا تھا جنہیں 1625ء میں 34 سال کا عرصہ گزر چکا تھا مگر اس کے باوجود ان لوگوں کو اب نواب سدھنوتی سردار رجب سعید خان ابدال سدوزئی واپس پلندری میں آباد کرنے کے بعد شکرا اور ناسا کے یہ

علاقے اپنے خاندان کے لوگوں میں تقسیم کرنا چاہ رہا تھا مگر کسی حکمت عملی کے بغیر یہ کام سردار رجب سعید جیسے احمق حکمران کے لئے اتنا آسان نہیں تھا چنانچہ یہ تنازعہ جب بڑھنے لگا تو اس پر آباخیل سدوزئیوں اور ابدال سدوزئیوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا جس نے آخر کار جنگ کی شکل اختیار کر لی چنانچہ اس تنازعے پر 1624ء سے 1626ء تک آباخیل سدوزئیوں نے نواب سدھنوتی سردار رجب سعید اور اس کے بھتیجے سردار مکرم خان سدوزئی سے چار جنگیں لڑیں جس میں پلند کی پہلی جنگ میں آباخیل سدوزئیوں کے ہاتھوں نواب سدھنوتی سردار رجب سعید اپنے دو بیٹوں، چھ بھائیوں اور آٹھ سو ساتھیوں سمیت مارا گیا جس کے بعد سدھنوتی کے دارالحکومت قلعہ باور (موجودہ بارل) پر آباخیل سدوزئیوں نے قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں دوسو آباخیل سدوزئی بھی مارے گئے۔ آباخیل سدوزئیوں کا قلعہ باور (موجودہ بارل) پر قبضہ ہوتے ہی انھوں نے انتہائی متشدد قسم کے اپنے ایک قبائلی سردار عالم خان سدوزئی کو نواب سدھنوتی کے تخت پہ بٹھا کر اس کی بیعت کر لی۔

کتاب ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ جب آباخیل سدوزئیوں نے قلعہ باور پر قبضہ کر کے سردار عالم خان آباخیل سدوزئی کو اپنا حکمران بنایا تو اس نے سب سے پہلے اپنے ساتھیوں سے اپنی تاج پوشی پر ہی ابدال سدوزئیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی قسم لی جبکہ دوسری طرف ابدال

سدوزئیوں نے نواب رجب سعید کے بھتیجے سردار مکرم خان ابدال سدوزئی کو قلعہ آئن میں سدھنوتی کا نیا نواب حکمران سدھنوتی بنایا تو اس کے بعد سردار عالم خان سدوزئی نے قلعہ براہان (بھرانڈ) پر حملہ کیا جس میں سردار عالم خان نے اپنے چار سو ساتھیوں کی جانیں تلف کرا کے اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ بھرانڈ سے اولاڑ تک ابدال سدوزئیوں کی مختلف بستیوں کو آگ لگا کر تباہ و برباد کر دیا چنانچہ اس لڑائی کے بعد سردار مکرم خان سدوزئی کے حوصلے بلند ہوئے تو اس نے قلعہ بارل پر حملے کی کوشش کی مگر سردار عالم خان سدوزئی نے اسے راستے ہی میں جا لیا اور یہ جنگ پلند اور راولاڑ کے درمیان کلاء کے کسی مقام پر لڑی گئی جس میں سردار مکرم خان کو شکست ہوئی۔

اس لڑائی میں سردار مکرم خان کے پانچ سو ساتھی مارے گئے جس کے بعد سردار مکرم خان نے راہ فرار اختیار کی اور قلعہ آئن پہنچ کر دم لیا مگر سردار مکرم خان نے اس شکست کا بدلہ بنجوسہ اور راولاکوٹ سے نقل مکانی کر کے بارل اور پلند آنے والے آباخیل سدوزئیوں کے بنجوسہ اور راولاکوٹ کے گھرانوں پر حملہ کر کے دوسو آباخیل سدوزئی قتل اور ان کی وہاں تمام بستیوں کو جلا کر خاک کر کے لیا تو اس کے بعد سردار عالم خان سدوزئی نے ابدال سدوزوئیوں سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لے قلعہ آئن اور قلعہ براہان (بھرانڈ) دونوں کا محاصرہ کر لیا حافظ واجا خان لکھتے ہیں کہ 1624ء سے 1626ء تک، دوسال کے دوران

آباخیل سدوزئیوں اور ابدال سدوزئیوں میں چار مرتبہ جنگ ہوئی جس میں دو ہزار ایک سو پختون مارے گئے اور سینکڑوں جسمانی اعضاء سے محروم ہوئے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں بے گناہ ہندو برہمنوں کو بھی جان سے ہاتھ دھونے پڑے بلکہ ہندو برہمنوں کا ان دو سالوں میں مال و اسباب بھی بے دریغ لوٹا جاتا رہا۔ آخرکار سردار عالم خان سدوزئی کے اس طویل محاصرے سے تنگ آ کر سردار مکرم خان سدوزئی نے سدھنوتی کے مشہور عالم دین اور مذہبی پیشوا خان دیروپ خان بادشاہ سے رجوع کیا جو اس وقت سدھنوتی کے تمام پختونوں کے پیر و مرشد سمجھے جاتے تھے چنانچہ خان دیروپ خان بادشاہ نے سردار عالم خان سدوزئی کے اس محاصرے سے سردار مکرم خان سدوزئی کو نجات دلائی جس کے بعد سدھنوتی سے اس خانہ جنگی کا خاتمہ خان دیروپ خان بادشاہ کی سدھنوتی پر حکومت کے قیام سے ممکن ہو سکا۔

پلندجنگ میں نواب سدھنوتی سردار رجب سعید کوشکست دینے والے
سردار عالم خان آباخیل سدوزئی

بابائے خان دیروپ خان بادشاہ کی حکومت سدھنوتی کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔14

بابائے دیروپ بادشاہ کا اصل نام خان دیروپ خان ہے جنہیں سدھنوتی کی حکمرانی ملنے کے بعد بادشاہ کہا جانے لگا۔ ان کا مقبرہ موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کی تحصیل بلوچ کے گاؤں دھمن گالہ کے مقام پر واقع ہے۔ وہ بابائے سدھنوتی دیروپ بادشاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بابائے دیروپ کو سدھنوتی کی حکمرانی دراصل نواب سدھنوتی سردار رجب سعید کی آبا خیل سدوزئیوں سے جنگ میں شکست کے نتیجے میں ملی تھی۔ یہ کوئی ایک جنگ نہیں تھی بلکہ یہ چار خونی جنگیں تھیں جنہوں نے نواب جسی خان ابدال سدوزئی بانی پختون ریاست سدھنوتی کی اولاد اور دیگر ابدال سدوزئیوں کے 221 سالہ اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا تھا۔

اس جنگ کے پس منظر میں سدھنوتی کے پہلے مؤرخ سردار حافظ واجا خان

لکھتے ہیں کہ نواب سدھنوتی سردار رجب سعید جو سدھنوتی کا سب سے نالائق حکمران ثابت ہوا، اس کے نیک سیرت عادل وشفیق باپ نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں سدوزئی نے 1590ء میں شکرا اور ناسا میں آباخیل سدوزئیوں کے بہت سے گھرانوں کو آباد کیا تھا جہاں سے نواب سدھنوتی سردار رجب سعید خان ابدال سدوزئی ان آباخیل سدوزئیوں کو نکال کر واپس پلند (موجودہ پلندری) میں بسا کر شکرا اور ناسا کے یہ علاقے اپنے خاندان کے لوگوں میں تقسیم کرنا چاہ رہا تھا چنانچہ اس تنازعے پر آباخیل سدوزئیوں اور ابدال سدوزئیوں میں دو سال تک لڑائی جاری رہی جس کے نتیجے میں نواب سدھنوتی سردار رجب سعید خان سمیت اس کے سینکڑوں ابدال سدوزئی مارے گئے کیونکہ سدھنوتی میں ابدال سدوزئیوں کی نسبت آباخیل سدوزئیوں کی تعداد پانچ گنا زیادہ تھی اس لئے ابدال سدوزئیوں کو ان جنگوں میں ہر محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جس کے باعث آخر کار سردار رجب سعید کے بھتیجے نواب سدھنوتی سردار مکرم خان ابدال سدوزئی کو قلعہ براہان (موجودہ بھرانڈ) اور قلعہ آئن میں قلعہ بند ہو کر سردار عالم خان آباخیل سدوزئی سے مذاکرات کے لئے اپنے کئی قاصد روانہ کرنے پڑے مگر سردار عالم خان آباخیل سدوزئی کسی بھی طرح مذاکرات پر آمادہ نہ ہوا اور مسلسل تین ماہ تک قلعہ آئن اور قلعہ براہان (بھرانڈ) کا محاصرہ جاری رکھا تو قلعہ آئن اور قلعہ براہان کے اس طویل محاصرے کے باعث سردار مکرم خان کے

ساتھیوں کو کھانے پینے کی اشیاء کی قلت کا سامنا کرنا پڑا تب انہوں نے سردار عالم خان آباخیل سدوزئی کے ان خوفناک عزائم سے خوفزدہ ہوکر نواب سدھنوتی سردار مکرم خان ابدال سدوزئی سے پرزور مطالبہ کیا کہ سدھنوتی کی حکومت اور یہ دونوں قلعے سردار عالم خان آباخیل سدوزئی کو دے کر اس سے جان کی امان طلب کی جائے چنانچہ اپنے ساتھیوں کے ایسے حالات دیکھ کر نواب سدھنوتی سردار مکرم خان ابدال سدوزئی جیسے بہادر اور باصلاحیت حکمران نے اس وقت کے سدھنوتی کے مشہور عالم دین اور مذہبی پیشوا خان دیروپ خان بادشاہ سے رجوع کیا جو اس وقت سدھنوتی کے تمام پختونوں کے پیر و مرشد سمجھے جاتے تھے چنانچہ مکرم خان سدوزئی کی دعوت پر سب سے پہلے خان دیروپ خان بادشاہ نے سردار مکرم خان سدوزئی سے قلعہ آئن میں ملاقات کی اور اس کے بعد سردار عالم خان سدوزئی سے قلعہ باور (بارل) میں ملاقات کی اور اسے صلح پر راضی کیا جس کے بعد بابائے خان دیروپ بادشاہ نے اپنے ہزاروں مریدین سدھنوتی اور سردار عالم خان سدوزئی اور سردار مکرم خان سدوزئی کو قلعہ براہان (موجودہ بھرانڈ) میں لویہ جرگے میں تشریف لانے کی دعوت دی۔

ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ یہ لویہ جرگہ 10 مارچ 1626ء کو قلعہ براہان میں منعقد ہوا جس میں سب سے پہلے بابائے خان دیروپ خان بادشاہ نے تلاوت کلام پاک اور حمد و ثناء کے بعد تقریر کی جس میں

آپ نے سردار مکرم خان اور سردار عالم خان دونوں سے سدھنوتی کی حکمرانی سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا اور نئے سدھنوتی کے حکمران کے لئے باقی سرداران سدھنوتی کی رائے طلب کی چنانچہ بابائے دیروپ کے اس مطالبے کے بعد جب سردار مکرم خان سدوزئی کی لویہ جرگے میں اظہار خیال کرنے کی باری آئی تو سردار مکرم خان ابدال سدوزئی نے اپنے خطاب میں اپنی حکمرانی بابائے دیروپ بادشاہ کو منتقل کرتے ہوئے سدھنوتی کی حکمرانی سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا جس کے بعد سردار عالم خان آبا خیل سدوزئی نے بھی اپنے خطاب میں اپنی حکمرانی بابائے دیروپ بادشاہ کو منتقل کرتے ہوئے اس سے دستبرداری کا اعلان کیا تو اس کے بعد بیک وقت دیگر چار ہزار سرداران سدھنوتی نے ایک ہی نعرے میں بابائے دیروپ بادشاہ کی نمائندہ حکمرانی کی بیعت کا نعرہ بلند کرتے ہوئے بابائے خان دیروپ خان بادشاہ کی بیعت کر لی۔

ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ بیک وقت بابائے دیروپ بادشاہ کی بیعت چار ہزار سرداران سدھنوتی نے جب ایک ہی نعرے میں کی تو اس آواز سے قلعہ براہان کا دربار گونج اٹھا۔ اس کے بعد 10 مارچ 1626ء کو متفقہ طور پر سربراہان و سرداران سدھنوتی نے بابائے خان دیروپ خان بادشاہ کو سدھنوتی کا نیا حکمران بنایا تو اس کے بعد ان کے نام کے ساتھ اہل سدھنوتی نے بادشاہ کا لقب لگانا شروع کر دیا چنانچہ اس کے بعد بابائے خان

دیروپ خان بادشاہ نے سدھنوتی کا دارالحکومت قلعہ باور (موجودہ بارل) ہی رکھا مگران کا اس قلعے میں قیام بہت کم ہوتا تھا کیونکہ ان کا زیادہ تر وقت سدھنوتی کے دوروں میں دعوت وتبلیغ پر صرف ہوتا تھا جبکہ باقی وقت وہ اپنی عبادت گاہ، گاؤں دھمن گالہ شریف میں ہی قیام پذیر رہے جبکہ حکومت کے معمولات ان کے بڑے بیٹے سردار دانیال آباخیل سدوزئی سرانجام دیتے رہے جنہیں انہوں نے اپنی حکومت میں سدھنوتی کا دیوان بھی مقرر کر رکھا تھا۔ وہ سدھنوتی حکومت کے تمام معمولات سرانجام دیتے تھے مگر بابائے خان دیروپ بھی حکومت سے کبھی غافل نہیں ہوئے اوران کی حکومت کا دورانیہ 23 سال اور چھ ماہ ہے۔

بابائے خان دیروپ کے بعدان کی اولاد میں سے سردار شمس خان آباخیل سدوزئی اور سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی نے سدھنوتی پر حکمرانی کی۔ سردار شمس خان اور سردار صوبہ خان کے والدمحترم آپس میں سگے چچازاد بھائی بھی تھے جبکہ سردار شمس خان کے دور حکومت میں سردار صوبہ خان، سردار شمس خان کے دیوان سدھنوتی بھی رہے۔ سردار صوبہ خان سدھنوتی کے آخری حکمران تھے، آپ نے ماخذ سدھنوتی کے نام سے سدھنوتی کی تاریخ بھی لکھی ہے اس کے علاوہ سدھنوتی کے سب سے پہلے مصنف سردار حافظ واجا خان آباخیل سدوزئی ہیں جنھوں نے دیروپ نامہ میں سدھنوتی کے حکمرانوں کی تفصیلی تاریخ لکھی۔ یہ تینوں سردار شمس خان، سردار صوبہ خان اور حافظ واجا خان بابائے دیروپ کے

بیٹے سردار میر خان کی اولاد کی میر آل شاخ سے ہیں۔اس کے علاوہ ان کی اولاد میں سدھنوتی کے مشہور جرنیل سردار سبز علی خان، سردار ملی خان، سردار رائے ولی خان، سردار شاہداد خان، سردار راج ولی خان، سردار محمد خان، سردار مہدی خان اور سردار منصور خان شامل ہیں جن کی 1832ء کی تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں جسم سے کھالیں کھنچوائی گئی تھیں۔

سردار میر خان آباخیل سدوزئی، بابائے دیروپ کے منجھلے بیٹے
جن سے دیروپ خاندان کی مشہور میرال شاخ چلی ہے

بابائے دیروپ بادشاہ کے
دستور تقسیم سدھنوتی کے
قانون کا مختصر تعارف

باب۔15

بابائے دیروپ کو جب نواب سدھنوتی سردار عالم خان سدوزئی اور دوسرے نواب سدھنوتی سردار مکرم خان سدوزئی نے سدھنوتی سے اپنی حکومتیں ختم کر کے سدھنوتی کا نیا حکمراں بنایا تو بابائے خان دیروپ بادشاہ نے سب سے پہلے سدھنوتی میں امن وامان کے قیام کے لئے سدھنوتی بھر میں تبلیغی دورے کیے اور سدھنوتی کے تمام پختونوں کو اتفاق واتحاد کے ساتھ رہنے کی تبلیغ کی جس سے سدھنوتی کے پختونوں پر کافی گہرا اثر پڑا چنانچہ بابائے دیروپ بادشاہ نے اپنی حکومت کے ایک سال بعد ہی یکم فروری 1627ء کے سالانہ لویہ جرگے میں سدھنوتی کا ایک آئینی دستور پیش کیا جو درج ذیل آرٹیکلز پر مشتمل تھا۔

آرٹیکل نمبر 1:

سدھنوتی جو جغرافیائی اعتبار سے پندرہ پہاڑوں پر مشتمل ایک پختون

ریاست ہے، اسے پندرہ سرداروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی تقسیم میں آباخیل سدوزئیوں اور ابدال سدوزئیوں میں آبادی کے تناسب کو بنیاد بنایا گیا ہے جس کے تحت دریائے جہلم سے ملحق چھ پہاڑوں کی سرزمین ابدال سدوزئیوں کے چھ سرداران سدھنوتی میں تقسیم کی جاتی ہے جبکہ دریائے پونچھ سے ملحق آٹھ پہاڑوں کی سرزمین آبا خیل سدوزئیوں کے آٹھ سردارن سدھنوتی میں تقسیم کی جاتی ہے جبکہ سدھنوتی کا دارالحکومت کہلانے والے تینوں قلعے اور دیگر چالیس فیصد سدھنوتی کا علاقہ مرکز سدھنوتی کے حصے میں دیا جاتا ہے اور باقی سدھنوتی کے ان پندرہ پہاڑی سرداروں کو مرکز سدھنوتی قلعہ باور کے زیر اہتمام و اطاعت رہنے کا پابند بنایا جاتا ہے جس کے تحت یہ پندرہ پہاڑی سردار مرکز سدھنوتی قلعہ باور (موجودہ بارل) کو سالانہ بارہ بارہ بھیڑ یا بکریاں جن کی عمر ایک سال سے اوپر ہو، اظہار اطاعت کے طور پر دینے کے پابند ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 2:

نواب سدھنوتی سردار سعید خان خاناں سدوزئی کے مالیہ جاتی ٹیکس کے نظام میں مرکز سدھنوتی اور باقی سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں میں ایک جیسی ترمیم کی جاتی ہے جیسا کہ اس سے پہلے سدھنوتی میں سالانہ مالیہ ٹیکس ہر غیر مسلم شادی شدہ افراد پر پہلے تین بھیڑ یا بکریاں ٹیکس تھا مگر یہ قانون عدل و انصاف کے

بالکل برعکس ہے اس لئے آج کے بعد سدھنوتی مرکز سے لے کر ان پندرہ پہاڑوں پر آباد تمام شادی شدہ فرد خواہ ہندو ہے یا مسلمان، بشمول پختون مسلمان، سالانہ دو بھیڑ یا بکریاں وہ اپنے اپنے علاقے کے خان کو بطور مالیہ ٹیکس دینے کے پابند ہوں گے۔

آرٹیکل نمبر 3:

سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کی تقسیم با قاعدہ چار ہزار پختونوں کی موجودگی میں ہوگی جس کے بعد کسی سردار کو کسی دوسرے سردار کے علاقے سے ٹیکس لینے یا کسی دوسرے سردار کے علاقے کی چراگاہوں کو اپنے جانوروں کے لئے استعمال میں لانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی سردار اس جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس کی شکایت سب سے پہلے مرکز سدھنوتی قلعہ باور میں کی جائے جس کے بعد یہاں سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں پر مشتمل تمام سردار جرگہ کریں گے جس میں جرائم کی نوعیت کو دیکھ کر سزا کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہ فیصلہ متعلقہ جرائم کا ارتکاب کرنے والے سردار سے اس کا علاقہ چھین لینے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد بابائے دیروپ بادشاہ نے لویہ جرگے میں اس آئین سازی کو پیش کرنے کے بعد لویہ جرگے میں بیٹھے تمام سرداران سدھنوتی سے تین مرتبہ با آواز بلند کہا کہ کیا آپ تمام سرداران سدھنوتی میری اس تقسیم اور قانون پر متفقہ

طور پر عمل درآمد کیلئے تیار ہیں جس کے جواب میں تمام سرداران سدھنوتی نے بڑی خوشی اور مسرت کے عالم میں لبیک لبیک کے نعروں کے ساتھ جواب دیا جس کے بعد بابائے دیروپ نے پندرہ سرداران سدھنوتی کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر ایک دعا اور ایک بددعا کی جو یہ ہے کہ "اللہ رب العزت اگر یہ سرداران سدھنوتی اس نظام و قانون کی پاسداری کرتے رہے تو سدھنوتی کی حکمرانی ان کی نسلوں تک خیر و عافیت کے ساتھ قائم رکھنا اور اگر یہ سرداران سدھنوتی مجھ سے اور اپنے اس عہد سے بددیانتی کریں تو انہیں دنیا میں ہی نشان عبرت بنانا" اس دعا اور بددعا کے ساتھ سدھنوتی کی جائے پیمائش کرنے کے بعد بابائے دیروپ بادشاہ نے سدھنوتی کا ساٹھ فیصد حصہ ان پندرہ سرداروں میں تقسیم کیا اور باقی سدھنوتی کا چالیس فیصد حصہ مرکز سدھنوتی قلعہ باور کے حصے میں دیا چنانچہ اس تقسیم اور آئین سازی کے بعد آپ کو سدھنوتی کے برہمنوں نے راحت کا خطاب دیا جس کے معنی مسرت اور خوشی کے ہیں۔ چونکہ بابائے دیروپ بادشاہ کے حکومتی عدل و انصاف سے ہندو برہمنوں کو سب سے زیادہ خوشی اور مسرت حاصل ہوئی تھی لہٰذا برہمنوں نے آپ کو نہ صرف راحت کا خطاب دیا بلکہ آپ کے ہاتھ پر کئی سو دن برہمنوں نے اسلام بھی قبول کیا۔

سدھنوتی کے مشہور حکمراں، بابائے خان دیروپ بادشاہ آباخیل سدوزئی

بابائے راحت دیروپ بادشاہ کا سدھنوتی حکومت سے دستبردار ہونا

باب۔16

گزشتہ باب میں بیان کیا گیا ہے کہ بابائے خان دیروپ بادشاہ کو سدھنوتی کی حکمرانی دراصل سدھنوتی میں پختونوں کی باہمی خانہ جنگی کے نتیجے میں خود سدھنوتی کے دونوں نواب حکمران سدھنوتی سردار مکرم خان ابدال سدوزئی اور نواب سدھنوتی سردار عالم خان آباخیل سدوزئی نے خود سدھنوتی سے اپنی اپنی حکومتیں آپ کو پیش کی تھیں جبکہ سدھنوتی کے باقی دیگر تمام پختون سردار بھی سدھنوتی میں اس خانہ جنگی کے خاتمے کے لئے بابائے راحت دیروپ کو ہی نجات دہندہ سمجھتے تھے اسی لئے سدھنوتی کے تمام پختون سرداروں نے سدھنوتی کی حکومت بابائے راحت دیروپ بادشاہ کے حوالے کی تھی جبکہ خود بابائے دیروپ بادشاہ کا سیاست سے یا دیگر کسی پختون گروہ کی کسی سرداری سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ ان کا کام دعوت و تبلیغ تھا اور وہ اپنے وقت کے عالم دین تھے جو زیادہ تر وقت عبادت و

ریاضت میں صبح شام مشغول رہتے تھے جس کے باعث آپ ایک متقی، نیک، عابد اور اولیاء اللہ کی حیثیت سے سدھنوتی کے پختونوں میں مشہور تھے چنانچہ اسی نسبت سے سدھنوتی کے تمام پختون اور دیگر مسلمان آپ سے بیعت لئے ہوئے تھے۔ ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ جب بابائے دیروپ کو سدھنوتی کی حکمرانی دی گئی تو اس وقت آپ نے اپنے ایک بہت فرمانبردار بیٹے سردار دانیال خان سدوزئی کو دیوان سدھنوتی بنا کر مرکز سدھنوتی قلعہ باور بھیج دیا اور خود سال میں چھ ماہ اپنے گاؤں دھمن گالہ شریف میں اپنے لئے منتخب کی گئی جگہ پر عبادت میں مشغول رہتے اور چھ ماہ مسلسل سدھنوتی میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے۔ بابائے دیروپ نے سدھنوتی پر 23 سال حکومت کرنے کے بعد جب تمام اہل سدھنوتی کو مرکز سدھنوتی کے زیر اہتمام ہر لحاظ سے وفادار پایا اور سدھنوتی کی باقی تمام اکائیوں میں جب ہر طرح کا امن و امان دیکھا تو اس کے بعد انہوں نے دنیاداری کو ایک بار پھر ترک کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی حکمرانی کے وقت اٹھائی گئی اپنی تلوار اور ڈھال دونوں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے کے بعد سدھنوتی کی مرکزی حکومت سے دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا حالانکہ مرکز سدھنوتی کی حکومت کے لائق اس وقت ان سے بڑھ کر کوئی اور نہیں تھا۔

بابائے راحت دیروپ کا بیٹا سردار دانیال سدوزئی جو اس وقت عربی اور

فارسی کا معلم تھا اور ان کی حکومت میں بھی وہ سدھنوتی کا دیوان تھا اس کو بھی انہوں نے حکومت نہیں دی بلکہ سدھنوتی میں مکمل امن و امان کے قیام کے بعد مرکزی حکومت سردار عالم خان سدوزئی کے بڑے بیٹے سردار بہادر خان کو دی جو اپنے باپ کی طرح انتہائی خوددار اور دلیر آدمی تھا، اس نے ان سے مرکزی حکومت لینے سے انکار کر دیا مگر جب بابائے دیروپ نے سردار بہادر خان کو دعا دیتے ہوئے سدھنوتی مرکز کی حکمرانی دی تو بہادر خان آباخیل سدوزئی نے اسے بخوشی قبول کر لیا۔ اس کے بعد بہادر خان نے اپنی حکومت میں بابائے دیروپ کے بڑے بیٹے بابا دانیال سدوزئی کو مرکزی دیوان سدھنوتی ہی برقرار رکھنے کی بابائے دیروپ سے درخواست کی جسے بابائے دیروپ نے قبول کر لیا کیونکہ بابائے دیروپ کو معلوم تھا کہ سردار بہادر خان اپنے والد سردار عالم خان کی طرح انتہائی درجے کا جذباتی انسان تھا جس کے ساتھ اس وقت کسی پڑھے لکھے، باصلاحیت اور دیانتدار شخص کی ضرورت ہے اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے سردار دانیال سدوزئی کو جسے انہوں نے خود اپنی حکومت سدھنوتی میں بھی اپنا دیوان بنایا تھا، اسے سردار بہادر خان کا بھی دیوان مقرر کر دیا۔ سردار دانیال اپنے وقت کے عالم دین تھے آپ کا مقبرہ گاؤں دھمن رقبہ محل موڑہ میں واقع ہے اور انہیں یہاں آج بھی بابائے دیوان ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بابائے دیروپ بادشاہ کے بڑے بیٹے، دیوان اور حکمران سدھنوتی سردار
دانیال خان آباخیل سدوزئی

نواب سدھنوتی سردار سربلند خان
سدوزئی کے دورِ حکومت کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔17

سردار سربلند خان آباخیل سدوزئی، سردار بہادر خان آباخیل سدوزئی کے پڑپوتے اور نواب سدھنوتی سردار جمال خان سدوزئی کے بیٹے تھے۔ سردار بہادر خان سدوزئی کو بابائے راحت دیروپ بادشاہ نے 1650ء میں سدھنوتی کی حکمرانی دی تھی اور ساتھ یہ دعا بھی دی تھی کہ جب تک تم اور تمہاری اولاد مرکز سدھنوتی اور اس کی پندرہ اکائیوں کی عوام کے خیر خواہ رہیں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو مرکز سدھنوتی کی حکمرانی عطا کیے رکھے گا اور جس دن تم نے یا تمہاری اولاد نے اس خیر خواہی کو ترک کیا اس کے بعد تمہارا انجام بے رحم لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا جن سے تمہیں کبھی خیر خواہی نہ ملے گی چنانچہ اس دعا کو پیش نظر رکھتے ہوئے نواب بہادر خان سدوزئی اور اس کی اولاد نے ہمیشہ ہر وقت سدھنوتی کے عوامی حقوق کو اولین ترجیح دیئے رکھی جس کی

برکت سے نواب بہادر خان سدوزئی کی اولاد نے مرکز سدھنوتی پر 160 سال حکمرانی کی۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک نواب بہادر خان اور اس کی اولاد ولی کامل بابائے راحت دیروپ بادشاہ کی نصیحت پر عمل پیرا رہی اس وقت تک وہ بابائے دیروپ کی اس دعا سے فیض یاب ہوتے رہے۔نواب بہادر خان سدوزئی کی اولاد میں سب سے زیادہ عروج سردار سر بلند خان سدوزئی نے پایا جو اپنے والد نواب سدھنوتی سردار جمال خان آباخیل سدوزئی کی وفات کے بعد 1749ء میں سدھنوتی مرکز کے حکمران بنے۔سردار سربلند خان آباخیل سدوزئی نے کشمیر کی افغان مغل جنگ میں اپنے ذاتی مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے خونی رشتوں کو ترجیح دی اور کشمیر کی افغان مغل جنگ میں اپنی پانچ ہزار فوج کے ساتھ افغانوں کا ساتھ دیا جس کے باعث وہ احمد شاہ درانی کے منظور نظر ہوئے اور انہیں 1758ء میں درانی حکومت کی طرف سے چند ماہ کے لئے کشمیر کا قائم مقام صوبے دار بھی بنایا گیا۔

اس کے علاوہ احمد شاہ درانی اور اس کی اولاد نے کشمیر پر اپنی حکمرانی کے دوران ہمیشہ سر بلند خان سدوزئی کی پختون ریاست سدھنوتی کی سرحدوں کا احترام کیا کیونکہ نواب سدھنوتی سردار سربلند خان سدوزئی کی ریاست اور درانی سلطنت کے درمیان دوستی اور اخوت کا ایسا رشتہ قائم ہو گیا تھا کہ نواب سدھنوتی سردار سربلند خان سدوزئی نے احمد شاہ درانی کا پانی پت کی جنگ میں اور پنجاب

کے سکھوں پر ہر حملے میں ساتھ دیا۔ اسی لئے پنجاب کے سکھوں پر حملے کے بعد سردار سر بلند خان سدوزئی کو جہاں احمد شاہ درانی نے چالیس ہزار روپے چاندی امداد دی وہیں احمد شاہ درانی نے نواب سدھنوتی سردار سر بلند خان آبا خیل سدوزئی کو سدھنوتی کے تحفظ و حفاظت کے لئے تین پہاڑی توپیں بھی دیں۔

یہی وجہ تھی کہ ریاست سدھنوتی اور درانی سلطنت کا یہ دوستی اور اخوت کا رشتہ پورے 66 سال تک مسلسل قائم رہا جبکہ مرکز سدھنوتی پر سردار سر بلند خان آباخیل سدوزئی کی حکومت کا دورانیہ 1749ء تا 1785ء تک رہا ہے۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ سردار سر بلند خان سدوزئی انتہائی درجے کا بہادر اور ہر کام جلد از جلد کرنے والا حکمران تھا اور اس کو نواب عالم خان آباخیل سدوزئی کا پڑپوتا ہونے کی نسبت سے عالم ثانی بھی کہا جاتا تھا۔

⋖ ○ ⋗

سردار سربلند خان آباخیل سدوزئی، افغان بادشاہ احمد شاہ درانی سے
سدھنوتی کی حفاظت کے لئے تین پہاڑی توپیں وصول کرتے ہوئے

آل بہادر خان آباخیل سدوزئی
کے 160 سالہ اقتدار کے
سدھنوتی سے خاتمے کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔18

سردار بہادر خان آباخیل سدوزئی کی اولاد نے سدھنوتی پر 160 سال حکومت کی ہے۔ ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ جب بابائے دیروپ بادشاہ نے مرکز سدھنوتی کی حکمرانی سردار بہادر خان سدوزئی کو دی تو بابائے دیروپ بادشاہ نے بہادر خان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ ”جب تک نواب بہادر خان اور اس کی اولاد مرکز سدھنوتی اور اس کی پندرہ اکائیوں کے خیر خواہ رہیں اس وقت تک سدھنوتی کی حکومت اے اللہ رب العزت اسی خاندان میں رکھنا اور اگر یہ لوگ اس خیر خواہی کو ترک کر دیں تو پھر انھیں ایسے بے رحم لوگوں کے سپرد کر دینا جن سے انھیں کبھی کوئی خیر خواہی نہ ملے“، پھر ایسا ہی ہوا جب تک ایک ولی کامل کی نصیحت پر سردار بہادر خان سدوزئی اور اس کی اولاد عمل پیرا رہی اس وقت تک بہادر خان کی آل اولاد، بابائے دیروپ

بادشاہ کی دعا سے فیض یاب ہوتے رہے مگر جب انھوں نے اس نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے فساد فی الارض کو اپنا پیشہ بنا لیا تو یہ قدرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور یہ عذاب اولاد بہادر خان پر اس وقت شروع ہوا جب عادل و بہادر حکمران سردار سربلند خان آباخیل سدوزئی کی وفات ہوئی اور سربلند خان کی وفات کے بعد اس کے احمق و اوباش بڑے بیٹے سردار رئیس خان آباخیل سدوزئی نے مرکز سدھنوتی کی حکومت حاصل کی جس کے متعلق ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ سردار رئیس خان ایک عاشق مزاج، خود غرض اور انتہائی درجے کا بے وقوف حکمران تھا جس نے پندرہ شادیاں کر رکھی تھیں جب وہ سدھنوتی کا حکمران بنا تو اس سے پہلے مرکز سدھنوتی میں جو مالیہ ٹیکس بابائے دیروپ بادشاہ نے ہر شادی شدہ مرد پر سالانہ دو بھیڑ یا بکریوں کی صورت میں مقرر کر رکھا تھا سب سے پہلے اس مالیہ ٹیکس کو سردار رئیس خان نے 135 سال بعد مرکز سدھنوتی سے ختم کر کے اس کی جگہ مرکز سدھنوتی میں شادی شدہ افراد پر سالانہ چار بھیڑ یا بکریاں ٹیکس وصول کرنا شروع کیا اور اس کے بعد سدھنوتی کی دیگر اکائیوں پر بھی ٹیکس بڑھانے پر مسلسل زور دینا شروع کیا جس کے لئے اس نے مرکز میں کئی لویہ جرگے بٹھائے جس سے آخر کار اسے اتنی کامیابی ضرور حاصل ہوئی کہ سدھنوتی کی تمام اکائیوں کے سردار سالانہ بارہ بھیڑ بکریوں کے بجائے اب اظہار اطاعت میں سالانہ فی سردار ہر اکائی سے ستر بھیڑ یا بکریاں مرکز

سدھنوتی کو دینے کے پابند قرار پائے مگر اس کے بعد بھی سردار رئیس کی خواہشات روز بروز بڑھنے لگیں۔

مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں سردار رئیس خان کی حکومت میں دیوان سدھنوتی سردار ملا احسان خان سدوزئی تھے۔ وہ سردار رئیس کے والد سربلند خان سدوزئی اور سردار شمس خان اور سردار رئیس سمیت دیگر کئی پختون سرداروں کے عربی اور فارسی کے استاد تھے جنھوں نے رئیس خان کی بدکرداریوں سے تنگ آ کر منصب دیوان سدھنوتی سے استعفیٰ دے دیا تو اس محسن قوم کو جو سینکڑوں سدھنوتی کے پختونوں کا استاد اور ضعیف العمر شخص تھا، سردار رئیس نے قید کر دیا اور آپ کی جگہ سردار شمس خان کو اپنا دیوان بنایا جس کے کچھ سالوں بعد سردار شمس خان دیوان سدھنوتی نے اپنے چچازاد بھائی کی شادی میں نواب رئیس خان کو شرکت کی دعوت دی تو سردار رئیس خان سردار شمس خان کے گاؤں دھمن شادی کی تقریب میں گیا اور وہاں سردار رئیس خان کو سردار شمس خان کے چچازاد بھائی کی دلہن سے ہی عشق ہو گیا جس کی شادی میں وہ گئے تھے تاہم سردار رئیس نے وقتی طور شادی والے دن تو خاموشی اختیار کیے رکھی مگر اس کے دوسرے ہی دن اس نے سردار شمس خان کے چچازاد بھائی سردار رب نواز خان سے مطالبہ شروع کر دیا کہ وہ اپنی نئی نویلی دلہن کو طلاق دے مگر جب سردار رب نواز خان نے صاف انکار کر دیا تو سردار رئیس نے سردار شمس خان کو اپنے اس چچازاد بھائی سردار رب نواز خان کے گھر اسے

ڈرانے دھمکانے یا سمجھانے بجھانے کے لئے گاؤں دھمن بھیجا تو سردار شمس خان نے اسے اپنی غیرت کا مسئلہ سمجھتے ہوئے اپنے اس رشتے دار سردار رب نواز خان اور اس کی بیوی بسواع بی بی کو اپنے نانا اور ماموں کے پاس قلعہ منگ بھیج دیا۔

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ سردار شمس خان کے نانا سردار مختیار خان سدوزئی کے پردادا سردار اکو خان سدوزئی کو سردار شمس خان کے پردادا بابائے دیروپ بادشاہ نے 1627ء میں تقسیم سدھنوتی کے وقت سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں میں سے ایک اکائی کی سرداری دی تھی جہاں اس وقت سردار مختیار خان اور اس کے بیٹے سردار فاروق سدوزئی کی سرداری قائم تھی۔ سردار مختیار سدوزئی سردار شمس خان کا نانا تھا جبکہ سردار فاروق سدوزئی سردار شمس خان سدوزئی کے ماموں اور سسر تھے جنہوں نے سدھنوتی کی دیگر پندرہ اکائیوں کے سرداروں کی طرح اپنے علاقے میں ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کر رکھا تھا جہاں سے وہ اپنی ایک اکائی کی سرداری کا نظام حکومت چلاتے تھے جن کے پاس سردار شمس نے اپنے چچا زاد بھائی سردار رب نواز خان کو ایک خط لکھ کر قلعہ منگ بھیج دیا اور خود قلعہ باور آئے اور نواب رئیس خان سے کہا کہ سردار رب نواز اپنی دلہن سمیت کہیں روپوش ہو گیا ہے اور اسے جلد ہی تلاش کر لیا جائے گا مگر سردار شمس خان کے اس راز کی حقیقت دو دن بعد ہی سردار رئیس خان کو معلوم ہو گئی کیونکہ نواب رئیس خان نے بھی اپنے بہت سے اوباش دوست پال رکھے تھے جنہوں نے سردار شمس خان

کی مخبری کر دی جس کے نتیجے میں سردار رئیس کو معلوم ہو گیا کہ سردار رب نواز اور اس کی دلہن بسواع بی بی کو سردار شمس خان نے اپنے ننھیال قلعہ منگ بھیج دیا ہے چنانچہ سردار رئیس نے اپنے دیوان سردار شمس خان کو قید کر دیا اور اسی وقت اپنے ایک قاصد کو خط لکھ کر سردار مختیار کے پاس قلعہ منگ بھیجا جس میں پیغام لکھا کہ سردار رب نواز اور اس کی بیوی مرکز سدھنوتی کے باغی آپ کی پناہ میں ہیں لہٰذا انہیں ہمارے حوالے کیا جائے ورنہ اپنے انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔

ایسا دھمکی آمیز خط ملتے ہی سردار مختیار اور سردار فاروق نے سردار رئیس کے اس قاصد کو بتایا کہ یہاں سے سردار رب نواز اور اس کی بیوی ایک دن قیام کے بعد سدھنوتی کے کسی دوسرے سردار کے پاس جا چکے ہیں اور یہ کہ ہمیں اگر معلوم ہوتا کہ وہ مرکز کے باغی ہیں تو ہم انہیں یہاں کبھی قیام کی اجازت نہ دیتے۔ سردار مختیار خان سدوزئی نے سردار رئیس کے اس قاصد کو اپنی صفائی میں ایک خط لکھ کر سردار رئیس کے لئے بھیجا مگر سردار رئیس کو اس خط سے تسلی نہیں ہوئی۔ ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ دن کے آخری پہر میں سردار رئیس کا قاصد جب منگ سے خالی ہاتھ ایک خط لیے مرکز قلعہ باور پہنچا تو سردار رئیس، سردار مختیار کا خط پڑھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا جس کے بعد سردار رئیس نے اسی شام اپنی دو ہزار فوج کے ساتھ قلعہ باور سے منگ کی طرف کوچ کیا۔

سردار رئیس نے شاید یہ سوچ لیا تھا کہ اگر رات گئے اچانک قلعہ منگ پر حملہ

کیا جائے تو بڑی آسانی کے ساتھ قلعہ میں قتل و غارت گری کے بعد سردار مختیار اور سردار فاروق سمیت رب نواز اور بسواع بی بی کو پکڑ کر لایا جا سکتا ہے کیونکہ قلعے میں ایسا کوئی توپ خانہ یا کوئی بڑی فصیل یا پھر کوئی پیشہ ورانہ فوج تو تھی نہیں اس لئے سردار رئیس نے بے خوف و خطر منگ کی طرف کوچ کیا جبکہ دوسری طرف قلعہ منگ میں سردار مختیار خان یہ سوچ کر بے فکر تھا کہ مرکز اس معاملے میں سدھنوتی کی باقی اکائیوں کے سرداروں کے ساتھ لویہ جرگے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرے گا، اس لئے کہ مرکز کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ سدھنوتی کے باقی سرداروں سے جرگہ کئے بغیر بلا کسی مشاورت کے اپنی کسی اکائی پر حملہ کرے۔ سردار مختیار خان سدوزئی کا یہ گمان اس لئے بھی غالب تھا کیونکہ سدھنوتی کے آئین میں مرکز کو لویہ جرگہ کرنے کے بعد ہی یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ مرکز کی کسی باغی اکائی پر حملہ کر کے کسی بغاوت کو مرکز کے زیر اطاعت لائے مگر مرکز میں اس وقت اس احمق حکمران سردار رئیس کے ہاں آئین سدھنوتی کا نہیں بلکہ اس کا اپنا ہی آئین و قانون تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ سردار سر بلند خان سدوزئی کی ریاست سدھنوتی، درانی سلطنت کی طرف سے تسلیم شدہ اور ان کی اتحادی ریاست ہے اور اس کے چاروں اطراف افغانوں کی حکومت ہے لہٰذا اسے باہر سے کوئی خطرہ نہیں جبکہ اندورن سدھنوتی مرکز کے علاوہ کسی اکائی کے پاس کوئی فوج نہیں اس لئے وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر سردار رئیس کی یہ خام خیالی اس وقت غلط ثابت ہوئی جب اس

کے اپنے ہی مرکز میں لوگ اس کے مخالف ہونا شروع ہو گئے۔

سردار رئیس کی مخالفت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ جب سردار رئیس نے مرکز میں اپنی فوج جمع کرنے اور رات گئے قلعہ منگ پر حملہ کرنے کا ابھی ارادہ ہی ظاہر کیا تھا کہ اسی وقت سردار شمس خان کے ایک خفیہ پیروکار سردار گل نذیر نامی جاسوس نے بڑی تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے قلعہ منگ جا کر اس حملے کی خبر دے دی چنانچہ اس کے بعد سردار مختیار اور سردار فاروق نے قلعے سے اپنا تمام قیمتی ساز وسامان اٹھایا اور قلعے کے چاروں طرف اپنے ایک ہزار مسلح بندوق بردار اور تیر انداز کھڑے کر دیئے۔ ادھر سردار رئیس کا لشکر بے خوف وخطر آگے بڑھتے بڑھتے جب عین قلعے کی کھائی میں آ گیا تو اس وقت سردار مختیار اور سردار فاروق کے لشکر نے ان پر گولیاں اور تیر چلانا شروع کر دیئے۔

اس حملے میں سردار رئیس خان کے تین سو سوار اور چالیس خچروں سمیت سردار رئیس خود بھی مارا گیا جبکہ رات کے اس اچانک حملے سے خوفزدہ ہو کر سردار رئیس کی فوج جہاں رخ تھا اسی طرف بھاگ نکلی۔ یہ رات کا آخری پہر تھا اس کے دو تین گھنٹوں بعد جب صبح ہوئی تو سردار رئیس کی فوج نے منگ کے چھتروں میں مختلف سمتوں میں ایک دوسرے کو کھڑا پایا جس کے بعد یہ فوج ایک مقام پر جمع ہونے لگی چنانچہ ایک دو گھنٹے میں 17 سو فوج کا لشکر جمع ہو گیا جس کے بعد سردار رمضان جو اس فوج کا سپہ سالار تھا اس نے رات گئے معرکے والی جگہ کا رخ کیا تو وہاں معرکے والی جگہ پر جا کر اسے

معلوم ہوا کہ سردار مختیار اور سردار فاروق کا لشکر اس سے پہلے ہی وہاں سے پہاڑوں کی طرف کوچ کر چکا ہے بلکہ وادی منگ کے تمام میدانی علاقے سے پورا گاؤں ہی پہاڑوں کی طرف کوچ کر چکا تھا جبکہ دوسری طرف قلعہ منگ کی کھائی میں سردار رئیس سمیت اس کے تین سو فوجی گولیوں اور تیروں سے چھلنی پڑے تھے۔

یہ سب دیکھ کر سردار رمضان نے قلعہ منگ میں لوٹ مار کا حکم دیا مگر جب فوج قلعے میں داخل ہوئی تو اسے معلوم ہوا قلعے میں ایک روپے تک کی کوئی چیز نہیں بچی چنانچہ اس مایوسی کے عالم میں سردار رمضان نے سردار رئیس اور اپنے دیگر ہلاک شدہ ساتھیوں کی لاشیں لے کر مرکز کی طرف کوچ کیا تو اس سے پہلے ہی سردار شمس خان کے ایک خفیہ پیروکار جان محمد سدوزئی نے سردار رمضان کی غداری کے باعث سردار رئیس اور دیگر فوج کے مارے جانے کی جھوٹی خبر قلعہ باور میں پھیلا دی اور سردار رئیس کے بیٹوں کو سردار رمضان کے خلاف خوب بھڑکایا جس کے باعث سردار رئیس کے بیٹوں نے مرکز سدھنوتی سے ایک اور لشکر ساتھ لیا اور منگ کی طرف کوچ کیا۔ ادھر اس کے روانہ ہوتے ہی سردار شمس خان کے پیروکاروں نے قلعہ باور خالی دیکھا تو یہ موقع غنیمت سمجھ کر سردار شمس خان اور دیگر قیدیوں کو جیل خانہ سے آزاد کرا کے خود سردار شمس خان کے ہمراہ سردار شمس خان کے آبائی گاؤں دھمن کا رخ کیا۔ دوسری طرف سردار رمضان اپنی فوج کے ہمراہ سردار رئیس اور اپنے تین سو ساتھیوں کی لاشیں لے کر پلندری

کے قریب پہنچا ہی تھا کے اس کے عقب میں سردار رئیس کے بیٹے سردار سکندر کا لشکر سردار رمضان سے آن ملا تب سردار سکندر نے اپنے باپ کی لاش دیکھتے ہی کوئی تحقیق کیئے بغیر سردار رمضان کو غدار قرار دے کر یہاں راستے ہی سے اسے گرفتار کرنا چاہا تو یہاں ایک تصادم پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں سردار رمضان نے سردار رئیس کے بیٹے سردار سکندر اور اس کے دو چچاؤں کو موقع پر ہی قتل کر دیا جس کے باعث پلندری کے قریب راستے ہی میں فوج دو حصوں میں تقسیم ہو گئی یہاں سے سردار رمضان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فرار ہونے لگا تو سردار رئیس کی حمایت یافتہ فوج یہ سمجھی کہ سردار رمضان مرکز سے فرار ہو رہا ہے جبکہ وہ پیشہ ورانہ فوجی جنرل تھا اس نے سردار رئیس کی حمایت یافتہ فوج کو چکر دے کر مرکز سدھنوتی قلعہ باور کو خالی پاتے ہوئے تیز رفتاری سے سفر کیا اور ایک گھنٹے بعد قلعہ باور پہنچا تو یہاں قلعہ مکمل خالی پاتے ہی سردار رمضان کی مختصر سی فوج نے فوراً قلعے پر قبضہ کر لیا اور قلعے کو چاروں طرف سے بند کر دیا تو اس کے بعد سردار سکندر کے بھائیوں اور سردار رئیس کے دیگر بیٹوں کو معلوم ہوا کہ قلعے پر تو سردار رمضان قبضہ کر چکا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ دیوانوں کی طرح قلعے پر حملہ آور ہوئے تو سردار رمضان نے اس وقت تک اپنی فوج کو خاموش رہنے کا حکم دیا کہ جب تک سردار رئیس کے دیوانہ وار بیٹوں کی فوج قلعے کے صدر دروازے تک نہیں آ جاتی اور یہ حکمت عملی اختیار کی کہ اس وقت تک قلعے کی فصیلوں میں مکمل خاموشی کے ساتھ

ان کا انتظار کیا جائے چنانچہ سردار رمضان کی قلعے میں اس خاموشی اور روپوشی کے ساتھ کسی مذمت کا اظہار نہ کرنے پر کسی احمق نے سردار رئیس کے بیٹوں سے یہ کہہ دیا کہ قلعہ خالی پڑا ہے، قلعے پر قبضے کی خبر جھوٹی ہے، یہ سنتے ہی سردار رئیس کے احمق بیٹے اپنی فوج کو قلعے کے دروازے تک لے آئے تب سردار رمضان نے، سردار رئیس کے بیٹوں کی فوج کو مکمل توپ خانے کی زد میں پاتے ہی ان پر اچانک اتنی شدید بمباری کی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے سردار رئیس کے بیٹوں کی حمایت یافتہ ایک ہزار فوج کو موت کی نیند سلا دیا۔

کتاب ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں قلعہ باور کے سامنے مختصر وقت میں سردار رمضان نے سردار رئیس کے بیٹوں کی حمایت یافتہ ایک ہزار فوج قتل کر دی جس میں سردار رئیس کے 19 بیٹے اور سردار بہادر خان کی اولاد میں سے ایک سو پچاس افراد شامل تھے جبکہ سردار رمضان کے پاس پانچ سو کے لگ بھگ فوج تھی۔ اس خونریزی کے بعد سردار بہادر خان کی اولاد اور ان کے حمایت یافتہ باقی لوگ مرکز سے فرار ہو کر قلعہ براہان میں قلعہ بند ہو گئے۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں فقط تین دن کی لڑائی میں مرکز سدھنوتی میں پندرہ سو افراد مارے گئے، ادھر سردار شمس خان قلعہ باور کی جیل سے آزاد ہونے کے بعد دو دن دیری قلعہ دھمن میں ٹھہرے جس کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ منگ کی طرف کوچ کیا اور منگ جا کر اپنے نانا اور ماموں سے

جب ملے تو معلوم ہوا قلعہ منگ میں مرکز کی فوج نے گذشتہ تین دن پہلے جو رات گئے حملہ کیا تھا اس میں سردار رئیس مارے گئے اور اس کے بعد سردار رمضان، نواب سدھنوتی سردار رئیس اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی لاشیں مرکز کی طرف لے جاتے ہوئے ابھی پلندری کے قریب پہنچے ہی تھے کہ راستے میں سردار رمضان کو سردار رئیس کے بیٹے سردار سکندر نے غدار قرار دے کر گرفتار کرنا چاہا تو یہاں ان دونوں کے درمیان تصادم ہوا جس کے نتیجے میں سردار رئیس کے دو بیٹوں اور کچھ دیگر رشتے داروں سمیت چالیس افراد مارے گئے جس کے بعد سردار رمضان نے وہاں سے فرار ہو کر قلعہ باور کو خالی پاتے ہوئے وہاں قبضہ کر لیا جس کے نتیجے میں پھر دوبارہ اسی شام سردار رئیس کے بیٹوں کی حمایت یافتہ فوج اور سردار رمضان کی قلعہ باور میں لڑائی ہوئی جس میں سردار رئیس کے 19 بیٹے اور سردار بہادر خان کے خاندان کے ایک سو پچاس افراد اور ان کی حمایت یافتہ فوج کے ایک ہزار افراد مارے گئے جبکہ تین دن سے سردار رمضان ابھی تک قلعہ باور پر قابض ہے۔

مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ یہ خبر سننے کے بعد مرکز کے باصلاحیت دیوان سردار شمس خان نے اسی وقت سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کے سرداروں کو خط لکھ کر قاصد روانہ کیے جس میں اس نے ہنگامی صورتحال کی بناء پر تمام سرداران سدھنوتی کو دوسرے دن منگ قلعے میں لویہ جرگے میں آنے کی دعوت دی جس پر دوسرے دن سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کے تمام سرداران

سدھنوتی سردار شمس خان کے بلانے پر قلعہ منگ پہنچ گئے۔ اس لویہ جرگے میں سردار شمس خان نے ان تمام سرداران سدھنوتی کو یاد دلایا کہ آج سے دو صدیاں قبل میرے پردادا بابائے راحت دیروپ بادشاہ نے آپ سب کے پردادوں میں یکساں عدل وانصاف کے ساتھ سدھنوتی کی پندرہ اکائیاں تقسیم کر دی تھیں جس پر آج آپ سب اپنے اپنے علاقوں میں آزاد اور خوش حال حکومت کر رہے ہیں جبکہ بابائے دیروپ بادشاہ کا مرکز سدھنوتی جسے بابائے دیروپ نے سردار بہادر خان کو دیا تھا جس کی اولاد نے ایک سو ساٹھ سال سدھنوتی پر حکومت کی اور سدھنوتی کو ہمیشہ عدل وانصاف اور امن وامان کا گہوارہ بنائے رکھا مگر آج اس مرکز سدھنوتی میں سردار بہادر خان کی اولاد نے بابائے دیروپ کی نصیحت سے روگردانی کی ہے جس کے باعث آج چار دن سے اس مرکز میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اس لئے آپ سب پر فرض ہے کہ قلعہ مرکز میں ایک لویہ جرگہ منعقد کر کے مرکز کا نیا حکمران منتخب کریں کیونکہ اب بہادر خان کی اولاد میں سے کوئی بھی مرکز کی حکمرانی کے لائق نہیں بچا ہے۔

اس کے بعد اس لویہ جرگے میں سردار شمس خان کے نانا سردار مختیار خان سدوزئی نے اپنے خطاب میں کہا جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ جب بابائے دیروپ بادشاہ نے مرکز سدھنوتی کی حکمرانی سردار بہادر خان کو دی تھی تو اس وقت بابائے دیروپ نے سردار بہادر خان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر

اللہ رب العزت سے یہ دعا کی تھی کہ جب تک نواب بہادر خان اور اس کی اولاد مرکز سدھنوتی اور اس کی پندرہ اکائیوں کے خیر خواہ رہیں۔ یا اللہ، اے رب العزت، اس وقت تک مرکز سدھنوتی کی حکومت اسی خاندان میں رکھیو! اور اگر یہ لوگ اس خیر خواہی کو ترک کر دیں تو یا اللہ، اے رب العزت، آپ بھی انہیں ایسے بے رحم لوگوں کے سپرد کر دینا جن سے انہیں کبھی کوئی خیر خواہی نہ ملے، آج آپ سب اس دعا کا نتیجہ بھی دیکھ لیں کہ ایک ولی کامل کی نصیحت پر جب تک سردار بہادر خان سدوزئی اور اس کی اولاد عمل پیرا رہی اس وقت تک بابائے دیروپ بادشاہ کی دعا سے فیض یاب ہوتے رہے مگر جب انھوں نے اس نصیحت کو قبول کرنے کے بجائے فساد فی الارض کو اپنا پیشہ بنا لیا تو آج خدائے قدرت کے عذاب میں مبتلا ہو کر مرکز میں بہادر خان سدوزئی کی اولاد منہ چھپائے در بدر چھپتی پھر رہی ہے کہ کہیں کوئی انہیں پہچان کر قتل نہ کر دے اس لئے ہم سب کو چار دن سے مرکز پر جاری اس خونی کھیل کو ختم کر کے مرکز کی حکومت اس کے اصل اور وارث، بابائے دیروپ کے پڑپوتے سردار شمس خان کو سونپ دینی چاہیے۔

اس کے بعد منگ کے لویہ جرگے میں سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں سے آئے ہوئے تمام سرداران سدھنوتی کو معلوم ہو گیا کہ سردار شمس خان کو اچھی خاصی جمعیت حاصل ہے اور اس کے نانا سردار مختیار خان سدوزئی کی طاقت اور جمعیت کا اندازہ بھی تمام سرداران سدھنوتی نے مرکز کی شکست سے لگا لیا تھا اس لئے

انہیں معلوم تھا اب مرکز کی حکومت سردار شمس خان کے ہاتھوں میں ہی جائے گی لہٰذا ان تمام سرداران سدھنوتی نے بھی اپنے اپنے خطاب میں سردار شمس خان کو مرکز سدھنوتی کی حکمرانی سونپنے کی خواہش کا اظہار کیا جس کے بعد سردار شمس خان نے اپنا وفد سردار رمضان سے ملاقات کے لئے بھیجا تو اس بہادر اور خوددار جرنیل سردار رمضان خان آباخیل سدوزئی جس نے ایک طرح سے چار دن سے قلعہ باور میں اپنے آپ کو قلعہ بند کر رکھا تھا، اس نے سردار شمس خان کے وفد سے ملاقات کے بعد اسی دن اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ خود قلعہ منگ آ کر سردار شمس خان کی بیعت کر لی ۔ بعدازاں جب قلعہ آئن کے قلعہ دار سردار خدود خان سدوزئی کو سردار رمضان کی سردار شمس خان کے ہاتھوں پر بیعت کی خبر ملی تو اس نے بھی دوسرے دن سردار رمضان کے توسط سے سردار شمس خان سدوزئی سے ساز باز میں قلعہ آئن کو بھی اس شرط کے ساتھ سردار شمس خان کی فوج کے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ قلعہ آئن کی قلعہ داری میرے پاس ہی برقرار رہنے دی جائے تو میں آج ہی قلعہ آئن سردار شمس خان کی عملداری میں دینے کے لئے تیار ہوں چنانچہ اس پر سردار شمس خان نے بھی قلعہ آئن کی قلعہ داری سردار خدود خان کے پاس ہی برقرار رکھنے کا اس سے وعدہ کرتے ہوئے فوراً اپنی فوج قلعہ آئن اور قلعہ باور بھیج کر اسی وقت قلعہ مرکز باور اور قلعہ آئن دونوں قلعوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

سدھنوتی کے حکمراں، سردار شمس خان آباخیل سدوزئی کے والد

سردار اسحاق خان آباخیل سدوزئی

سردار شمس خان آباخیل سدوزئی کی حکومت سدھنوتی کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔19

سردار شمس خان موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کی تحصیل بلوچ کے گاؤں دھمن میں بابائے خان دیروپ خان بادشاہ کی اولاد میر آل شاخ میں پیدا ہوئے۔انہیں مرکز سدھنوتی کی حکمرانی دراصل نواب سدھنوتی سردار رئیس خان کی بدکرداریوں کے باعث مرکز سدھنوتی کی حکومت اور مرکز کی فوج کے درمیان شروع ہونے والی خانہ جنگی کے نتیجے میں ملی تھی کیونکہ مرکز سدھنوتی میں نواب سدھنوتی سردار رئیس خان کا خاندان مکمل طور پر اور سردار بہادر خان کے خاندان کے تقریباً 99 فیصد لوگ اس خانہ جنگی میں اپنی ہی فوج کے جنرل سردار رمضان خان کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور مرکز سدھنوتی پر بھی سردار رمضان نے قبضہ کرلیا تھا جبکہ سردار بہادر خان کے خاندان میں سے بچ جانے والے افراد اوران کے حمایتی قلعہ براہان (موجودہ بھرانڈ) میں سردار رئیس کی بدکرداریوں کی

سزا قلعہ میں بند ہو کر بھگت رہے تھے جبکہ دوسری طرف قلعہ منگ کے لویہ جرگے میں سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کے سرداروں نے سردار شمس خان کو مرکز سدھنوتی کی حکومت دینے کا فیصلہ سردار شمس خان کی تاج پوشی سے دو دن پہلے ہی قلعہ منگ کے لویہ جرگے میں کر لیا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر مرکز سدھنوتی پر قابض سردار رئیس کی فوج کے سپہ سالار سردار رمضان خان نے بھی خود منگ آ کر سردار شمس خان سے بیعت کر لی تھی۔ اس کے بعد سردار رمضان کے توسط سے دوسرے دن قلعہ آئن کے قلعے دار سردار خدود خان سدوزئی نے بھی سردار شمس خان کے ساتھ ساز باز کے ذریعے سردار شمس خان کی فوج کے لئے قلعے کے دروازے کھول دیئے تھے جس کے باعث سردار شمس خان کی فوج نے قلعہ آئن اور مرکزی قلعہ باور پر قبضہ کر لیا تھا جس کے بعد سردار شمس خان خود مرکز سدھنوتی قلعہ باور چلے آئے اور سب سے پہلے سردار رئیس اور سردار بہادر خان کے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو قید خانے سے باہر نکالا اور ان سے ملاقات کے بعد انہیں اپنے محافظوں کے ساتھ قلعہ براہان جانے کی اجازت دی اور ساتھ ہی سردار بہادر خان کے وارثوں کو ایک تحریری خط لکھ کر قلعہ براہان بھیجا جس میں سردار بہادر خان کے وارثوں کو ہر طرح کی امان و تحفظ فراہم کرنے کی یقین دہانی کراتے ہوئے انہیں مرکزی لویہ جرگے میں سردار شمس خان کی رسم تاج پوشی میں آنے کی دعوت اور تاکید کی گئی جسے بہادر خان اور سردار سر بلند خان کے ورثاء نے

قبول کیا اور قلعہ باور کے لویہ جرگے میں سردار بہادر خان کی اولاد میں سے بیس افراد نے رسم تاج پوشی میں شرکت کی اس کے علاوہ سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کے سرداروں نے لویہ جرگہ قلعہ باور میں جمع ہو کر 17 دسمبر 1810ء کو سردار شمس خان کی رسم تاج پوشی کی جس کے بعد سردار شمس خان کو مرکز سدھنوتی کی حکمرانی حاصل ہوئی تو سردار شمس خان نے مرکز قلعہ باور کو اپنے لئے باعث برکت نہیں سمجھا کیونکہ اس سے پہلے نواب جسی خان کی اولاد میں سے آخری حکمران نواب رجب سعید کے اپنے بھائیوں، بیٹوں اور اپنی آٹھ سو فوج سمیت قلعہ باور میں مارے جانے کے بعد بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ اس خاندان کے دوسو انیس سالہ اقتدار کا خاتمہ قلعہ باور میں ہوا تھا اور اب سردار بہادر خان کی اولاد میں سے آخری حکمران سردار رئیس خان کے اپنے پورے خاندان اور ایک ہزار فوج سمیت اس قلعہ میں مارے جانے کے بعد ایک سو ساٹھ سالہ اقتدار کا خاتمہ بھی اسی قلعہ باور سے ہوا تھا اس لئے سردار شمس خان نے قلعہ باور کو مرکز سدھنوتی کا دارالحکومت رکھنا باعث برکت نہیں سمجھا۔ اس صورتحال میں اگرچہ سدھنوتی کے نئے دارالحکومت کے لئے سردار شمس کیلئے اپنے آبائی گاؤں دھمن میں قلعہ دیری دستیاب تھا مگر چونکہ گاؤں دھمن سدھنوتی کا مرکز نہیں تھا بلکہ سدھنوتی کی سرحدی پٹی پر واقع تھا لہٰذا سردار شمس خان نے اپنے نانا اور ماموں کے ہاں اپنے سسرال میں قلعہ منگ کو جہاں سردار شمس خان کو ہمیشہ سے خیر خواہی

اور کامیابیاں ملی تھیں، اپنے لئے باعث برکت سمجھتے ہوئے اپنے سگے چچا زاد بھائی سردار ابراہیم خان آباخیل سدوزئی کے بڑے بیٹے اور سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی کو دیوان سدھنوتی کا منصب سونپ کر قلعہ باور سے سدھنوتی کا دارالحکومت قلعہ منگ منتقل کر دیا اور یہاں سے سردار شمس خان نے اپنی حکومت سدھنوتی کا آغاز کیا۔

سردار صوبہ خان کے والد سردار ابرہیم خان آباخیل سدوزئی

حکمران سدھنوتی سردار شمس خان آباخیل سدوزئی کا شجرہ نسب

سردار عبداللہ خان آباخیل سدوزئی صوابی ہنڈا سے 1560ء میں نواب سدھنوتی کی فوجی مہم کے سلسلے میں اپنے چار جوان بیٹوں کے ہمراہ سدھنوتی آئے اور ان چار بیٹوں میں سے سردار شمس خان، سردار دھمو خان آباخیل کی اولاد میں سے ہیں جن کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

1۔سردار دھمو خان آباخیل سدوزئی وطن صوابی ہنڈا سے اپنے والد کے ہمراہ سدھنوتی آئے اور ان کے فرزند 2۔سردار گجو خان آباخیل سدوزئی ہیں جن کی تاریخ پیدائش 1563ء ہے اور ان کے فرزند 3۔بابائے دیروپ راحت بادشاہ ہیں اور ان کے فرزند 4۔سردار میرال خان آباخیل سدوزئی ہیں اور ان کے اکلوتے فرزند 5۔سردار حافظ واجا خان آباخیل سدوزئی مصنف دیروپ نامہ ہیں اور سردار حافظ واجا خان کے فرزند 6۔سردار عبداللہ خان آباخیل

سدوزئی ہیں اوران کے فرزند 7۔سردار کالو خان آباخیل سدوزئی ہیں اوران کے فرزند 8۔سردار حیدر خان آباخیل سدوزئی ہیں اوران کے فرزند 9۔سردار اسحاق خان آباخیل سدوزئی ہیں اوران کے فرزند 10۔سردار شمس خان آباخیل سدوزئی ہیں، سدھنوتی کے مشہور حکمران جن کا دور حکمرانی 1810ءتا 5 اپریل 1832ءتک ہے۔سردار شمس خان آباخیل سدوزئی کے دو ہی بیٹے تھے سردار عبدالرحیم آباخیل سدوزئی اور سردار عبدالرحمان آباخیل سدوزئی جو اپنی والدہ کے ہمراہ معرکہ منگ میں پہاڑی توپوں کے گولوں کی زد میں آکر شہید ہوئے۔

حکمران سدھنوتی 1810ء تا 5 اپریل 1832ء سردار شمس خان آباخیل سدوزئی

سردار شمس خان کا سابقہ حکمران
سدھنوتی آل بہادر خان کی
اولاد کے لئے
نئے مسکن کی تعمیر کا فیصلہ

باب۔20

سردار بہادر خان سدوزئی، سردار عالم خان سدوزئی کے بڑے بیٹے تھے اور سردار عالم خان سدوزئی نے نواب سدھنوتی سردار رجب سعید کو پلند کی جنگ میں شکست دے کر مرکز سدھنوتی کے دارالحکومت قلعہ باور پر 1626ء میں قبضہ کیا تھا۔ اس لڑائی میں مرکز سدھنوتی کے نواب رجب سعید اپنے پانچ بھائیوں اور آٹھ سو سپاہیوں سمیت مارے گئے تھے جس کے بعد رجب سعید کی شکست خوردہ فوج قلعہ براہان کی طرف بھاگ نکلی جہاں اس وقت سردار رجب سعید کی فوجی چھاؤنی تھی۔ رجب سعید اور اس کے بھائیوں کے مارے جانے کے بعد سردار رجب سعید کے بھتیجے سردار مکرم خان کو سدھنوتی کا نیا حکمران بنایا گیا جبکہ دوسری طرف سردار عالم خان سدوزئی مرکز سدھنوتی کا نیا حکمران بنا جس کے بعد سدھنوتی کے ان دو حکمرانوں میں چار جنگیں ہوئیں مگر یہ لڑائیاں فیصلہ کن نتائج پر

ختم نہیں ہوئیں تو اس کے بعد سردار عالم خان سدوزئی نے اپنی فوج سے حلف لے کر ایک فیصلہ کن جنگ لڑنا شروع کی جس میں اس نے اپنی فوج سے سردار مکرم خان سمیت تمام ابدال سدوزئیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی احتجاجی قسم لی اور اس کے بعد سردار عالم خان سدوزئی نے قلعہ آئن اور قلعہ براہان دونوں کا محاصرہ کرلیا چنانچہ یہ محاصرہ جب طویل ہونے لگا تو سردار مکرم خان نے سردار عالم خان سدوزئی کے ارادوں سے خوفزدہ ہو کر اپنی حکومت ہی اپنے پیر و مرشد بابائے دیروپ بادشاہ کو نذرانہ کے طور پر پیش کر کے بابائے دیروپ بادشاہ کی پناہ حاصل کرلی چنانچہ اسے دیکھ کر سردار عالم خان سدوزئی نے بھی بابائے دیروپ بادشاہ کو اپنی حکومت نذرانہ کردی کیونکہ سردار عالم خان سدوزئی خود بھی بابائے دیروپ بادشاہ کا مرید خاص تھا اس لئے سردار عالم خان سدوزئی نے بھی اپنی حکومت بابائے دیروپ بادشاہ کو نذرانہ کردی جس کے بعد بابائے راحت دیروپ بادشاہ نے سرکاری لویہ جرگے میں سدھنوتی کا دستور آئین تقسیم سدھنوتی پیش کیا جسے سدھنوتی کے تمام پختونوں نے بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ قبول کرلیا۔ اس آئین کے تحت سدھنوتی کو پندرہ اکائیوں میں سدھنوتی کے پندرہ پہاڑی سرداروں میں تقسیم کیا گیا جبکہ سدھنوتی کا سب سے بڑا علاقہ مرکز سدھنوتی کے لئے منتخب کیا گیا جس میں سدھنوتی کے دارالحکومت کہلانے والے تینوں معروف قلعے شامل تھے جبکہ باقی سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کو مرکز سدھنوتی کے زیر

اطاعت باقاعدہ ٹیکس دینے کا پابند بنا کر بابائے دیروپ بادشاہ نے مرکز سدھنوتی پر 1626ء سے 1650ء تک حکمرانی کی اور بعدازاں جب بابائے راحت دیروپ نے سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کو مرکز سدھنوتی کے ساتھ ہر لحاظ سے وفادار پایا تو اس کے بعد بابائے دیروپ بادشاہ نے اپنی تلوار اور ڈھال دونوں کو دفن کر کے دنیاداری کو ایک مرتبہ پھر سے ترک کرتے ہوئے مرکز سدھنوتی کی حکومت سردار عالم خان سدوزئی کے بڑے بیٹے سردار بہادر خان کے سپرد کر دی۔ بہادر خان اور اس کی اولاد نے 1650ء سے لے کر 1810ء تک سدھنوتی پر مسلسل حکومت کی جس کا خاتمہ آخر کار نواب سدھنوتی سردار رئیس خان کی بدکرداریوں کی وجہ سے ریاست میں ہونے والی خانہ جنگی کے نتیجے میں ہوا جس میں سردار رئیس اپنے 19 بیٹوں اور سردار بہادر خان کے خاندان کے ایک سو پچاس افراد سمیت مارا گیا۔اس خانہ جنگی میں سردار بہادر خان کی اولاد میں سے جو مرد اور عورتیں بچ گئے تھے انہوں نے سردار شمس خان سے قلعہ براہان میں ہی انہیں رہائش پذیر رہنے دینے کی درخواست کی تو سردار شمس خان نے سدھنوتی کے اس سابق حکمران خاندان کا لحاظ رکھتے ہوئے انھیں قلعہ براہان میں رہنے کی اجازت تو نہیں دی البتہ سردار شمس خان نے سردار بہادر خان کے خاندان کے لئے جو تعداد میں بیس مردوں پر مشتمل تھے بیس اعلیٰ شاندار بڑے بڑے مکان گنجان نیاریاں جنگلات کے ایک کونے پر قلعہ نما طرز پر تعمیر کرائے اور سردار بہادر خان کی اولاد کو ان مکانات

میں آباد کیا۔اس کے بعد ان قلعہ نما مکانات کی نسبت سے اس علاقے کو قلعاں ہی کے نام سے پکارا جانے لگا اور یہ علاقہ آج تک اسی نام سے مشہور ہے جبکہ اس سے پہلے یہ علاقہ نیاریاں جنگل کہلاتا تھا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی اور نام بھی نہیں تھا۔ آج قلعاں میں جتنے بھی آباخیل سدوزئی آباد ہیں وہ سدھنوتی کے ان عظیم حکمرانوں کی اولاد میں سے ہیں جنھوں نے ابدال سدوزئیوں کو پلند کی جنگ میں شکست دے کر 1650ء سے 1810ء تک پختون ریاست سدھنوتی پر حکومت کی۔اسی لئے سدھنوتی کے اس حکمران خاندان کے متعلق معروف انگریز مؤرخ جے ایم وکیلے نے بھی اپنی کتاب ''پنجابی مسلمان'' میں لکھا ہے کہ سدھنوتی کے حکمران خاندان قلعاں میں آباد ہیں مگر جے ایم وکیلے نے نواب جسی خان ابدال سدوزئی کی اولاد جس نے 1407ء سے 1626ء تک 219 سال تک سدھنوتی پر حکومت کی،اس حوالے سے اس رئیس خاندان کا ذکر نہیں کیا جبکہ یہ رئیس خاندان اولاڑ اور تھوراڑ کے درمیان آباد ہے۔ اسی طرح سدھنوتی کے رئیس خاندانوں میں بابائے راحت دیروپ بادشاہ اوران کی اولاد بھی شامل ہیں جنھوں نے 1626ء سے 1650ء تک سدھنوتی پر حکومت کی اور اس کے بعد اسی دیروپ خاندان نے 1810ء سے 5اپریل 1832ء تک سدھنوتی پر حکومت کی اور پھر 1844ء سے تین مارچ 1859ء تک سدھنوتی پر حکمرانی کی جس کا دورانیہ 63 سال ہے اور یہ خاندان آج سدھنوتی کی تحصیل بلوچ کے معروف گاؤں دھمن میں آباد ہے۔

پہلی سکھ سدھنوتی جنگ پلنگی کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔21

پہلی سکھ سدھنوتی جنگ کے وقت ریاست سدھنوتی جو پندرہ پہاڑی سرداروں میں تقسیم اور مرکز سدھنوتی کے حکمران سردار شمس خان کے زیر اطاعت تھی جسے اپنی اس جغرافیائی تقسیم کے باعث اکثر مؤرخین نے پہاڑی سرداروں کی سرزمین اور پہاڑی سرداروں کا ملک بھی لکھا ہے، اس پہاڑی سرداروں کے ملک کے شمال مشرق اور جنوب مشرق میں واقع میدانی اور بالائی پونچھ کے سرحدی علاقے میں پہلی سکھ سدھنوتی پلنگی جنگ لڑی گئی ۔اس پہلی سکھ سدھنوتی جنگ کا آغاز مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کشمیر پر حملے سے ہوتا ہے جب رنجیت سنگھ کی فوجیں کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے جون 1814ء کے وسط میں بھمبر کے راستے راجوری پہنچیں تو اس وقت راجوری کا حکمران راجہ آ گر خان تھا جس نے کوئی مزاحمت کیے بغیر راجوری کو رنجیت سنگھ کے حوالے کر دیا تھا جبکہ راجوری پہنچ کر رنجیت سنگھ نے

اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصے کی کمان رام دیال دل سنگھ اور نامدار ٹھاکر کو سونپتے ہوئے رنجیت سنگھ نے اس فوج کو راجوری سے بارہ مولہ اور بارہ مولہ سے شوپیاں تک کے علاقوں کو فتح کرنے کا حکم دیا اور خود فوج کے دوسرے بڑے حصے کی کمان کرتے ہوئے رنجیت سنگھ نے راجوری سے پونچھ شہر اور اس کے دائیں طرف کے بالائی علاقوں سمیت مکمل پونچھ اور سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد اپنی فوج کو پیر پنجال کے راستے شوپیاں میں جہاں اس وقت محمد عظیم خان کی فوجی چھاؤنی تھی وہاں پر اپنی فوج کے دونوں حصوں کو جمع ہونے کا حکم دے کر رنجیت سنگھ نے پونچھ کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت ریاست پونچھ کے ایک حصے پر راٹھور راجہ شیر باز خان کی حکمرانی تھی جبکہ مرکز پونچھ کا قلعہ راجہ روح اللہ کے قبضے میں تھا اور پونچھ کے تیسرے مختصر سے تین سو مربع میل کے علاقے پر کچھ آزاد قبائل نے کچھ عرصے سے مرکز پونچھ سے خود مختاری حاصل کر رکھی تھی۔ اس طرح پونچھ میں ایک نہیں تین حکومتیں قائم تھیں جبکہ پونچھ کے مغرب میں پہاڑی ریاست سدھنوتی تھی جس کے پندرہ پہاڑی سردار مرکز سدھنوتی کے حکمران سردار شمس خان کے زیر اطاعت تھے چنانچہ رنجیت سنگھ ریاست پونچھ اور ریاست سدھنوتی کے ان تمام علاقوں کو فتح کرنے کی غرض سے پونچھ پر جب حملہ آور ہوا تو اس وقت راجہ شیر باز خان نے کسی مزاحمت کے بغیر اپنے زیر انتظام پونچھ کا الحاق معاہدہ امن کی صورت رنجیت سنگھ سے کر لیا جس کے بعد رنجیت سنگھ

نے راجہ روح اللہ کے زیر انتظام مرکز پونچھ کا قلعہ فتح کرنے کے لئے قلعہ پونچھ کا محاصرہ کرلیا تو اسی دوران پونچھ میں شدید بارش شروع ہوگئی جس میں رنجیت سنگھ کی کئی توپیں اور بندوقیں ناکارہ ہوگئیں جبکہ دوسری طرف قلعہ پونچھ سے راجہ روح اللہ نے رنجیت سنگھ کی فوج پر شدید بمباری کی جس کے نتیجے میں وقتی طور پر رنجیت سنگھ کو مرکز پونچھ سے پسپائی اختیار کرنا پڑی چنانچہ رنجیت سنگھ کی فوج مرکز پونچھ سے پسپا ہوکر جب سدھنوتی کی سرحد پلنگی کے مقام پر پہنچی تو یہاں رنجیت سنگھ کا سامنا سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں سے ہوا جن کی کمان خود سردار شمس خان کررہے تھے چنانچہ یہاں سدھنوتی اور رنجیت سنگھ کی فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں رنجیت سنگھ کی فوج جو پہلے ہی شدید بارشوں کے باعث اپنی کئی توپیں اور بندوقیں ناکارہ کربیٹھی تھی سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کے اس زبردست اچانک حملے کی تاب نہ لاسکی جس پر ماخذ سدھنوتی کے مصنف صوبہ خان لکھتے ہیں کہ پہلی سکھ سدھنوتی پلنگی جنگ فقط چار گھنٹے تک لڑی گئی جس میں سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کے ہاتھوں رنجیت سنگھ کے آٹھ سو فوجی اور تین سو خچر مارے گئے چنانچہ اس لڑائی میں رنجیت سنگھ کی تھکی ہاری فوج کو جب پہاڑی سرداروں نے چار گھنٹے تک سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا تو بالآخر چار گھنٹوں میں ہی رنجیت سنگھ کے حوصلے جواب دینے لگے تو رنجیت سنگھ اپنی دو پہاڑی توپیں اور 22 بوری اجناس اسی جگہ پلنگی کے میدان جنگ میں چھوڑ کر سدھنوتی کی سرحد پلنگی سے راجوری کی طرف بھاگ

نکلا جس کے بعد سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں نے سردار شمس خان کی کمان میں مال غنیمت سمیٹتے ہوئے سدھنوتی کی سرحدوں میں واپس داخل ہوکر رنجیت سنگھ کے دوسرے حملے کا بیس دن تک انتظار کیا مگر رنجیت سنگھ کو اس جنگ میں مرکز پونچھ اور سدھنوتی کی سرحد پر جس قدر سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں سے شکست میں جانی اور مالی نقصان ہوا اس کی وجہ سے رنجیت سنگھ نے 1814ء کے وسط سے لے کر 1819ء تک پورے ساڑھے چار سال تک کشمیر کی طرف دیکھا تک نہیں۔

پہلی سکھ سدھنوتی جنگ کے بعد
سکھ سدھنوتی معاہدہ امن کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔22

1814ء کے وسط میں لڑی جانے والی پہلی سکھ سدھنوتی پلنگی جنگ کے بعد رنجیت سنگھ نے ساڑھے چار سال میں اپنی پوری طاقت کو جمع کیا اور 1819ء کو شوپیاں کی جنگ میں بالآخر کشمیر کو فتح کر لیا اور پھر پونچھ کی طرف رخ کیا تو حسب سابق پونچھ کا حکمران اب بھی راجہ شیر باز خان تھا جس نے 1814ء کے وسط میں ہی سکھ سلطنت کے زیر اطاعت ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور وہ اب مرکز پونچھ پر بھی راجہ روح اللہ کی وفات کے بعد قابض تھا مگر اس بار بھی جب سکھوں نے شوپیاں کی جنگ میں کشمیر فتح کیا تو راجہ شیر باز خان نے ایک بار پھر بلا کسی مزاحمت پونچھ کا الحاق رنجیت سنگھ کی سلطنت کے ساتھ کر دیا چنانچہ اس بار رنجیت سنگھ نے بغیر کسی لڑائی کے پونچھ کو فتح کیا اور اس کے بعد ریاست سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں اور تین سو مربع میل ریاست پونچھ سے

آزاد ہونے والے آزاد قبائل سے کسی قسم کی کوئی لڑائی یا ان پر حملہ کیے بغیر جموں کشمیر اور پونچھ پر اپنا تسلسل قائم کرنے پر پوری توجہ دینا شروع کی اور اس طرح سکھ سلطنت نے کشمیر، جموں اور پونچھ پر کچھ ہی عرصے میں اپنا مکمل تسلط قائم کرلیا جس کے بعد سکھ سلطنت نے پہلے اپنی فوج کے جرنیل گلاب سنگھ کے والد کو اور پھر ان کی وفات کے بعد خود گلاب سنگھ کو جموں کی جاگیر دی اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد جب رنجیت سنگھ نے گلاب سنگھ کے بھائی راجہ دھیان سنگھ کو جو سکھ سلطنت کا وزیر اعظم تھا، پونچھ کی جاگیر دی تو اس جاگیر کی رسم تاج پوشی کے عینی شاہدین میں شامل مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ جب جاگیر پونچھ کی سکھ سلطنت کے دربار لاہور میں رسم جاگیر تاج شاہی کی تقریب منعقد کی گئی تو اس موقع پر سکھ سلطنت کے وزیر اعظم میاں دھیان سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے التجا کرتے ہوئے کہا 'مہاراجہ آپ پر میرے ماں باپ قربان اگر آپ کا حکم ہو تو جو 1600 مربع میل پونچھ کا علاقہ 1596ء میں اکبر بادشاہ نے راجا سراج الدین کو اپنے دستخط کے ساتھ مہر ثبت کر کے دیا تھا اور جو بعد میں افغانوں کے قبضے میں چلا گیا اور اب مہاراجہ بہادر رنجیت سنگھ کے قبضے میں ہے اس کے بعض علاقے اب بھی سکھ سلطنت کی دسترس سے باہر ہیں، اگر آپ حکم دیں تو ان علاقوں کو بھی اس عظیم الشان سکھ سلطنت کا حصہ بنالیا جائے۔ ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ دراصل دھیان سنگھ نے پونچھ

جاگیر کے لئے اپنی اس رسم جاگیر تاج شاہی میں یہ بات اس لئے کہی تھی کہ رنجیت سنگھ نے اس سے پہلے گلاب سنگھ کو جموں کی جاگیر بغیر کسی دستاویزات کے فقط اعلانیہ طور پر ہی دی تھی مگر اب دھیان سنگھ کو ان جاگیروں کی سکھ سلطنت سے سرکاری دستاویزات بھی حاصل کرنی تھیں کیونکہ 1600 مربع میل ریاست پونچھ میں سے آزاد قبائل کا علاقہ فقط 300 مربع میل پر مشتمل تھا جبکہ 1300 مربع میل میں ریاست پونچھ کا علاقہ پہلے ہی سکھ سلطنت کے زیر انتظام تھا اس لئے دھیان سنگھ کو اس تین سو مربع میل علاقہ پونچھ کی فکر بالکل بھی نہیں تھی بلکہ اس موقع پر راجہ دھیان نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے صحیح موقع پر صحیح بات کہی تھی اور اس وقت تیر بھی صحیح نشانے پر لگا چنانچہ رنجیت سنگھ نے اسی مجلس جاگیر پونچھ کی رسم تاج شاہی میں یہ اعلان کر دیا کہ ریاست پونچھ کے باقی علاقے بھی فتح کیے جائیں اور متعلقہ جاگیر کی دستاویزات بھی لائی جائیں چنانچہ پونچھ اور جسٹروٹہ جاگیروں کی دستاویزات پر رنجیت سنگھ نے اپنے دستخط کے ساتھ مہر ثبت کر کے راجہ دھیان سنگھ کو یہ جاگیر دی۔ یہ وہی جاگیر پونچھ ہے جسے مغلوں نے باقاعدہ 1600 مربع میل کی حد بندی کے ساتھ 1596ء میں اپنے نومسلم سپاہی راجا سراج الدین کو عطا کی تھی اور بعد ازاں یہ وہی 1600 مربع میل ریاست پونچھ تھی جو افغانوں کے زیر قبضہ 1752ء سے 1819ء تک رہی اور جسے افغانوں نے بھی اسی خاندان کو اپنے زیر انتظام دیئے رکھا جس کے بعد سکھ سلطنت نے بھی

اسی ریاست پونچھ پر 1819ء میں قبضہ کر کے یہاں اپنا تسلط قائم کرنے کے بعد 1827ء میں جب اسی 1600 مربع میل ریاست پونچھ کو سکھ سلطنت نے اپنے وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ کو جاگیر میں دیا تو اس وقت بھی اس جاگیر پونچھ کے 1600 مربع میل کے علاقوں میں موجودہ آزاد کشمیر اور بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کے علاقے شامل تھے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

- تحصیل حویلی
- تحصیل منڈی
- تحصیل مینڈھر
- تحصیل سورن کوٹ
- تحصیل منکوٹ

یہ علاقے جو اس وقت بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کے ضلع پونچھ کے کل رقبہ 1,674 مربع کلومیٹر (646 مربع میل) پر مشتمل ہیں جس میں سے یہ 646 مربع میل کا علاقہ اسی سابقہ 1600 مربع میل ریاست پونچھ کے حصے میں سے ہے جو اب بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کا ضلع پونچھ کہلاتا ہے۔

اسی طرح بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کے پونچھ سے سابقہ 1600 مربع میل ریاست پونچھ کا حصہ کہلانے والے علاقوں میں مینڈھر اور سورن کوٹ اور بالاکوٹ کے 100 مربع میل کے سرحدی علاقے ضلع راجوری میں 1972ء

کو بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کی حکومت نے انتظامی تقسیم کی بنیادوں پر سابقہ ریاست پونچھ کے یہ علاقے ضلع راجوری میں شامل کر دیئے ہیں جو آج بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کے ضلع راجوری کا حصہ کہلاتے ہیں۔اس طرح مجموعی طور پر بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کے پاس آج سابقہ ریاست پونچھ کے 1600 مربع میل کے علاقوں میں سے 746 مربع میل کا یہ علاقہ بھارتی جموں وکشمیر میں شامل ہے۔

☆ اس کے بعد پاکستان کے زیر اہتمام آزاد کشمیر میں واقع موجودہ ضلع باغ کے کل رقبے 770 مربع کلومیٹر (300 مربع میل) میں سے 275 مربع میل کا یہ علاقہ سابقہ ریاست پونچھ کا حصہ کہلاتا ہے۔

☆ اس کے بعد آزاد کشمیر میں واقع ضلع پونچھ کے کل رقبہ 855 مربع کلومیٹر (330 مربع میل) میں سے تحصیل عباس پور کا 126 مربع میل کا یہ پورا علاقہ سابقہ ریاست پونچھ کا حصہ کہلاتا ہے۔

☆ اس کے بعد آزاد کشمیر میں واقع ضلع حویلی کے کل رقبہ 231 مربع میل کا یہ علاقہ بھی سابقہ ریاست پونچھ کا حصہ کہلاتا ہے۔

☆ اس کے بعد آزاد کشمیر میں واقع ضلع کوٹلی کے کل رقبہ 1,862 مربع کلومیٹر (719 مربع میل) میں سے تحصیل نکیال اور فتح پور تھکیالہ کا 102 مربع میل کا علاقہ بھی سابقہ ریاست پونچھ کا حصہ کہلاتا ہے۔

☆ اس کے بعد آزاد کشمیر میں واقع ضلع ہٹیاں کے کل رقبہ 854 مربع کلومیٹر (330 مربع میل) میں سے تحصیل چکار گڑھی دو پٹہ کا 120 مربع میل کا علاقہ بھی سابقہ ریاست پونچھ کا حصہ کہلاتا ہے۔

اس طرح سابقہ ریاست پونچھ جو 1596ء میں اپنی اس حد بندی کے ساتھ قائم ہوئی اور پھر اسی حد بندی کے ساتھ جسے 1827ء میں سکھ سلطنت نے اپنے وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ کو بطور جاگیر دی، اسی ریاست پونچھ کے 854 مربع میل کے علاقے آج آزاد کشمیر کے ضلع کوٹلی، ضلع باغ، ضلع پونچھ، ضلع حویلی اور ضلع ہٹیاں کا حصہ کہلاتے ہیں۔ یہ وہ علاقے ہیں جو 1596ء سے 1600 مربع میل ریاست پونچھ کا حصہ کہلاتے ہیں اور اسی 1600 مربع میل پونچھ کو رنجیت سنگھ نے دس جنوری 1827ء کو دھیان سنگھ کو بطور جاگیر دیا تھا جس کی رسم تاج پوشی کے موقع پر دھیان سنگھ نے رنجیت سنگھ سے پونچھ ریاست کی سند جاگیر لیتے وقت باقی ریاست پونچھ کے تین سو مربع میل کے علاقے پر قابض آزاد قبائل اور 550 مربع میل ریاست سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کو سکھ سلطنت کے زیر اطاعت لانے کی اجازت مانگی تھی اور اسی موقع پر ان علاقوں کو سکھ سلطنت کے زیر اطاعت لانے کا فیصلہ ہوا جو بنیادی طور پر سکھ سدھنوتی معاہدہ امن کا باعث بنا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ لکھتے ہیں کہ دس چیتر 1827ء کے بعد 24 فروری 1827ء کو رنجیت سنگھ نے خود اپنی زیر کمان ساٹھ

ہزار فوج کا لشکر جرار لے کر سب سے پہلے راولپنڈی کہوٹہ جو سدھنوتی کا صدر دروازہ کہلاتا ہے وہاں خیمہ زن ہو کر پہلے پہل سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کی طاقت کا اندازہ لگایا کیونکہ 1814ء کے وسط میں رنجیت سنگھ پچھلی مرتبہ سدھنوتی کی سرحد پر سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں سے شکست کھا چکا تھا اس لئے اس بار بڑی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اس نے یہاں رک کر کہوٹہ کے جن علاقوں پر سدھنوتی کی حکومت تھی ان پر ایک سو پچاس توپوں سے شدید بمباری کی۔ اتنی بڑی فوج اور ان کے وسائل توپ خانہ اور جدید ہتھیار دیکھ کر سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں اور پونچھ کے دیگر آزاد قبائل میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ اس خوف و ہراس کے باعث ریاست پونچھ سے بغاوت کے نتیجے میں پونچھ کے جن قبائل نے تین سو مربع میل کے علاقوں میں اپنے اپنے دیہاتوں پر اپنی اپنی آزاد حکومتیں قائم کر رکھی تھیں، انہوں نے 25 فروری 1827ء کو خود کہوٹہ کے مقام پر آ کر رنجیت سنگھ کی اطاعت قبول کرنے کا اعلان کر دیا جس پر رنجیت سنگھ نے اس تین سو مربع میل علاقے کو واپس ریاست پونچھ میں شامل کر کے دھیان سنگھ کی جاگیر میں ہی برقرار رکھا چنانچہ اس کے بعد اب 550 مربع میل ریاست سدھنوتی تھی جس کی سرحدیں سکھ سلطنت سے باہر تھیں اور جس پر اس وقت سدھنوتی کے پندرہ سدوزئی سدھن پہاڑی سرداروں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں، جن کی

مرکزی سربراہی سردار شمس خان کے پاس تھی چنانچہ سردار شمس خان نے رنجیت سنگھ کے کہوٹہ میں خیمہ زن ہوتے ہی ان تمام پہاڑی سرداروں کا قلعہ منگ میں لویہ جرگہ منعقد کیا جس میں سکھ سلطنت سے جنگ یا اطاعت پر بحث مباحثہ ہوا اور تبھی انہیں معلوم ہوا کہ سدھنوتی کے پندرہ پہاڑی سرداروں کے پاس کل ساڑھے چار ہزار تک فوج ہے جبکہ باقی لڑنے والے وہ سدھن کسان تھے جن کے پاس اپنی سواری تک نہیں تھی۔ ایسے حالات میں پہاڑی سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر سکھ سلطنت سے معاہدہ امن ہو جائے تو ٹھیک ہے نہیں تو خدائے قدرت پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، انجام خواہ جو بھی ہو چنانچہ سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کے سرداروں کے اس متفقہ فیصلے پر سردار شمس خان نے اپنے قاصد رنجیت سنگھ کے مسلمان سفارت کار وزیر خارجہ فقیر عزیز الدین کو بھیجے اور اس طرح سردار شمس خان نے معاہدہ امن کے تحت ریاست سدھنوتی کو سکھ سلطنت کے زیر اطاعت لانے کی پیشکش کی۔ یاد رہے کہ زمانہ قدیم سے ہی برصغیر میں امن کا معاہدہ ایک قانون کی حیثیت رکھتا تھا۔ برصغیر میں جب بھی کوئی ریاست کسی سلطنت سے بغیر جنگ کیے اس کی اطاعت قبول کر لیتی تو معاہدہ امن کے تحت اس ریاست سے دیگر جنگ و جبر کے زور پر فتح کی گئی ریاستوں کی بہ نسبت کم ٹیکس لیا جاتا تھا اور حکومت بھی اس ریاست کے اسی حکمران کے پاس برقرار رکھی جاتی تھی جس نے بغیر جنگ کیے اپنی ریاست کا

الحاق اس سلطنت کے ساتھ کیا ہو، چنانچہ جب فقیر عزیز الدین نے ریاست سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کی معاہدہ امن کی پیشکش درخواست کی شکل میں رنجیت سنگھ کے سامنے رکھی تو رنجیت سنگھ نے اسے بخوشی قبول کرلیا۔ اس طرح ریاست سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں اور رنجیت سنگھ کے درمیان موجودہ آزاد کشمیر کے مقام اولاڑ جسے باب سدھنوتی بھی کہتے ہیں وہاں پر معاہدہ امن ہوا جس کا بنیادی آرٹیکل یہ تھا کہ۔

"1 ۔ سدھنوتی کے پندرہ پہاڑی سرداروں کی سربراہی سردار شمس خان کے پاس ہی برقرار رکھتے ہوئے سردار شمس خان کو لاہور سکھ سلطنت کے دربار میں سدھنوتی کی نمائندگی دی جاتی ہے جس کے تحت سردار شمس خان اپنے پورے خاندان سمیت جو اس وقت 70 افراد پر مشتمل ہے، اس خاندان سمیت سردار شمس خان لاہور سکھ دربار میں سکھ سلطنت کا اعتماد حاصل کرنے تک وہیں رہیں گے اور وہیں سے ریاست سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کی سربراہی اور ٹیکس کی وصولی ان سے کریں گے جبکہ دیگر ضروری معاملات کے لئے سردار شمس خان کسی بھی وقت لاہور دربار کو آگاہ کر کے وہاں آجا سکتے ہیں مگر اپنے خاندان کے افراد کے ہمراہ سکھ سلطنت کا اعتماد حاصل کرنے تک سدھنوتی نہیں جا سکتے"

چنانچہ اس معاہدے کے تحت سردار شمس خان کو قلع منگ سے اپنے خاندان کے 70 افراد کے ساتھ سکھ سلطنت کے لاہور دربار میں منتقل ہونا پڑا جبکہ معاہدہ

کے بعد رنجیت سنگھ نے فقیر عزیز الدین کی سربراہی میں دھیان سنگھ اور سردار شمس خان اور سدھنوتی کے پندرہ پہاڑی سرداروں اور سکھ سلطنت کے دیگر دس وزیروں اور مشیروں کے وفد کو سدھنوتی میں آبادی کے تناسب سے ٹیکس مقرر کرنے کا حکم دیا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں، اس وقت آبادی کے تناسب سے سدھنوتی میں اس وفد نے دس ہزار چھ سو سالانہ ٹیکس مقرر کیا جسے سردار شمس خان کو سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کی طرف سے ادا کرنا تھا جبکہ معاہدہ امن کے تحت باقی سدھنوتی کی اندرونی خود مختاری جیسا کہ سدھنوتی حکومت کے قلعے اور دیگر عدالت اور پولیس، فوجداری نظام میں مالیہ ٹیکس کی وصولی سردار شمس خان کے زیر کنٹرول ہی رہنا طے پایا چنانچہ سردار شمس خان کے ساتھ یہ سب معاملات طے ہونے کے بعد سکھ سلطنت نے سردار شمس خان کو لاہور سکھ دربار میں سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں سے مالیہ جات کی رقم وصول کر کے سکھ سلطنت کے وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ کے پاس جمع کرانے کے لئے کہا جس کے بعد سردار شمس خان نے 28 فروری 1827ء سے 5 اپریل 1832ء تک معاہدہ امن میں طے ہونے والے سدھنوتی کے فرائض بڑی حکمت عملی سے سرانجام دیئے۔

پونچھ جاگیر میں ریاست
سدھنوتی کے ضم ہونے کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔23

سکھ سدھنوتی معاہدہ امن کے پس منظر میں بیان کیا گیا ہے کہ 28 فروری 1827ء کو معاہدہ امن کے تحت ریاست سدھنوتی نے سکھ سلطنت کی اطاعت قبول کر لی تھی جس کے تحت سردار شمس خان کو سدھنوتی سے سالانہ دس ہزار چھ سو روپے ٹیکس دینا پڑتا تھا چنانچہ سردار شمس نے سکھ سلطنت کے لاہور دربار میں 28 فروری 1827ء سے 5 اپریل 1832ء تک اپنے فرائض بڑی حکمت عملی سے سرانجام دیئے جسے دیکھ کر سکھ سلطنت کا وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ بھی سردار شمس خان کی ایمانداری اور اعلیٰ ظرفی سے کافی متاثر تھا جبکہ سدھنوتی میں بھی تمام پہاڑی سردار سردار شمس خان کی اس مرکزی قیادت سے بڑے خوش تھے مگر 1819ء سے 1832ء تک تیرہ سال کے دوران جہاں سکھ سلطنت میں بہت کچھ بدلا وہاں ڈوگرہ برادران، گلاب سنگھ اور میاں دھیان سنگھ نے بھی سکھ

سلطنت میں اس عرصے کے دوران اب اتنی طاقت پکڑ لی تھی کہ وہ کسی بھی سازش کو سکھ دربار میں اپنے مفاد کے لئے عملی جامہ پہنا سکتے تھے چنانچہ ڈوگرہ برادران نے ریاست سدھنوتی کو جو 1827ء سے براہ راست سکھ سلطنت کے زیرانتظام تھی، اپنی جاگیروں میں شامل کرنے کے لئے سب سے پہلے سردار شمس کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا جس میں انھوں نے پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سدھنوتی میں بغاوت کے اثرات اور اس بغاوت سے سردار شمس خان کی بے خبری اور نااہلی کی خبریں دے کر رنجیت سنگھ کے کان بھرنے شروع کئے اور کہا کہ سردار شمس خان کا سدھنوتی پر کنٹرول ختم ہو چکا ہے اور ساتھ ہی سردار شمس خان کو بتائے بغیر سدھنوتی میں یکم مارچ 1832ء کو فوجی چوکیاں تعمیر کرنا شروع کر دیں جو سدھنوتی کی داخلی خودمختاری کے سراسر خلاف تھا چنانچہ ڈوگرہ برادران، گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ نے جب سدھنوتی میں فوجی چوکیاں تعمیر کرنا شروع کیں تو سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں نے اس تعمیر کو روک دیا جس پر سدھنوتی کے سدوزئی سرداروں اور سکھ فوج کے درمیان لڑائی چھڑ گئی جس کے نتیجے میں بیس سکھ فوجی مارے گئے اور باقی سکھ فوج پونچھ کی طرف بھاگ نکلی۔اس واقعے کے بعد سدھنوتی سے پہاڑی سرداروں کے کچھ پیغام رساں لاہور چلے آئے جنھوں نے سردار شمس خان کو سدھنوتی میں سکھ فوجی چوکیوں کی تعمیر اور اس کے نتیجے میں مارے جانے والے سکھ فوجیوں کے متعلق خبر دی جس پر سردار شمس خان نے ان پیغام رساں افراد کے

ذریعے سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کو پیغام بھیجا کہ ''آئندہ مجھے بتائے بغیر ایسی کوئی کاروائی نہ کرنا اور یہ کہ میں اس واقعہ کے متعلق لاہور دربار میں بات کرتا ہوں، انشاءاللہ سدھنوتی میں کوئی چوکی تعمیر نہیں ہوگی اور اگر کوئی تعمیر شروع ہوئی تو مجھے بتائے بغیر ایسی کوئی کاروائی نہیں کرنا'' اس کے بعد پیغام رساں واپس سدھنوتی چلے آئے جبکہ دوسری طرف ڈوگرہ برادران نے پہلے ہی رنجیت سنگھ کو سدھنوتی میں بغاوت کی خبر دے دی تھی چنانچہ رنجیت سنگھ نے سردار شمس خان کو متعلقہ واقعہ کے پیش نظر طلب کیا اور سردار شمس سے اس بغاوت کے متعلق باز پرس کی تو سردار شمس خان نے بیباک اور واضح بات کرتے ہوئے جو واقعہ پیش آیا اسے بیان کر دیا کہ ''سدھنوتی کے سرداروں کو بتائے بغیر سدھنوتی میں ڈوگرہ برادران نے فوجی چوکیوں کی تعمیر شروع کر دی ہے جس پر سدھنوتی کے سرداروں نے انہیں روکا مگر فوج نہ رکی اور بات لڑائی تک جا پہنچی جس کے باعث فوج اور مقامی سدوزئی سرداروں کے درمیان لڑائی ہوئی مگر کوئی بغاوت نہیں ہوئی'' اس بے باک جواب پر رنجیت سنگھ قدرے غصے میں آ کر کہنے لگا ''اچھا اگر ہم سدھنوتی میں فوجی چوکیاں تعمیر کریں گے تو سدھنوتی کے سردار اب ہم پر حملہ کریں گے؟'' اس کے جواب میں سردار شمس خان نے اتنا ہی کہا کہ یہ تو معاہدہ امن کے سراسر خلاف ہے، سدھنوتی کی داخلی خودمختاری تو معاہدہ امن میں متعین کی جا چکی ہے۔اس کے بعد رنجیت سنگھ نے ڈوگرہ برادران کو بلا کر اصل واقعے کی باز پرس کی تو ڈوگرہ برادران

نے مزید نمک مرچ لگا کر کہا کہ ''پونچھ اور سدھنوتی کی سرحد پر جو فوج تعینات تھی اس کے اہلکار شکار کرتے ہوئے جنگل کے راستے سدھنوتی کے علاقے میں چلے گئے تو سدھنوتی کے سرداروں نے ان پر حملہ کر دیا اور ہمارے بیس سپاہیوں کو مار ڈالا، مہاراجہ ہم تو ہمیشہ سے کہتے آئے ہیں کہ سدھنوتی کی داخلی خودمختاری دوسری دیگر ریاستوں کو تقویت دے رہی ہے، ویسے بھی اہل سدھنوتی اب بہت سرکش ہو چکے ہیں لہٰذا شمس خان کے اختیارات محدود کیے جائیں چنانچہ یہ تجویز رنجیت سنگھ نے پسند کی۔ اس کے متعلق ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کے اس کے بعد رنجیت سنگھ نے ڈوگرہ برادران کو سدھنوتی کی داخلی خودمختاری کو محدود کرنے اور سدھنوتی میں فوجی چوکیاں تعمیر کرنے کا حکم دے دیا تو یہ حکم ملتے ہی 5 اپریل 1832ء کو ڈوگرہ برادران نے تیس ہزار سے زائد سکھ فوج کے ہمراہ سدھنوتی کا رخ کیا جن کی موجودگی میں سدھنوتی کے تمام چوراہوں، شہروں اور دیہاتوں میں پولیس چوکیوں اور فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں نے سردار شمس خان کو اس تعمیر کی بروقت اطلاع دی جس پر سردار شمس خان نے سدھنوتی کے سرداروں کو خاموش رہنے کی ہدایت کی چنانچہ سدھنوتی کے سرداروں نے سردار شمس خان کے حکم پر خاموشی تو اختیار کی مگر یہ ان کی برداشت سے باہر تھا کیونکہ 5 اپریل 1832ء سے پہلے سدھنوتی میں سکھ یا ڈوگرہ کی کوئی فوجی چوکی موجود نہیں تھی۔ سدھنوتی کے پہاڑی سردار اپنی

ریاست میں معاہدہ امن کے تحت داخلی طور پر مکمل آزاد تھے جبکہ سدھنوتی کو سکھ سلطنت کی اطاعت کے بعد فقط آبادی کے تناسب کے حساب سے مالیہ ٹیکس دینے کا پابند بنایا گیا تھا، اس کے علاوہ سکھ فوج، پولیس یا دیگر کسی کا سدھنوتی کے داخلی معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر 5 اپریل 1832ء کے بعد جب سدھنوتی کی داخلی خودمختاری کو ختم کر کے اسے پونچھ میں ضم کیا گیا تو پونچھ یا سکھ سلطنت کے دیگر حصوں میں جس طرح سکھوں کی فوجی چھاؤنیاں اور پولیس چوکیاں قائم تھیں ویسے ہی سدھنوتی میں بھی سکھ حکومت کی پولیس چوکیوں اور فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ ایسے حالات دیکھ کر سدھنوتی کے پہاڑی سرداروں کا ایک وفد دوبارہ سردار شمس خان کے پاس لاہور آیا اور سردار شمس خان سے ملا۔ سردار شمس خان نے اس وفد سے کہا صبر، ہمت اور حوصلے سے کام لو اور اپنی تمام تر طاقت کو جمع کئے رکھو، میں پہلے یہ کوشش کروں گا کہ سدھنوتی کی داخلی خودمختاری برقرار رہے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو میں اپنے خاندان کے لوگوں کو یہاں سے جلد نکال کر آپ لوگوں سے آملوں گا، البتہ میرے آنے سے پہلے کسی قسم کی کوئی کاروائی نہ کی جائے۔ اس کے بعد سردار شمس خان نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح سے سدھنوتی کی داخلی خودمختاری برقرار رہے مگر اسے نہ صرف اس کام میں ہر طرف سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا بلکہ اسے سکھ سلطنت کے وزیراعظم راجہ دھیان سنگھ کی طرف سے

یہاں تک کہہ دیا گیا کہ سدھنوتی کو اب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم پر پونچھ میں ضم کر کے پونچھ وسدھنوتی کو ون یونٹ بنایا گیا ہے، اس لئے اب پونچھ کا مالیہ دار ٹیکس وصولی دیوان دلباغ رائے ہی سدھنوتی سے بھی ٹیکس وصول کرے گا کیونکہ اب سدھنوتی پونچھ میں ضم ہوچکی ہے اور پونچھ کا مالیہ دار دیوان دلباغ رائے ہے، اس لئے اب وہی سدھنوتی کا بھی مالیہ دار ٹیکس وصولی ہے لہٰذا اب آپ ان کی معاونت میں کام کریں۔ اس کے بعد سردار شمس خان نے لاہور دربار سے اپنے خاندان سمیت فرار ہو کر لاہور دربار سے بغاوت کرنے کا اٹل فیصلہ کرلیا جس کا ذکر آگے دوسری سکھ سدھنوتی جنگ میں آئے گا یہاں 1407ء میں قائم ہونے والی پختون ریاست سدھنوتی کے 1596ء میں قائم ہونے والی جاگیر پونچھ میں 5اپریل 1832ء کو ضم ہونے کا مختصر تاریخی پس منظر ہی بیان کیا جاتا ہے۔

دوسری سکھ سدھنوتی جنگ کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔24

28 فروری 1827ء کو ریاست سدھنوتی نے سکھ سلطنت سے معاہدہ امن کی شکل میں سکھ سلطنت کی اطاعت قبول کی جس میں سدھنوتی کی داخلی خودمختاری جیسا کہ سدھنوتی کے کوٹ قلعے میں فوجداری نظام اور سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کی سربراہی اور سدھنوتی سے مالیہ ٹیکس کی وصولی کے ساتھ سدھنوتی کی حکومت سردار شمس خان آباخیل سدوزئی کے پاس ہی برقرار رکھی گئی تھی مگر اس سکھ سلطنت کی اطاعت کے باعث سردار شمس خان کو لاہور میں سکھ سلطنت کو سالانہ دس ہزار چھ سو روپے ٹیکس دینا پڑتا تھا جس کے لئے سردار شمس خان کو شروع میں اپنے خاندان کے ستر افراد سمیت لاہور سکھ دربار میں رہنا پڑا کیونکہ سردار شمس خان اور اس کا خاندان معاہدہ امن کی رو سے سدھنوتی کی پندرہ اکائیوں کے سالانہ ٹیکس کا ضامن قرار پایا تھا اس لئے سردار شمس خان شروع میں اپنے پورے

خاندان کے ساتھ لاہور سکھ دربار میں رہے مگر دو سال بعد جب سردار شمس نے سکھ سلطنت کا اعتماد حاصل کر لیا تو اس کے بعد لاہور دربار سے ان کے خاندان کے باقی ساٹھ افراد کو واپس سدھنوتی گاؤں دھمن جانے کی اجازت مل گئی اس کے بعد فقط آپ کے اپنے بیوی بچوں اور دس سدوزئی سدھن محافظوں اور سکھ سلطنت کی طرف سے دیئے گئے چار سکھ محافظوں کے ساتھ آپ سکھ سلطنت کے لاہور دربار میں رہتے رہے مگر 5 اپریل 1832ء کو جب سدھنوتی کی داخلی خودمختاری ختم کر کے سکھ سلطنت نے ریاست سدھنوتی کو جاگیر پونچھ میں ضم کیا اور سدھنوتی میں دیوان دلباغ رائے کے اثر ورسوخ بڑھنے لگے تو سردار شمس خان نے اس دربار سے اچانک علحیدگی اختیار کی اور سدھنوتی میں اپنے آبائی گاؤں دھمن چلے آئے جس کے بعد سردار شمس خان نے دھمن کے دیری قلعہ میں لویہ جرگہ کیا جس میں تمام سرداران سدھنوتی سے سکھ سلطنت کے خلاف لڑنے مرنے کا حلف لے کر سکھ سلطنت سے لڑنے کا فیصلہ کیا گیا چنانچہ گاؤں دھمن میں سردار شمس خان کے اس لویہ جرگے کی خبر سکھ فوج کو ہوئی تو سکھ فوج نے براستہ کوٹلی گاؤں دھمن پر حملہ کر دیا جس کے بعد سردار شمس خان کے آبائی گاؤں دھمن سے دوسری سکھ سدھنوتی جنگ کا آغاز ہوا جس کے بعد یکے بعد دیگرے سدھنوتی کے قلعوں تک یہ لڑائی پھیلتے پھیلتے کچھ ہی دنوں میں سردار شمس خان کی فوج نے مکمل سدھنوتی کو سکھ سلطنت سے آزاد کرا کے پونچھ کی طرف جب پیش قدمی کی تو اس وقت پونچھ کے جن قبائل نے

1810ء میں مرکز پونچھ سے بغاوت کر کے تین سو مربع میل کے علاقے میں اپنی اپنی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لی تھیں مگر پھر بعد میں 1827ء میں سکھ سلطنت کے حملے کے خوف سے خود کہوٹہ جا کر رنجیت سنگھ کی اطاعت قبول کرنے کا اعلان کیا تھا ان قبائل نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں سکھوں کے خلاف بغاوت کر دی چنانچہ سردار شمس خان کی ان بڑھتی ہوئے فتوحات کو روکنے کے لئے سکھ سلطنت نے جنرل ادھم سنگھ، جنرل لعب سنگھ اور جنرل زوردار سنگھ کو پانچ پانچ ہزار کے تین لشکر دے کر سردار شمس خان کے مقابلے میں بھیجا مگر پہلی سکھ سدھنوتی جنگ کی طرح دوسری سکھ سدھنوتی جنگ میں بھی سکھ سلطنت کی اس فوج کو سدھنوتی، پونچھ، اور جموں کے بائیس محاذوں پر پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا جس کے باعث سدھنوتی نے اس جنگ میں مکمل جاگیر پونچھ اور نصف جاگیر جموں پر قبضہ کر لیا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ دوسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سکھ سلطنت کی ساڑھے تین ہزار فوج ماری گئی مگر اس میں سب سے زیادہ سکھ فوج سردار شمس خان کے آبائی گاؤں دھمن کے رقبہ بدی گلہ معرکے میں ماری گئی۔ بدی گلہ سردار سبز علی خان اور سردار ملی خان کا محلّہ اور سردار شمس خان حکمران سدھنوتی اور سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان کے گاؤں دھمن کا ایک رقبہ ہے چنانچہ اس معرکے میں براہ راست لڑائی لڑنے والے سدھنوتی کے آخری حکمران مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ دوسری سکھ سدھنوتی

جنگ کے بائیس محاذوں میں سے بدی گلہ معرکے میں سب سے زیادہ سکھ فوج ماری گئی جس کی تعداد کا صحیح علم اس وقت ہوا جب یہاں اس معرکے میں ماری جانے والی سکھ فوج کی لاشیں تعفن کا باعث بننے لگیں تو اس وقت سدھنوتی کی فوج نے ان تمام لاشوں کو ایک کھلے کناڑ میں جمع کر کے لکڑیاں اور گھاس ڈال کر جب جلانا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں ماری جانے والی سکھ فوج کی تعداد پندرہ سو تھی چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس لڑائی میں سکھوں کا اتنا خون بہا کہ یہاں کی کھائیوں، گہلوں، جبروں میں کئی دنوں تک خون ہی خون نظر آتا رہا۔ اس خونریزی کے بعد اس رقبے بدی گلہ کا نام ہی لوگ بھول گئے اور اسے رت نا گلہ اور رتے نا گلہ کہنے لگے کیونکہ خون کو پہاڑی زبان میں رت کہتے ہیں اور رت کی جمع رتے ہے، مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ آج اس خون ریزی کو بیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے جبکہ بدی گلہ کو اس خون ریزی کے بعد آج بھی لوگ رت نا گلہ ہی کہتے ہیں یہاں مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ مصنف ماخذ سدھنوتی 1852ء تک ماخذ سدھنوتی لکھتے رہے ہیں اس کے علاوہ ہندو مصنف ''گلاب نامہ'' لکھتے ہیں کہ سردار شمس خان جو سدھن قبیلے کا شر پسند سربراہ تھا اس نے سکھ فوجیوں کے علاوہ عام سکھوں اور ہندوؤں کا قتل عام بھی کیا حتیٰ کہ سردار شمس خان نے دوسری سکھ سدھنوتی جنگ میں کئی سکھ اور ہندو عورتوں کے پیٹ کے اندر سے مادر رحم تک

چاک کر کے ہندوؤں اور سکھوں کی اولادوں کو پیدا ہونے سے قبل ہی ان کی ماؤں کی کوکھ میں ہی قتل کر دیا جبکہ دوسری سکھ سدھنوتی جنگ کے عینی شاہد مصنف سردار صوبہ خان ماخذ سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ دوسری سکھ سدھنوتی جنگ کے پچیس محاذوں میں سے بائیس محاذوں پر سدھنوتی کو فتح حاصل ہوئی جبکہ اس جنگ میں سردار شمس خان نے دو ماہ میں سکھ سلطنت کی فوج سے بائیس چھوٹے بڑے قلعے اور ان کی 106 چوکیاں چھین کر ان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ اس جنگ میں ساڑھے تین ہزار سکھ فوجیوں سمیت ان کے پانچ ہزار خچر بھی مارے گئے جبکہ دوسری طرف سردار شمس خان کے بھی بارہ سو سدوزئی سدھن سپاہی اور چار سو خچر مارے گئے۔ المختصر دوسری سکھ سدھنوتی جنگ میں بھی پہلی سکھ سدھنوتی جنگ کی طرح سدھنوتی کو فتح حاصل ہوئی۔

تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں
سقوط سدھنوتی کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔25

5 اپریل 1832ء کو جب سکھ سلطنت نے ریاست سدھنوتی کو پونچھ جاگیر میں ضم کرنے کی کوشش کی تو اس وقت ریاست سدھنوتی کے حکمران سردار شمس خان آباخیل سدوزئی نے سکھ سلطنت سے بغاوت اختیار کر لی جو دوسری سکھ سدھنوتی جنگ کا سبب بنی چنانچہ دوسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سدھنوتی کو جب فتح ہوئی تو اس وقت سدھنوتی نے جاگیر پونچھ سمیت جموں تک کے بیشتر حصوں پر قبضہ کر لیا مصنف ماخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ تیسری سکھ سدھنوتی جنگ کے وقت ریاست سدھنوتی نے اپنے پندرہ چھوٹے بڑے قلعوں کے علاوہ پونچھ اور جموں کے سات مزید قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا چنانچہ ریاست سدھنوتی کے پاس اب 22 قلعے آچکے تھے جس کے لئے حکمران سدھنوتی سردار شمس خان نے اپنی فوج کو سات ہزار سے بڑھا کر سولہ ہزار کیا اور ان 22 قلعوں میں حسب

ضرورت اپنی فوج تعینات کی اس کے بعد معاہدہ امن کے وقت، سدھنوتی کے سالانہ دس ہزار چھ سو روپے سالانہ ٹیکس میں بھی خاطر خواہ اضافہ کرتے ہوئے سردار شمس خان نے پونچھ اور جموں کے بیشتر مفتوحہ علاقوں سے صرف دو ماہ دس دن کی مدت میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا ٹیکس وصول کیا کیونکہ اس وقت بنیادی طور پر سردار شمس خان کو زیادہ سے زیادہ روپے اور فوج کی ضرورت تھی اس لئے اس مجبوری اور وقت کی ضرورت کے تحت سردار شمس خان کو ایسے اقدام اٹھانے پڑ رہے تھے لیکن دوسری طرف سردار شمس خان کی طرف سے اس جارحانہ ٹیکس وصولی سے پونچھ اور جموں میں اس کے اپنے حامی مسلم قبائل بھی ناراض ہو کر سردار شمس خان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے راستے تلاش کرنے لگے مصنف ماخذ سدھنوتی لکھتے ہیں کہ سردار شمس خان کے اس طرح جارحانہ ٹیکس وصول کرنے کے باعث انہیں اندرونی اور بیرونی دوطرفہ طاقتوں سے جنگ لڑنا پڑی اور دوسری طرف سردار شمس خان کی بڑھتی ہوئی فتوحات کے پیش نظر سکھ سلطنت نے خیبر پختونخوا اور دیگر تمام علاقوں سے وقتی طور پر اپنی تمام تر جنگی مہم کو ترک کر کے سردار شمس خان سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنا شروع کی اور اس جنگ کی قیادت سکھ سلطنت کے بہادر ترین جنرل گلاب سنگھ کر رہے تھے جس کے پاس ساٹھ ہزار فوج تھی اور اس فوج کے پچاس کمان دار جرنیل تھے۔ سکھ فوج کے جنرل گلاب سنگھ نے سدھنوتی پر براہ راست حملہ کرنے کے بجائے پہلے کہوٹہ میں جو سدھنوتی کا صدر دروازہ کہلاتا ہے، دو ماہ تک قیام کیا اور

وہاں رک کر سب سے پہلے گلاب سنگھ نے سردار شمس خان کے بھاری ٹیکس وصول کرنے پر ناراض ہونے والے مسلمان قبائل کو اپنے ساتھ ملایا کیونکہ سردار شمس خان نے اپنے زیرانتظام پونچھ اور جموں کے جن ہندو اور مسلمان قبائل سے دو ماہ دس دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار ٹیکس وصول کیا تھا وہ سردار شمس خان سے سخت ناراض ہو گئے تھے، اس طرح گلاب سنگھ نے دو ماہ میں جب پونچھ اور جموں کے بہت سے مسلمانوں کو سردار شمس خان سے علیحدہ کر دیا تو اس کے بعد سب سے پہلے سکھ فوج نے دریائے جہلم کو عبور کیا اور مرکز سدھنوتی کے پہلے قلعہ آئن اور پھر منگ اور اس کے بعد پر سدھنوتی کے چاروں دارالحکومت کہلانے والے چاروں قلعوں پر بیک وقت آٹھ سو پہاڑی توپوں کے ذریعے حملہ کیا تو ایک ماہ تک سدھنوتی کی فوج نے مقابلہ کیا مگر اس دوران سدھنوتی کی چودہ ہزار فوج میدان جنگ میں لڑتے ہوئے ماری گئی لہٰذا اس صورتحال میں سردار شمس کو قلعہ منگ سے فرار ہونا پڑا اور وہ اپنے تین سو ساتھیوں سمیت پونچھ کے سابقہ حکمران راجہ شیر باز خان کے پاس سدران چلے گئے۔ یہ وہی پونچھ کے راجہ شیر باز خان تھے جنہوں نے جب پونچھ کا دو مرتبہ مزاحمت کے بغیر سکھ سلطنت سے الحاق کیا تو اس کے بعد سکھ سلطنت نے انہیں ایک سو چار دیہات پر مشتمل ایک چھوٹی سی جاگیر پر خودمختار حکمرانی دے دی تھی جسے سردار شمس خان نے بھی پونچھ و جموں کے بیشتر علاقے فتح کرتے وقت راجہ شیر باز خان کی جاگیر کو ایک مسلمان جاگیردار سمجھ کر سدران پر حملہ نہیں کیا تھا لہٰذا سردار شمس

خان نے اس احسان کے بدلے راجہ شیر باز خان کے پاس کچھ وقت خفیہ طور پر رہ کر اپنی منتشر فوج کو واپس جمع کر کے سکھ سلطنت سے دوبارہ لڑنے کے لئے سدران کی جاگیر میں پناہ لینا چاہی تو راجہ شیر باز خان نے بھی سردار شمس خان کو اس تحریک میں مدد کی یقین دہانی کراتے ہوئے انہیں خفیہ پناہ بھی دے دی مگر سکھ سلطنت نے سردار شمس خان کو اتنا وقت ہی نہیں دیا کہ وہ تیسری مرتبہ پھر سے سنبھل سکتا چنانچہ سکھ فوج نے سدھنوتی پر اپنے حملوں کا سلسلہ برابر جاری رکھا جس میں ایک معرکے کے دوران سردار سبز علی خان کا لشکر پہاڑی توپوں کے گولوں کی زد میں آ گیا اور اس کے نتیجے میں سردار سبز علی خان اور سردار ملی خان سمیت تین سو سدوزئی سردار شدید زخمی اور نیم جان حالت میں سکھ فوج کے ہاتھ لگے تو سکھ فوج نے سدھنوتی کے ان دو مشہور جرنیلوں کے زندہ جسم سے کھالیں کھنچوائیں چنانچہ سدھنوتی کے مشہور جرنیل سردار سبز علی خان اور ملی خان کے مارے جانے کے بعد سکھ فوج کے جنرل گلاب سنگھ کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس نے یہ اعلان کیا کہ جو فوجی سدھن مرد و عورت، بوڑھے یا بچے کا سر کاٹ لائے گا اسے پانچ روپے فی سدھن سر انعام دیا جائے گا چنانچہ اس اعلان کے بعد سکھ فوجی تین ہزار سدھن مردوں اور عورتوں کے سر کاٹ لائے جبکہ اسی دوران سردار شمس خان کے روپوش ٹھکانے کا بھی سکھ فوج کو علم ہو گیا لہٰذا سکھ فوج کے جرنیل گلاب سنگھ نے اپنے قاصد کو ایک خط لکھ کر راجہ شیر باز خان کے پاس سدران بھیجا جس میں دھمکی دی گئی کہ سردار شمس خان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے ورنہ سدھنوتی کی فوج کے

جرنیل سردار سبز علی خان اور سردار ملی خان کی طرح اپنی اپنی کھال کھنچوانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ایسا دھمکی آمیز خط ملتے ہی راجا شیر باز خان کی ٹانگیں کانپنے لگیں چنانچہ اس کے بعد راجہ شیر باز خان نے اسی رات اپنے اس مصیبت زدہ مہمان کو سوتے ہوئے شہید کرا کر اس کی لاش سکھ سلطنت کے فوجی جرنیل میاں گلاب سنگھ کے پاس بھیج کر اپنی جان کی امان پائی۔ سردار شمس خان کی موت کے بعد تحریک سدھنوتی نے سقوط سدھنوتی کی شکل اختیار کر لی تو اس کے بعد ایک وقت تک سدھنوتی پر سکھ سلطنت کا قبضہ رہا ماخذ سدھنوتی کے مصنف سردار صوبہ جو تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں براہ راست شریک رہے، آپ اس وقت سکھ سدھنوتی جنگ کے دوران حکومت میں اور اس سے قبل سردار شمس خان کی حکومت سدھنوتی میں دیوان سدھنوتی تھے اس کے علاوہ سردار شمس خان اور دیوان سدھنوتی سردار صوبہ خان کے والد بھی آپس میں سگے چچازاد بھائی تھے۔وہ لکھتے ہیں کہ تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سدھنوتی کی چودہ ہزار سدوزئی سدھن فوج اور تین ہزار دیگر سدوزئی سدھن کسانوں سمیت میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے اس کے علاوہ ایک ہزار عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی تعداد بھی ہے چنانچہ اس کے بعد سدھنوتی پر سکھ سلطنت نے قبضہ کر لیا اس جنگ میں پانچ ہزار سدوزئی سدھن قید بھی کئے گئے ان قیدیوں میں دو ہزار بچے اور خواتین بھی شامل ہیں۔

سدھنوتی کے معروف جرنیل سردار سبز علی خان آباخیل سدوزئی

1832 سے 1844ء
تک کا سدھنوتی اور اس کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔26

سدھنوتی کے آخری حکمران اور سابق دیوان سدھنوتی سردار صوبہ خان مصنف ماخذ سدھنوتی کے مطابق 1832ء کی تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں 17 ہزار سدوزئی سدھن میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تب جا کر سدھنوتی پر سکھ سلطنت کا کچھ وقت تک کے لئے قبضہ ہوا چنانچہ کتاب ماخذ سدھنوتی کے اس عینی شاہد، مصنف سردار صوبہ خان کی طرف سے دیئے گئے اس حوالے کی تصدیق پنجاب کے سرکاری گزٹ 1818ء سے بھی ہوتی ہے کیونکہ پنجاب کے سرکاری گزٹ کے مطابق سدھنوتی میں سدوزئی سدھنوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ یہ تعداد پنجاب کے سرکاری گزٹ سے لیفٹننٹ میجر جی سی اسمتھ نے اپنی کتاب A History of the Reigning Family of Lahore میں لکھی ہے جبکہ اس کے 14 سال بعد یعنی 1818ء کے بعد

1832ء کی مردم شماری میں حیرت انگیز طور پر اسی سدھنوتی کے سدوزئیوں کی تعداد چالیس ہزار سے کم ہوکر 25,300 رہ گئی تھی جبکہ دوسری جانب باقی پونچھ اور جموں وکشمیر کے قبائل کی تعداد فی کس کے حساب سے بڑھی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جب 1832ء میں پنجاب کے سکھوں نے سدھنوتی پر قبضہ کرنا چاہا تو سدھن اپنی پختون روایات کے مطابق اس وقت تک لڑتے رہے جب تک ان کے جسم میں جان باقی رہی۔ سدھنوتی کے سدوزئی سدھنوں کی تاریخ گواہ ہے کہ سدھنوتی کی چالیس ہزار سدوزئی آبادی میں سے سترہ ہزار جوان سدوزئی سدھن اس جنگ کے میدان میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے یہی وجہ ہے کے پنجاب کے سرکاری گزٹ کے مطابق تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سدھنوتی میں باقی بچ جانے والے پچیس ہزار سدوزئیوں میں سات ہزار بوڑھے ضعیف العمر سدوزئی اور سترہ ہزاران سدوزئی شہیدوں اور غازیوں کے بچے تھے جو 1832ء کی جنگ میں مارے گئے تھے جن کی عمریں 1832ء کی جنگ کے وقت پانچ سے دس سال کے درمیان تھیں مگر جب ان بچوں کی عمر 1844ء میں 19 سے 24 سال تک ہوگئی تو پھر اسی سدھنوتی میں ان ہی بچوں نے جوان ہوکر سردار صوبہ خان کی سربراہی میں نہ صرف اپنی حکومت قائم کی بلکہ تین مارچ 1859ء کی جنگ میں ڈوگروں کو سدھنوتی بارل کی جنگ میں حیرت ناک شکست بھی دی مگر ان حقائق سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ 1832ء سے 1843ء تک کا عرصہ

سدھنوتی کے سدوزئی سدھنوں کے لئے مشکل ترین وقت تھا۔ ایسا وقت 1407ء سے لے کر 1832ء تک پہلے کبھی سدھنوتی پر نہیں آیا کیونکہ سدھنوتی میں 1407ء سے 1832ء تک آزاد و خود مختار رہنے والے ان آزاد منش پختونوں کی جب 1832ء میں نسل کشی کرنے کے بعد سدھنوتی کو پونچھ کی جاگیر میں ضم کیا گیا تو اس کے بعد 1832ء سے 1844ء تک سدھنوتی پر پونچھ کی طرح دو حکومتیں مسلط کی گئیں۔ ایک سکھ سلطنت کی اور دوسری ڈوگرہ دھیان سنگھ کی کیونکہ اس سے پہلے سکھ سلطنت نے پونچھ 1827ء میں ڈوگرہ کی جاگیر میں دے رکھا تھا جہاں سے ڈوگرہ ٹیکس لیتے اور اس ٹیکس میں سے نصف اپنے پاس رکھتے اور نصف آگے سکھ سلطنت کو بھیجتے تھے جبکہ پونچھ کے مقامی لوگوں میں سے ڈوگرہ کی جاگیر پونچھ میں کسی پونچھی کی کوئی نمائندگی تو تھی نہیں اسی لئے پونچھ میں کوئی پوچھنے والا بھی نہ تھا تو اسی لئے ڈوگرے سال میں کئی مرتبہ مالیہ ٹیکس وصول کرتے بلکہ ان کے جی میں جو آئے وہ کرتے، اسی طرح 1832ء میں سقوط سدھنوتی کے بعد سدھنوتی کو بھی سکھ سلطنت نے پونچھ جاگیر میں ضم کر دیا جس کے بعد اب سدھنوتی پر بھی دو حکومتیں قائم ہو چکی تھیں جس کے باعث سدھنوتی سے بھی ڈوگرہ سال میں کئی مرتبہ مالیہ ٹیکس وصول کرنے لگے تھے بلکہ سدھنوتی میں حالات پونچھ سے کئی درجے بد سے بدتر ہو گئے تھے کیونکہ پونچھ کی بہ نسبت سدھنوتی ڈوگرہ اور سکھوں کے ہمیشہ حریف رہتے تھے اس لئے یہاں حالات زیادہ سنگین تھے،

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ سدھنوتی سے اب تمام جوان سدوزئی سدھن مارے جا چکے تھے جس کے نتیجے میں 1832ء سے 1844ء تک کے درمیانی عرصے میں سکھوں اور ڈوگروں کو سدھنوتی میں کوئی پوچھنے والا تک نہیں بچا تھا مگر 1832ء کی جنگ میں جو پندرہ ہزار سدوزئی بچے اس جنگ میں بچ گئے تھے وہ جب 1844ء تک اپنی جوانی کو پہنچے تو انھوں نے سردار صوبہ خان کی سربراہی میں سکھ سلطنت کی گرتی ہوئی دیواروں کو ایک دھکا اور دے کر شکست دیتے ہوئے نومبر 1844ء کو سدھنوتی پر پھر سے اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔

1844 سے 1850ء تک

جموں و کشمیر، پونچھ اور سدھنوتی میں نئی حکومتوں کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔27

1844ء سے لے کر 1850ء تک کے دورانیہ میں سکھ سلطنت کے زیر اہتمام جموں کشمیر، پونچھ اور سدھنوتی نے سکھ سلطنت کے تسلسل سے آزادی حاصل کی تھی۔ ان آزادی حاصل کرنے والے تین ملکوں میں جموں کشمیر سب سے بڑا ملک ہے لہٰذا اس باب میں سب سے پہلے جموں و کشمیر کے اس مختصر تاریخی پس منظر کو بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے چھوٹا ملک پونچھ ہے اس لئے جموں و کشمیر کے بعد پونچھ کا مختصر تاریخی پس منظر بیان ہوگا اور چونکہ سدھنوتی ان دونوں ملکوں سے چھوٹا ہے اس لئے آخر میں سدھنوتی کے مختصر تاریخی پس منظر کو بیان کیا جائے گا۔ جموں و کشمیر کے تاریخی پس منظر کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سکھ سلطنت اور برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان لڑی جانے والی پہلی اینگلو سکھ جنگ میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب سکھ سلطنت کو بڑی بے رحم شکست دی تو اس کے نتیجے میں سب سے پہلے جموں و کشمیر برطانیہ کے زیر تسلط

آیا۔اس پر مصنف ماخذ سدھنوتی لکھتے ہیں کہ پہلی اینگلوسکھ جنگ میں سکھ سلطنت کی فوج کے سربراہ جنرل گلاب سنگھ نے سکھ سلطنت سے غداری کی اور انگریزوں کا ساتھ دیا تھا کیونکہ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی بڑھتی ہوئی فتوحات دیکھ کر راجہ گلاب سنگھ جیسا شاطراور لالچی حکمران اس طوفان بدتمیزی کے گرد وغبار میں سکھ حکومت کا تاریک انجام اور اپنے روشن تر مستقبل کا چہرہ صاف دیکھ رہا تھا اس لئے گلاب سنگھ نے ہر ممکنہ ذریعے کو اپنے لئے آلہ مفاد بنایا اور اس عرصہ میں اس نے اپنے آقا برطانوی حکومت ہند سے معاہدہ امرتسر کے تحت جموں وکشمیر کے دریائے سندھ کے مشرق کی طرف اور دریائے راوی کے مغرب میں واقع علاقے برطانوی حکومت ہند سے خرید کر جموں وکشمیر کا مہاراجہ بن گیا اس طرح سکھ سلطنت کے زیر اہتمام جموں کشمیر کے علاقوں پر 16 مارچ 1846ء کو ایک نیا ملک جموں وکشمیر کے نام سے معرض وجود میں آیا تو اس کے بعد اس نئے ملک جموں وکشمیر کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے بہت جلد اپنے اثر ورسوخ سے بہت سے علاقے اپنے قبضے میں کر لئے کیونکہ گلاب سکھ نے حکمرانی کا فن تو 16 مارچ 1846ء کے معاہدہ امرتسر سے کافی پہلے اپنے بڑے بھائی راجہ دھیان سنگھ کی سعادت مندی اور فیاضی کی بدولت جموں کی حکمرانی حاصل کر کے ہی سیکھ لیا تھا اس لئے گلاب سنگھ حکمرانی کے فن سے بخوبی واقف تھا۔ دوسری طرف گلاب سنگھ کا مہربان بھائی سکھ سلطنت کا وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ بھی اب زندہ نہ رہا تھا

لہذا گلاب سنگھ نے انگریزوں سے جموں وکشمیر خریدنے کے بعد دھیان سنگھ کے بیٹوں کو آپس میں لڑا کر دھیان سنگھ کی جاگیروں پر بھی اپنا حق جتانا شروع کر دیا۔ مصنف ماخذ سدھنوتی لکھتے ہیں کہ گلاب سنگھ کو ہر حال میں چپل، بھمبر، کوٹلی اور پونچھ کے علاقے چاہیے تھے جبکہ دوسری طرف دھیان سنگھ کے بیٹے میاں جواہر سنگھ اور میاں موتی سنگھ ڈوگرہ خاندان میں بڑے ناز ونعم سے پلے بڑھے تھے اور یہ یتیم بچے گلاب سنگھ کی سیاست کی الف ب تک بھی پہنچ نہیں رکھتے تھے اور جبکہ یہ دونوں اپنے باپ اور بڑے بھائی کے سائے سے بھی اچانک محروم ہو گئے تھے جن کا نام میاں جواہر سنگھ اور میاں موتی سنگھ تھا۔ یہ دونوں یتیم لڑکے جو شہزادوں کی طرح پلے تھے اس نامور باپ کے فرزند تھے جس نے اپنے باپ میاں کشور سنگھ کو اور اپنے بڑے بھائی میاں گلاب سنگھ کو اپنا آبائی ملک جو سکھوں نے ان سے چھین رکھا تھا وہ واپس دلوا کر از سر نو راجہ بنوایا اور اپنے چھوٹے بھائی میاں سوچیت سنگھ کو چودہ سال کی ہی عمر میں ایک وسیع علاقے کا جاگیردار بنا دیا تھا جس کی سلامی اور جی حضوری کے لئے پنجاب کے ہندو، سکھ اور مسلمان والیان ریاست اور بڑے بڑے وزراء اور رئیس دست بستہ حاضر رہتے تھے۔ اس دھیان سنگھ کی وفات کے بعد اس کے بڑے بھائی گلاب سنگھ نے اس کی اولاد میں اندرون خانہ ایسے حالات پیدا کر دیئے اور معاملات یہاں تک بگاڑ دیئے کہ ان کو اپنے ہی والد اور بھائی جو سکھ سلطنت کے وزیر اعظم رہ چکے تھے ان کی

جاگیریں لینے کے لئے برطانوی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ راجہ دھیان سنگھ کے بیٹے، جواہر سنگھ اور موتی سنگھ دونوں نے 29 اپریل 1848ء کو اپنے تایا گلاب سنگھ سے اپنے باپ اور بھائی کی جاگیریں لینے کے لئے مقدمہ درج کروایا جو مندرجہ ذیل عنوان سے ہے۔

میاں جواہر سنگھ و میاں موتی سنگھ پسران میاں دھیان سنگھ۔ مدعیان

بنام

مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب ولد راجہ کشور سنگھ۔ مدعا علیہ

(1) دعویٰ جاگیر راجہ دھیان سنگھ صاحب، والد خود چھبال و بھمبر وغیرہ، آمدنی تخمیناً چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ سالانہ

(2) جاگیر راجہ ہیرا سنگھ صاحب، برادر خود جسٹروٹہ اور پونچھ، آمدنی تخمیناً پانچ لاکھ روپے سالانہ و نصف جاگیر و جائیداد راجہ سوچیت سنگھ، چچا خود مدعیان، بلا تعداد لونقد و جنس، متعلقہ جموں آمدنی تخمیناً تین لاکھ روپیہ سالانہ۔

یہ دعویٰ سر فریڈرک کری بانٹ صاحب، ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب ریزیڈنٹ لاہور، کمشنر اعلیٰ مابین دریائے جمن و بیاس کے اجلاس میں پیش ہوا تو اس کی سماعت پر مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے جموں کے دیوان جوالا سہائے مختار پیش ہوئے۔ یہ مقدمہ اہم ترین تھا مگر اس کے باوجود صرف پندرہ دن کی قلیل مدت میں 14 مئی 1848ء کو کچھ مصالحت کچھ دباؤ کی پالیسی کے

ساتھ جس عجلت اور جس طریقے سے بغیر کسی فیصلے کے ختم کر کے ریزیڈنٹ لاہور کمشنر کا اس مقدمے پر حکم دینا کہ اس کا فیصلہ گلاب سنگھ خود کریں گے، ایسے بیان سے ہی سر فریڈرک کری بارنٹ کو گلاب سنگھ کی طرف سے بھاری رشوت دیئے جانے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ چنانچہ اس مقدمے پر جب دھیان سنگھ کے دونوں بیٹوں کو سر فریڈرک کری بارنٹ کا یہ حکم ملا تو انھیں حد درجہ مایوسی ہوئی اور آخر کار انہیں گلاب سنگھ کے پاس جموں ہی آنا پڑا جس کے بعد گلاب سنگھ نے ان دونوں بھائیوں میں سے راجہ جواہر سنگھ کو کوٹلی اور راجہ موتی سنگھ کو پونچھ کا علاقہ دے کر خود اس مقدمے کے تنازعے کا سب سے بڑا حصہ یعنی جواہر سنگھ اور موتی سنگھ کے باپ راجہ دھیان سنگھ کی جاگیر چبل (بھمبر) سے راجوری تک کا وسیع علاقہ اپنے لئے رکھ لیا اور دھیان سنگھ کے بیٹوں کو اس طرح جموں سے چلتا کر دیا حالانکہ چبل بھمبر کی جاگیر جواہر سنگھ اور موتی سنگھ کے باپ راجہ دھیان سنگھ کی تھی اور جموں بھی جہاں گلاب سنگھ بیٹھ کر میاں دھیان سنگھ کے بیٹوں کے مستقبل کے فیصلے اس ظلم و جبر کے ساتھ کر رہا تھا، یہ جموں بھی سب سے پہلے میاں دھیان سنگھ کو جاگیر کے طور پر ملا تھا مگر اس شفیق انسان نے اپنے باپ کی زندگی میں جموں کا حق حکمرانی لینے سے انکار کرتے ہوئے اپنے اوپر اپنے والد کو ترجیح دے کر رنجیت سنگھ سے یہ جاگیر اپنے والد کشور سنگھ کو دلائی۔ اس کے بعد جب دھیان سنگھ کے والد 1822ء میں فوت ہوئے تو جموں کی جاگیر پھر سے رنجیت سنگھ نے میاں دھیان سنگھ کو دینا چاہی مگر دھیان سنگھ

نے اپنے بڑے بھائی میاں گلاب سنگھ کو ترجیح دی اور جموں کی جاگیر رنجیت سنگھ
سے اپنے بڑے بھائی گلاب سنگھ کو دلوائی مگر یہ احسان فراموش گلاب سنگھ اسی
جموں میں بیٹھ کر دھیان سنگھ کے بیٹوں پر ظلم و جبر کے فیصلے صادر کیے جا رہا تھا
حالانکہ اس وقت گلاب سنگھ کا اپنا بھی پونچھ، بھمبر یا سدھنوتی پر کوئی قبضہ نہیں تھا
کیونکہ اس عرصے میں گلاب سنگھ سکھ سلطنت کے جموں پر بار بار کے حملوں کے
دفاع اور کشمیر اور دیگر زرعی علاقوں کو کنٹرول اور فتح کرنے میں مصروف تھا مگر پھر
بھی گلاب سنگھ کے ان یتیم بھتیجوں کو اپنے ہی باپ کی جاگیروں میں جانے اور ان
کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے گلاب سنگھ کی رضا مندی ہر حال میں مقصود تھی
چنانچہ وہ مرتے کیا نہ کرتے کیونکہ گلاب سنگھ کو انگریزوں کی حمایت حاصل تھی
چنانچہ انہیں مجبوراً گلاب سنگھ کی زور و جبر کی تقسیم کو ہی قبول کرنا پڑا جس کے بعد وہ
جموں سے اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ چلے اور جب پونچھ اور کوٹلی کی سرحد پر پہنچے تو
ان بھائیوں میں کسی بات پر آپس میں رنجش ہوگئی اور جب یہ دونوں احمق بھائی
یہاں سے واپس جموں گلاب سنگھ کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئے تو گلاب سنگھ
نے انہیں بہت سمجھایا مگر اس کے باوجود ان میں صلح نہ ہوسکی تو آخر کار ایک مرتبہ
پھر جواہر سنگھ نے اپنا مقدمہ گورنمنٹ برطانیہ کی عدالت میں پیش کیا جس پر سر
فریڈرک کری بارنٹ نے ریزیڈنٹ کمشنر لاہور کو سختی سے ہدایت کی کہ ان دونوں
بھائیوں کا معاملہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ اس کا حل

تجویز کریں۔ اس کے بعد ان بدنصیب بھائیوں کا معاملہ ایک مرتبہ پھر گلاب سنگھ کی عدالت میں پیش ہوا تو اس مرتبہ گلاب سنگھ نے ان دونوں بھائیوں کے مابین تنازعہ کا حیرت انگیز طور پر انتہائی عجیب وغریب فیصلہ کیا جس میں گلاب سنگھ نے پونچھ تو راجہ موتی سنگھ کو دیا اور اس کے بھائی راجہ جواہر سنگھ جسے پہلے کوٹلی دیا تھا اب اسے پونچھ کی جاگیر میں سے صرف 3.1 فیصد حصہ آمدنی دینے کا فیصلہ کیا اور یوں اس مرتبہ گلاب سنگھ نے کوٹلی بھی اپنے پاس رکھ لیا اور ان دونوں بھائیوں کے لئے یہ فیصلے کرنے کے بعد اس فیصلے کی نقول برطانوی حکومت ہند کو بھیج دیں چنانچہ اس کے بعد سر فریڈرک کری بارنٹ کی عدالت نے سکھ سلطنت کے زیر اہتمام رہنے والی اس جاگیر پونچھ کو بھی 1850ء کو ایک نئی برطانوی ریاست پونچھ کا درجہ دے دیا جس کے بعد دھیان سنگھ کے بیٹے جواہر سنگھ نے گلاب سنگھ کی طرف سے دیئے گئے اس صدمے سے دل برداشتہ ہو کر گجرات میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ اس کے متعلق یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کسی نے اسے زہر دے کر قتل کر دیا تھا جس کے بعد پونچھ کا حکمران موتی سنگھ اب اس دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا۔ موتی سنگھ کے والد دھیان سنگھ اور بھائی ہیرا سنگھ، دونوں ہی سکھ سلطنت کے وزیر اعظم رہے مگر یہ دونوں ہی لاہور دربار میں قتل کر دیئے گئے تھے اور ایک بھائی جواہر سنگھ نے زہر کھا کر خودکشی کر لی تھی جس کے بعد اس خاندان میں ایک راجہ موتی سنگھ ہی بچا تھا جو ہر وقت گلاب سنگھ اور اس کی اولاد سے خوفزدہ رہتا تھا

چنانچہ موتی سنگھ 1850ء کے آخری عشرے میں اپنی دوسو کی معمولی سی تعداد کی فوج کے ہمراہ جموں سے پونچھ آیا اور اپنے اس نئے ملک پونچھ پر اپنا اقتدار و حکومت قائم کرنے میں مصروف ہوگیا۔اس طرح سکھ سلطنت سے آزادی حاصل کرنے والے جموں کشمیر اور پونچھ دو ملک معرضِ وجود میں آئے جبکہ تیسرا اور سب سے پہلے سکھ سلطنت سے آزادی حاصل کرنے والا ملک سدھنوتی ہے جس کے سکھ سلطنت سے آزادی حاصل کرنے والے بانی حکمران سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی ہیں۔ سردار صوبہ خان حکمران ہونے کے ساتھ فارسی کے معلم اور ایک کتاب ماخذ سدھنوتی کے مصنف بھی تھے جس میں وہ سدھنوتی پر اپنی حکومت قائم کرنے کے حالات وواقعات اس طرح لکھتے ہیں کہ جب رنجیت سنگھ کی وفات 27 جون 1839ء کو ہوئی تو یہیں سے سکھ سلطنت کے زوال کا آغاز راجہ دھیان سنگھ کی درباری سازشوں کے ذریعے شروع ہوا جس کے نتیجے میں رنجیت سنگھ کے تین جانشین بیٹے 27 جون 1839ء سے لے کر 1843ء تک، ساڑھے تین سال کے دوران مارے گئے جبکہ راجہ دھیان سنگھ کو لاہور دربار میں کوئی پوچھنے والا تک نہیں تھا تاہم راجہ دھیان سنگھ 1819ء سے سکھ سلطنت کے لاہور دربار میں وزیراعظم کے منصب پر فائز تھا اور یہی وجہ تھی کہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد راجہ دھیان سنگھ، سکھ سلطنت کی حکمرانی حاصل کرنے کیلئے سرگرم عمل ہوچکا تھا اور اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دھیان سنگھ نے اپنی جاگیروں سے اس وفادار فوج کو جو کئی سالوں سے آزمائی ہوئی تھی، سکھ سلطنت

کے لاہور دربار کوکنٹرول یا قبضہ کرنے کی غرض سے لاہور دربار میں اپنے پاس جمع کرنا شروع کیا تو اسی دوران سدھنوتی کے تینوں قلعوں اور چوکیوں سے بھی دھیان سنگھ کی فوج کا انخلاء ہوا اور دھیان سنگھ کی سدھنوتی میں تعینات اس فوج نے جب اچانک سدھنوتی سے لاہور دربار کا رخ کیا تو اس کے بعد سردار صوبہ خان نے یہ موقع غنیمت جان کر سدھنوتی کے ان تینوں قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ سردار صوبہ خان ماخذ سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ 1843ء کے شروع میں ہی سدھنوتی کے تینوں قلعوں سے دھیان سنگھ کی فوج اچانک ایسے غائب ہوگئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ، ایسے حالات واقعات دیکھ کر ہم نے سدھنوتی سے اس فوج کے اچانک انخلاء کی وجوہات معلوم کیں تو بڑی حیرت ہوئی کہ دھیان سنگھ کی جاگیر پونچھ اور چپل، بھمبر وغیرہ سے بھی تقریباً اس کی تمام فوج ہی غائب ہے اور یہ تمام فوج اس وقت لاہور دربار میں ہر وقت دھیان سنگھ کے گرد جمع رہتی ہے۔ سردار صوبہ خان لکھتے ہیں کہ ایسے حالات میں ہم نے پورے سدھنوتی کے دورے کیے اور سدھنوتی کے تمام نوجوانوں کو اکھٹا کیا، گو کہ اس وقت سدھنوتی میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی مگر پکی عمر کے جوان بہت کم تھے اس کی بنیادی وجہ گیارہ سال پہلے کی 1832ء کی خونریزی تھی جس میں سدھنوتی کے پچاسی فیصد سدوزئی مارے جا چکے تھے مگر اس کے باوجود ہم نے سدھنوتی کے طول وعرض سے نوجوانوں کی ایک فوج کو منظّم کیا اور ان کے ساتھ سدھنوتی کے چاروں بڑے

قلعوں کے دروازے توڑ کر قلعوں میں داخل ہوئے اور ان قلعوں میں جمع بڑی مقدار میں گندم اور چاول اور گھی اور دیگر اجناس جو ہمیں ملیں وہ میں نے اپنے ان نوجوانوں میں تقسیم کر دیں اور اس کے بعد لاہور دربار سے ہم نے باقاعدہ جاسوسی کا ایک مستقل رابطہ قائم کر لیا جس سے ہمیں لاہور دربار سے روزمرہ کی خبریں ارسال کی جانے لگیں اور وہ حیرت انگیز طور پر بڑی خوشی کی خبریں ہوتی تھیں چنانچہ کچھ ماہ بعد ایک دن خبر رساں نے بتایا کہ دو دن پہلے دھیان سنگھ کو بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد اس کا بیٹا ہیرا سنگھ سکھ سلطنت کا وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے مگر اس کے کچھ ماہ انتظار کے بعد ہم نے دیکھا کہ دھیان سنگھ کے بیٹے کو بھی خدائے قدرت نے اپنے والد دھیان سنگھ کی طرف سے لاہور دربار میں پروان چڑھائے ہوئے ان فتنوں اور سازشوں کے گھیرے میں اس قدر الجھائے رکھا کہ اس کے بیٹے راجہ ہیرا سنگھ کو بھی اپنی ان جاگیروں پر توجہ دینے کا خدا نے کوئی موقع ہی نہیں دیا۔ اس طرح ہمیں سدھنوتی میں سنبھلنے کا مختصر وقت بھی مل گیا جس کے بعد ہم نے خدائے قدرت پر بھروسہ کرتے ہوئے سدھنوتی کے قلعوں کی جو توڑ پھوڑ ہوئی تھی اس کی مرمت بھی کر لی اور پھر خدائے رحمٰن نے کچھ وقت بعد ہی دھیان سنگھ کے بیٹے ہیرا سنگھ کے قتل کی خبر سننے کو دی اور اس کے بعد مسلسل یہ اچھی خبریں سننے کو ملنے لگیں کہ انگریز سکھ سلطنت کے درپے ہیں جبکہ اسی دوران یہ خبر بھی ملی کہ پہلی سکھ اینگلو جنگ میں سکھ سلطنت کو گلاب سنگھ کی غداری کے باعث شکست ہوئی ہے اور

گلاب سنگھ کو انگریزوں نے اس وفاداری کے عوض پچھتر لاکھ روپیہ میں دریائے سندھ کے مشرق کی طرف اور دریائے راوی کے مغرب کی طرف واقع جموں اور کشمیر کے علاقے فروخت کر دیئے ہیں جس کے باعث اب گلاب سنگھ راجہ سے مہاراجہ گلاب سنگھ بن گیا ہے۔ یہ خبر ہمارے لئے اچھی تو نہیں تھی البتہ یہ ضرور اچھا تھا کہ ان علاقوں میں سدھنوتی اور پونچھ، بھمبر وغیرہ کے علاقے شامل نہیں تھے۔ اس کے علاوہ یہ خبر بھی ملی کہ سکھ سلطنت گلاب سنگھ کی اس غداری پر جموں پر بار بار حملہ آور ہو رہی ہے جبکہ گلاب سنگھ انگریز فوج کی مدد سے سکھ فوج کا مقابلہ کر رہا ہے، بس خدائے قدرت کا کرم تھا کہ سکھوں نے گلاب سنگھ کو 1848ء تک جموں میں الجھائے رکھا اور اس کے بعد 1850ء تک جو انگریز فوج کی کمپنیاں برابر جموں میں گلاب سنگھ کے پاس رہیں ان کی موجودگی نے گلاب سنگھ کو جموں اور کشمیر کے اس طرف کے علاقے سدھنوتی سے دور دیگر جموں و کشمیر کے کئی محاذوں پر مصروف رکھا اور اس پر ہماری خوش قسمتی یہ تھی کہ موتی سنگھ اور اس کے بھائی جواہر سنگھ کو جب گلاب سنگھ نے ان کے باپ دھیان سنگھ کی جاگیر تقسیم کرتے وقت جس موتی سنگھ کو جب پونچھ کی جاگیر دی تو اسی موتی سنگھ نے بھی جموں سے پونچھ آتے آتے کافی وقت لگا دیا۔ اس طرح موتی سنگھ جب دوسو محافظوں کے ساتھ پونچھ آیا تو اسے اس وقت معلوم ہوا کہ جس سدھنوتی کو 1832ء میں اس کے والد دھیان سنگھ نے اپنی جاگیر پونچھ میں ضم کیا تھا وہ

سدھنوتی تو چھ سال سے پونچھ سے جدا اپنی آزاد خود مختار حکومت قائم کیے ہوئے ہے چنانچہ اس وقت گلاب سنگھ کے خوف سے موتی سنگھ نے وقتی طور پر خاموشی اختیار کیے رکھی کیونکہ پونچھ کا اس وقت سدھنوتی سے جنگ کا انجام دو ہی صورتوں میں سامنے آ سکتا تھا یعنی سدھنوتی کے پونچھ پر قبضے کی صورت یا پھر گلاب سنگھ کا پونچھ کی مدد کے بہانے پونچھ آنا اور پونچھ اور سدھنوتی دونوں پر قبضے کی صورت کیونکہ اس وقت گلاب سنگھ کے پاس مال و وسائل کے ساتھ ساتھ برطانوی حکومت ہند کی مدد بھی تھی اس لئے اس جنگ کا نتیجہ کسی صورت بھی موتی سنگھ کے حق میں نہیں تھا چنانچہ موتی سنگھ نے گلاب سنگھ کی موت تک سدھنوتی سے کبھی بھی چھیڑ چھاڑ نہیں کی مگر موتی سنگھ نے 1857ء کی ہندوستانی بغاوت میں انگریز حکومت ہند کے ساتھ روپے پیسے سے لے کر مسلح فوجی دستے بھیجنے تک مکمل تعاون کیا تھا جس کے عوض موتی سنگھ کو برطانوی حکومت ہند میں کافی قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا تھا۔ یہی وجہ تھی کے موتی سنگھ نے اپنے پرائے دوستوں اور دشمنوں سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا مگر باوجود اس کے ڈوگرہ کی باہمی ناچاقی اور حماقت کے باعث ہی سردار صوبہ خان نے سدھنوتی میں اپنی آزاد حکومت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح سکھ سلطنت کے زیر اہتمام جموں وکشمیر اور پونچھ میں سب سے پہلے نومبر 1844ء کو سدھنوتی آزاد ہوا اور اس کے بعد جموں وکشمیر اور پھر پونچھ سکھ سلطنت سے آزاد ہوا۔

پہلی پونچھ سدھنوتی جنگ کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔28

سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کی تحصیل بلوچ کے گاؤں دھمن میں بابائے دیروپ بادشاہ کی آٹھویں پشت میں دیروپ خاندان کی میر آل شاخ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد سردار ابراہیم خان اور سدھنوتی کے معروف حکمران سردار شمس خان کے والد سردار اسحاق خان سدوزئی آپس میں سگے چچا زاد بھائی تھے۔سردار صوبہ خان سردار شمس خان کی حکومت میں سدھنوتی کے دیوان تھے اور انہوں نے پہلی، دوسری اور تیسری تینوں سکھ سدھنوتی جنگیں سردار شمس خان کی قیادت میں لڑی تھیں اس لئے انہیں سدھنوتی کا سب سے تجربہ کار حکمران کہا جاتا ہے۔سردار صوبہ خان نے ماخذ سدھنوتی کے نام سے فارسی زبان میں کتاب بھی لکھی جس کا اردو ترجمہ سردار شیر باز خان نے فارسی کے معلم ماسٹر رضا خان سے 1969ء میں کرایا۔سردار صوبہ

خان نے 5 اپریل 1832ء کے سقوط سدھنوتی کے بعد نومبر 1844ء کو سدھنوتی میں اپنی آزاد وخودمختار سدھنوتی حکومت قائم کی جس کے پندرہ سال بعد اس ریاست سدھنوتی پر 1850ء میں قائم ہونے والی جدید ریاست پونچھ کے راجہ موتی سنگھ نے تین مارچ 1859ء کو حملہ کر کے اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ راجہ موتی سنگھ نے اس حملے میں مختصر ایک ہزار فوج لے کر جس میں پانچ سو سوار فوج اور پانچ سو پیادہ فوج تھی، سدھنوتی کے دارالحکومت قلعہ باور موجودہ بارل پر حملہ کرنا چاہا تو اس کا مقابلہ 70 سالہ سردار صوبہ خان نے قلعہ باور سے کوچ کر کے ٹلیان کے قریب کسی مقام پر کیا اور راجہ موتی سنگھ کو عبرتناک شکست دی جس پر سردار شیر باز خان رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ راجہ موتی سنگھ اور سردار صوبہ خان کے درمیان فقط دو گھنٹے کی لڑائی ہوئی جس میں چھوٹی توپوں، بندوقوں، تلواروں اور تیروں کا استعمال کیا گیا چنانچہ اس مختصر معرکے میں جب راجہ موتی سنگھ کے 182 سوار اور 50 پیادہ فوجی مارے گئے تو راجہ پونچھ خوفزدہ ہو کر ٹلیان سے بھاگ نکلا، سردار صوبہ خان کی فوج نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے ٹلیان سے تھوڑے فاصلے پر راجہ موتی سنگھ کی فوج کے مزید دس سوار اور پچاس پیادے مار دیئے جس کے بعد گمان تھا کہ تراڑکھل یا ہجیرہ تک راجہ موتی سنگھ کی شکست خوردہ اور بھاگتی ہوئی ساری فوج کو قتل کر دیا جائے گا مگر بدقسمتی سے موتی سنگھ کی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے سردار صوبہ خان کی فوج ابھی تھوڑی دور تک

ہی گئی ہوگی کہ اس دوران سردار صوبہ خان کے اپنے ہی کسی ساتھی کی بندوق کا فائر سردار صوبہ خان کی گھوڑی کی پشت پر جا لگا جس کے باعث سردار صوبہ خان کی گھوڑی درد کی شدت سے بے قابو ہو کر پہاڑی چٹانوں میں سرپٹ دوڑنے لگی جس کے نتیجے میں ستر سالہ سردار صوبہ خان سدوزئی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور اس حالت میں اپنی گھوڑی سے گرے کہ دونوں ہاتھ کسی طرح سے گھوڑی کی باگ کی ڈوری میں پھنس گئے جس کے باعث قبل اس کے گھوڑی درختوں کے جھرمٹ میں پھنس کر رک جاتی، قوم کا یہ عظیم محسن سردار صوبہ خان اپنے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر ہی شہید ہو گیا۔ اس طرح راجہ موتی سنگھ کے شکست خوردہ لشکر کی جان تو ضرور چھوٹ گئی مگر اہل سدھنوتی کو اس فتح کے باوجود سردار صوبہ خان کی موت کی شکل میں انتہائی افسوس ناک واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔

سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی نے نومبر 1844ء سے تین مارچ 1859ء تک سدھنوتی پر حکومت کی اور تین مارچ 1859ء کو حملہ آور راجہ موتی سنگھ کے شکست خوردہ لشکر کا پیچھا کرتے ہوئے اپنی گھوڑی سے گرنے کے باعث وفات پائی۔

سدھنوتی کے آخری حکمران 1844ء تا 3 مارچ 1859ء سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی،
آپ 1855ء میں لکھی جانے والی کتاب ماخذ سدھنوتی کے مصنف بھی ہیں

سردار صوبہ خان کی وفات کے
بعد سدھنوتی کے تین ٹکڑے
اور تین سدوزئی سدھن حکمرانوں
کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔29

سردار صوبہ خان کی وفات تین مارچ 1859ء کے بعد ان کا بڑا بیٹا سردار سرزمین خان آباخیل سدوزئی سدھنوتی کا نیا حکمران بنا مگر اس میں سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی جیسی صلاحیتیں بالکل بھی نہیں تھیں۔ سردار سرزمین خان اپنے والد محترم سردار صوبہ خان شہید کی طرح ٹھنڈے دماغ سے سوچنے سمجھنے کا عادی نہیں تھا بلکہ انتہائی درجے کا جلد باز اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اسی لئے اسے بہت کم لوگ پسند کرتے تھے مگر اس کے باوجود سردار سرزمین خان نے خود ہی بغیر کسی جرگے کے اپنے والد سردار صوبہ خان کی جگہ اپنے آپ کو ان کا جائز وارث خیال کرتے ہوئے سردار صوبہ خان کی نماز جنازہ ادا کرنے کے فوراً بعد وہیں بھرے مجمع میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا جس پر وقتی طور پر لوگوں نے اسے سدھنوتی کا حکمران بھی تسلیم کر لیا مگر سردار سرزمین خان کے اس طرح سے اپنے

والد کی نماز جنازہ کے فوری بعد وہاں اپنی حکومت کا ایسے بے باک انداز میں اچانک اعلان کرنے سے سدھنوتی کے حریف راجہ پونچھ نے سردار سرزمین خان کی نفسیات کو سمجھ لیا چنانچہ اس نے سردار سرزمین خان کے مدمقابل بہت جلد سردار بہادر خان کی اولاد میں سے ایک انتہائی بہادر سدوزئی سردار جس کا نام سردار ترین خان آباخیل سدوزئی تھا، اسے سدھنوتی پر اس کے خاندان کی طویل مدت تک حکمرانی یاد دلاتے ہوئے، نہ صرف سدھنوتی کا جائز حکمران ہونے پر اکسایا بلکہ اسے دوستی کے نام پر ہزاروں روپے نقدامداد بھی دی اور اپنی حمایت اور تمام تر تعاون کی جب یقین دہانی کرائی تو اس کے بعد سردار ترین خان نے اچانک بہت جلد اپنے ساتھ ایک بہت بڑی فوج اکھٹی کر لی۔ اس کی خبر جب سردار سرزمین خان کو ہوئی تو اس نے لویہ جرگہ منعقد کیا اور اس میں سردار ترین پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کی جس پر دیگر سرداران سدھنوتی نے اس معاملے کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے پر اتفاق کیا تو سردار سرزمین خان نے اسی جرگہ میں سرداران سدھنوتی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا جس کے باعث جرگے کا اختتام تمام سرداران سدھنوتی کی ناراضگی کے ساتھ حد درجے بدمزگی پر ہوا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کے دو دن بعد جب سردار ترین خان نے دوبارہ لویہ جرگہ منعقد کیا تو اس جرگے میں بہت سے سرداران سدھنوتی نے شرکت کی اور بہت سے سرداران سدھنوتی نے سردار ترین کا ساتھ دینے اور سردار سرزمین خان کو کسی بھی

لحاظ سے سدھنوتی کی حکمرانی کے لائق قرار نہ دیا چنانچہ اس جرگے میں جن سرداروں کی سرزمین خان نے گذشتہ جرگے میں بہت بے عزتی کی تھی، ان تمام سرداروں نے سردار ترین خان کے ساتھ مل کر سردار سرزمین خان کو سبق سکھانے پر زور دیا تو اس کے بعد سردار ترین ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ سردار سرزمین خان کی جاگیر پر حملہ آور ہوا تو اس کے مقابلے میں سردار سرزمین خان نے قلعہ باور سے باہر نکل کر سردار ترین سے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس لڑائی میں سردار سرزمین خان کے پاس فقط تین سو افراد کی فوج تھی جن میں سے ایک سو افراد عین جنگ کے دوران سردار ترین کے ساتھ مل گئے جبکہ دوران لڑائی جب سردار سرزمین خان کے ساٹھ افراد قتل کر دیئے گئے تو سردار سرزمین خان میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور قلعہ باور (بارل) پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔ سردار ترین کی فوج نے جب قلعے کا محاصرہ کیا تو اس وقت سردار سرزمین خان کے ساتھ قلعہ باور میں صرف ایک سو چالیس افراد کی فوج تھی اور یہ جنگ میں بچ جانے والے اس کے اپنے حقیقی رشتے دار تھے مگر ان پر بھی جب سردار سرزمین خان نے چیخنا چلانا شروع کر دیا تو اس کے بعد سردار سرزمین خان کے چھوٹے بھائی سردار لما خان نے جس کا قد اٹھارہ سال کی عمر میں ہی آٹھ فٹ چار انچ تھا اور جس کا نام پیدائشی طور پر طویل قامت ہونے کی وجہ سے اس کے والد سردار صوبہ خان نے لما خان رکھ دیا تھا، اپنے بڑے بھائی سردار سرزمین خان کی جہالت، منہ زوری اور اس کی

شکست سے دل برداشتہ ہو کر اپنی تلوار سے سردار سرزمین خان کے سر پر اچانک ایک کاری وار کیا جس سے سردار سرزمین خان کا سر دھڑ سے جدا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر قلعے میں محصور سب لوگ حیران رہ گئے چنانچہ اس کے بعد قوم کے کچھ ہمدرد قلعے سے باہر آئے اور سردار ترین کو قلعے میں رونما ہونے والے واقعے کی اطلاع دی اور قلعہ سردار ترین خان کے حوالے کرنے کے ساتھ اس سے سردار صوبہ خان کی اولاد کے لئے راستہ چھوڑنے کا وعدہ کرنے کی اپیل کی جس پر سردار ترین خان نے یہ پیشکش قبول کر لی اور سردار لما خان کو اپنے ہمراہ ایک سو چالیس افراد اور ان کی عورتوں، بچوں اور ساز و سامان سمیت گاؤں دھمن لے جانے کے لئے راستہ چھوڑ دیا جس کے بعد سردار لما خان اپنے اہل وعیال کے ہمراہ قلعہ باور سے باہر آئے اور چونکہ سردار ترین خان نے اپنا وعدہ وفا کیا تھا لہٰذا لما خان یہاں سے اپنے گاؤں دھمن قلعہ دپری چلے گئے جس کے بعد سردار ترین کا سدھنوتی کے بہت سے علاقوں پر قبضہ ہو گیا تاہم اس فتح کے دو ماہ بعد ہی راجہ پونچھ نے سردار ترین سے دوستی اور مالی امداد کی بنیاد پر اس سے راہداری کی صورت راولپنڈی سے پونچھ لائے جانے والا غلہ و اجناس قلعہ باور میں ذخیرہ کرنے اور آگے پونچھ لے جانے کے لئے قلعے کو استعمال کرنے کی اجازت مانگی۔ سردار ترین نے راجہ پونچھ کی اس درخواست کو ان شرائط پر راولپنڈی سے پونچھ کی راہداری کے طور مال، غلہ و اجناس کے اسٹاک کے لئے قلعہ باور استعمال کرنے کی اجازت دی کہ

’’قلعہ باور میں راجہ پونچھ اپنی فوج نہیں رکھ سکیں گے اور قلعہ باور میں راجہ پونچھ کو فقط راولپنڈی سے لایا جانے والا غلہ واجناس کو ذخیرہ کرنے اور یہاں سے آگے پونچھ لے جانے کی اجازت ہو گی‘‘۔مگر سردار ترین جیسے نوجوان حکمران کو کیا معلوم تھا کہ ان شرائط کو بالکل آسان سمجھ کر قلعہ باور کا استعمال راجہ پونچھ کو دیتے ہوئے درحقیقت وہ آج اپنے ہاتھوں سے اپنی نسلوں کی غلامی کی پہلی اینٹ رکھ رہا ہے چنانچہ سردار ترین کے اس احمقانہ فیصلے پر سردار شیر باز رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کے چند ہزار میں راجہ پونچھ نے سردار ترین سے قلعہ باور مرکز تقریباً خرید لیا تو اس کے بعد اب سدھنوتی کے باقی دو بڑے قلعے براہان اور قلعہ آئن رہ گئے تھے جن پر سابق حکمران سدھنوتی سردار صوبہ خان کی طرف سے جو قلعے دار مقرر تھے انہوں نے سردار صوبہ خان کی وفات کے بعد تقریباً برائے نام ہی سردار سرزمین خان کی اطاعت قبول کی تھی۔یہی وجہ تھی کہ قلعہ آئن سے قلعہ دار سردار اکا خان سدوزئی اور قلعہ براہان سے قلعہ دار سردار یعقوب خان سدوزئی،سردار ترین خان سدوزئی اور سردار سرزمین خان سدوزئی کے درمیان لڑائی میں نہ صرف غیر جانبدار رہے بلکہ سردار ترین خان کی طرف سے قلعہ باور کو فتح کرنے کے بعد مرکز سدھنوتی میں اپنی حکمرانی کا اعلان کئے جانے کے فوری بعد قلعہ آئن کے قلعہ دار سردار اکا خان اور قلعہ براہان کے قلعہ دار سردار یعقوب خان نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنی خود مختاری کا اعلان کرتے ہوئے اپنے علاقوں کو توسیع

دینے کے لئے سدھنوتی کے دیگر زرعی علاقوں پر حملے کر کے ان پر قبضہ کر لیا تھا اور اسی دن سے یہ دونوں سردار آپس میں لڑنے مرنے لگے جبکہ سردار ترین خان بھی سدھنوتی کے دیگر علاقوں پر حملہ آور ہو کر ان دونوں قلعہ داروں، سردار یعقوب خان اور سردار ارا کا خان سے تین سال تک مسلسل دن رات جنگ لڑتا رہا۔ سردار شیر باز لکھتے ہیں کہ ان تینوں سرداروں نے آپس میں دنیا کی عجیب وغریب قسم کی لڑائی شروع کر رکھی تھی جس میں دن کو حریف کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے اور لڑتے ہوئے ایک دوسرے کا قتل عام کرتے اور رات کو یہ سردار ایک دوسرے کی بستیوں کو آگ لگاتے اور ایک دوسرے کے مال مویشی چھین کر لے جاتے تھے۔ اس دن رات کی لڑائی میں سدھنوتی میں خون کی ہولی کھیلی جانے لگی جس سے سدھنوتی میں شدید بدامنی، غربت و افلاس اور بے روزگاری نے ڈیرے ڈال لیے۔ سردار شیر باز مزید لکھتے ہیں کہ اس لڑائی میں جس سردار کے پاس جتنے جدید ہتھیار ہوتے اس کی فتوحات بھی اتنی تیز اور جارحانہ ہوتی تھیں اس لئے یہ تینوں سردار جدید ہتھیاروں کے حصول کے لئے راجہ پونچھ سے مالی امداد لے کر آپس میں لڑتے تھے جس کا فائدہ راجہ پونچھ نے اٹھاتے ہوئے قلعہ آئن کے قلعے دار سردار ارا کا خان سدوزئی سے اور قلعہ براہان کے قلعہ دار سردار یعقوب خان سدوزئی سے بھی مالی امداد اور دوستی کے نام پر انہی شرائط پر قلعہ آئن اور قلعہ براہان استعمال کرنے کا معاہدہ کیا جو سردار ترین کے ساتھ کیا تھا جس کے مطابق

’’ قلعہ آئن اور قلعہ براہان میں راجہ پونچھ اپنی فوج نہیں رکھ سکیں گے تاہم قلعہ براہان اور قلعہ آئن میں راجہ پونچھ کو فقط راولپنڈی سے لایا جانے والا غلہ، اجناس، مال وغیرہ اسٹور کر کے یہاں سے آگے پونچھ لے جانے کی اجازت ہو گی‘‘ ۔اس طرح راجہ پونچھ نے سرداران سدھنوتی سردارا کا خان، سردار یعقوب خان اور سردار ترین خان کو مالی امداد دے کر اور آپس میں لڑوا کر، ایک جیسی شرائط پر ان سے قلعہ باور، قلعہ آئن اور قلعہ براہان، کو اپنا غلہ و اجناس اور دیگر مال اسٹور کرنے اور یہاں سے پونچھ لے جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ سردار شیر باز خان رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ سردار صوبہ خان کی شہادت کے تین سال بعد ہی راجہ پونچھ نے 1862ء تک بغیر کسی لڑائی کے چند ہزار روپوں میں نہ صرف سدھنوتی کے تینوں قلعے خرید لیے تھے بلکہ اس نے ان تین سالوں میں سدھنوتی کے ٹکڑے کر کے اسے تین حکمرانوں میں تقسیم بھی کر دیا تھا۔

حکمران سدھنوتی سردار سرزمین خان آباخیل سدوزئی

سدھنوتی میں سدوزئی سرداروں
کی غداروں سے نجات اور
حب الوطنی کی دوڑ میں غلامی
کے نئے سفر کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔30

سدھنوتی کے تمام سدوزئی سرداروں نے جب سردار ترین خان اور سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان کو سدھنوتی کے قلعے راجہ پونچھ کو فروخت کرنے اور ان سرداروں کے اپنے ذاتی مفاد کی لڑائی میں اپنے دو ہزار سدوزئیوں کے مارے جانے کی حقیقت حال جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تو اس کے بعد سدھنوتی کے ایک سو چار دیہاتوں نے بیک وقت سدھنوتی کے ان تینوں حکمرانوں کو غدار قرار دے کر ان کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہ بغاوت سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سردار ترین کے علاقوں میں شروع ہوئی کیونکہ سردار ترین کے پاس سدھنوتی کا 70 فیصد علاقہ تھا اس لئے سب سے زیادہ بغاوت بھی سردار ترین کے علاقوں میں ہوئی جس سے خوفزدہ ہو کہ سردار ترین خان کو سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان کے ساتھ مل کر پہلے ایک اتحاد قائم کرنا پڑا جس کے

تحت ان دونوں سرداران سدھنوتی کے ساتھ مل کر اس مقامی بغاوت سے نمٹا گیا چنانچہ سردار ترین خان نے ان دونوں سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر اس بغاوت کو بڑی بے رحمی کے ساتھ کچل ڈالا۔ سردار شیر باز رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ اس بغاوت کو کچلنے کے نتیجے میں سدھنوتی کے ایک سو چار دیہاتوں میں تین ہزار سدوزئی جب ایک ماہ کے اندر مارے گئے تو اس بغاوت نے دم توڑ دیا۔ بغاوت کو کچلنے کے بعد سردار ترین خان نے اپنے اتحادی حکمران قلعہ آئن سردار اکا خان اور حکمران قلعہ براہان سردار یعقوب خان کو مرکز سدھنوتی ،قلعہ باور (بارل) میں اس فتح کی خوشی کے جشن میں شرکت کی دعوت دی تو سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان نے اس دعوت کو اپنے لئے بڑی سعادت اور مسرت کا باعث سمجھا کیونکہ یہ دونوں سردار یہ سمجھے کہ سردار ترین جو سدھنوتی کے 70 فیصد علاقے کا حکمران ہے اس نے پہلے سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان کو اپنے ساتھ اس بغاوت کو کچلنے کے لئے اتحاد کی دعوت دے کر ان دونوں کی حیثیت کی تسلیم کر لیا ہے اور اب وہ سمجھ رہے تھے کے آج ہم دونوں سرداروں کو فتح کے اس جشن میں شرکت کی دعوت دے کر سردار ترین خان انہیں ان کے علاقوں کا حکمران تسلیم کر رہا ہے اس لئے سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان نے مرکز سدھنوتی قلعہ باور میں سردار ترین کی دعوت میں شرکت کی مگر سردار ترین نے ان کے ساتھ مکاری کی اور سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان کو ان کے تین سو ساتھیوں سمیت قلعہ باور میں قتل کر دیا

جس کے بعد سردار ترین نے بہت جلد سردارا کا خان اور سردار یعقوب کے دونوں قلعوں سمیت ان کے علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا۔ سردار ترین کی معاملہ فہمی، بہادری اور حاضر دماغی اس کے خاندانی وقار سے مطابقت رکھتی تھی جس کے تحت اس خاندان نے 160 سال تک سدھنوتی پر حکومت کی اور جس کے خاندان میں سردار عالم خان، سردار بہادر خان اور سردار سربلند خان جیسے باصلاحیت حکمران شامل تھے اور اب اسی خاندان سے سردار ترین خان جیسا باصلاحیت حکمران پھر سے سدھنوتی کا حکمران بن چکا تھا جس نے اپنے آباؤاجداد کا سدھنوتی پر اقتدار 50 سال بعد حاصل کرنے کے لئے اکتوبر 1859ء سے اپریل 1863ء تک اپنے دور حکمرانی میں سدھنوتی میں ساڑھے پانچ ہزار سدوزئیوں کے قتل عام کے بعد سدھنوتی پر مکمل کنٹرول حاصل کرلیا تھا چنانچہ یہ سب دیکھنے کے بعد راجہ پونچھ، سردار ترین خان سے خوفزدہ ہوگیا اور جب 50 سال بعد ایک مرتبہ پھر سردار بہادر خان کی اولاد میں سے سردار ترین نے سدھنوتی پر اپنا مکمل تسلط قائم کرلیا تو اس کے کچھ ہی وقت بعد سردار ترین سے خوفزدہ رہنے والے راجہ پونچھ نے بالآخر سردار ترین خان کو خفیہ طور پر کھانے میں زہر دے کر قتل کرادیا۔ سردار ترین کی وفات پر سردار شیر باز خان نے لکھا ہے کہ سردار ترین نے رات کو کھانے میں بیل کے گوشت کا تھوڑا سا سالن کھایا جس کے بعد اس کا اچانک دم گھٹنے لگا اور اس کے ساتھ ہی رنگ پیلا پڑ گیا اور چہرہ سوجھ گیا جبکہ کھانا پکانے اور دینے والے موقع پاتے ہی کھسک کر کہیں روپوش ہوگئے اور

یوں سردار ترین جیسا بہادر حکمران چند لمحوں میں دم توڑ گیا۔اس کے بعد سردار ترین کا کمسن بیٹا سردار ولی خان آباخیل سدوزئی 27 اپریل 1863ء کو صرف 17 سال کی عمر میں سدھنوتی کا نیا حکمران بنا مگر اس کمسن حکمران کے والد سردار ترین کے ہاتھوں اور اس کی لڑائیوں میں جن سدوزئی سرداروں کے ساڑھے پانچ ہزار پیارے مارے گئے تھے انھوں نے سردار ولی خان کی حکمرانی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور سدھنوتی بھر کے تمام قبائلیوں نے بغاوت کر دی، چونکہ سردار ولی خان اس بغاوت کو دبانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا،اس لئے اس بغاوت کے نتیجے میں سدھنوتی کے ہر دو چار دیہاتوں پر ایک ایک سردار نے اپنی اپنی حکومت قائم کرنا شروع کر دی۔سدھنوتی کے ایسے حالات دیکھتے ہوئے راجہ پونچھ نے بظاہر سردار ولی خان کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے سدھنوتی کے تینوں قلعوں میں یکم مئی 1863ء کو اپنی فوج تعینات کر کے وہاں توپیں نصب کیں جس کے بعد سدھنوتی کی تاریخ میں یہ دن سدھنوتی کا سقوط ثانی ثابت ہوا کیونکہ اس سے قبل 5 اپریل 1832ء کو سانحہ سقوط سدھنوتی پیش آیا تھا مگر 1844ء کو سردار صوبہ خان کی قیادت نے سدھنوتی کو دوبارہ منظّم کر لیا تھا مگر اب سدھنوتی کی اس مقامی بغاوت کو دبانے کے لئے سردار ترین یا سردار صوبہ خان جیسا کوئی سردار دکھائی نہیں دیتا تھا اس لئے مقامی سدوزئی سرداروں کی اس بغاوت نے سدھنوتی کو آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں لے لیا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے مختصر سے وقت میں ان

تینوں سرداران سدھنوتی کی حکومتوں کا بھی خاتمہ کر دیا جبکہ اس بغاوت میں راجہ پونچھ نے مقامی سدوزئی سرداروں کی ایک مرتبہ پھر مالی امداد سے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انھیں اپنے اپنے دیہاتوں اور علاقوں کا حکمران بنانے میں اہم کردار ادا کیا جس کے باعث سدھنوتی کے ہر دو چار دیہاتوں پر مشتمل ایک ایک سردار اپنے اپنے علاقوں کا خان کہلانے لگا۔ یہ تمام خان بنیادی طور پر راجہ پونچھ سے مالی امداد کے ذریعے تمام تر اسلحہ سے لیس ہو کر چھوٹے چھوٹے علاقوں اور دیہاتوں کے حکمران بنے تھے چنانچہ جولائی 1863ء تک کے اس مختصر عرصے میں کل 60 خان راجہ پونچھ کے مالی تعاون سے سدھنوتی کے حکمران بن بیٹھے۔

سدھنوتی کے 60 نئے
خان سرداروں کی حکومتوں کے
انجام کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔31

سردار صوبہ خان کی وفات 3 مارچ 1859ء سے جولائی 1863ء تک پورے ساڑھے چار سال تک سدھنوتی میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے سردار سرزمین خان، سردار ترین خان، سردار اکا خان اور سردار یعقوب خان سمیت بہت سے دیگر کئی اور چھوٹے چھوٹے سرداروں نے بھی آپس میں متعدد جنگیں لڑیں جس کے نتیجے میں ساڑھے پانچ ہزار سدوزئی مارے گئے جبکہ ان لڑائیوں میں سدھنوتی کے چالیس دیہاتوں کو آگ لگا کر ان کے گھروں کو مکمل خاک وخون میں تبدیل کر دیا گیا مگر اس کے باوجود سدھنوتی پر کوئی ایک سردار بھی جم کر اپنی حکومت قائم نہیں رکھ سکا۔ سردار شیر باز رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ سردار صوبہ خان کی وفات کے بعد سردار ترین کے اچانک فتنوں نے سرداران سدھنوتی کو ایسی ہوا دی کہ جس کے بعد سدھنوتی کا ہر سردار سدھنوتی کی حکومت کو چھین لینا اپنی زندگی کا

اولین مقصد سمجھنے لگا چنانچہ اقتدار حاصل کرنے کی اس دوڑ میں سدھنوتی میں یہ صورتحال پیدا ہو چکی تھی کہ سدھنوتی میں ساٹھ خان ہر دو چار دیہاتوں پر مشتمل علاقوں کے حکمران بنے بیٹھے تھے جنہیں آپس میں ایک دوسرے سے اپنے اپنے علاقوں میں اقتدار حکومت چھن جانے کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا چنانچہ سدھنوتی میں اس بے یقینی، بدامنی، غربت اور افلاس نے ان تمام ساٹھ نئے حکمرانوں کو اپنے پڑوسی راجہ پونچھ سے مالی امداد لینے پر مجبور کر رکھا تھا کیونکہ سدھنوتی میں تو یہ سردار ساڑھے چار سال سے دن رات آپس میں لڑ رہے تھے جس سے سدھنوتی کی معیشت مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکی تھی لہٰذا سدھنوتی کے ان سرداروں کو اپنی لڑائیاں جاری رکھنے کے لئے راجہ پونچھ سے ہی امداد لینا پڑتی تھی۔ راجہ پونچھ نے جلد ہی ان ساٹھ نئے سرداران سدھنوتی کی کمزوریوں کو جب اچھی طرح بھانپ لیا تو اس کے بعد راجہ پونچھ نے اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے سدھنوتی میں اپنے کچھ خاص دوست سرداروں کو جن میں سردار ترین کا بیٹا سردار ولی خان، اکا خان کا بیٹا سردار مہتاب خان، سردار یعقوب کا بیٹا سردار اقبال خان اور ان کے علاوہ پانچ دیگر طاقتور سدوزئی سردار، رائے کالا خان، سردار ظاہر خان، سردار اشرف خان، سردار فتح خان، سردار بوسہ خان شامل تھے ان آٹھ سرداران سدھنوتی کو راجہ پونچھ نے ہمیشہ ہر مشکل وقت میں اپنے مخالفین کے خلاف مالی امداد فراہم کرنے کی ہر ممکن یقین دہانی کراتے ہوئے انہیں پونچھ کے بلاک میں شامل

ہونے کی دعوت دی جس میں راجہ پونچھ نے انتہائی آسان شرائط رکھتے ہوئے، ان سرداروں سے کہا کے آپ اپنے علاقوں میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار رہیں گے مگر اپنے زیر انتظام علاقوں میں سے آپ جب مالیہ ٹیکس لیں تو اس کے سو میں سے پانچ روپے راجہ پونچھ کو دیں جس کے عوض راجہ پونچھ آپ کو سدھنوتی پر دیگر 52 سرداروں سے لڑنے کے لئے تمام مالی خرچ دے گا جس سے آپ سدھنوتی کے دیگر 52 سرداروں سے سدھنوتی کے جتنے بھی علاقے چھین کر ان پر قبضہ کر سکتے ہیں کریں اس کا تمام خرچ راجہ پونچھ آپ کو دیں گے، سرداران سدھنوتی کو چونکہ اس وقت لڑنے اور جنگ کے ذریعے اپنے علاقوں کو وسعت دینے کے لئے بندوقیں، ہتھیار اور دیگر مالی وسائل کی اشد ضرورت تھی اس لئے یہ پیشکش ان کے لئے بظاہر موجودہ وقت میں کسی نعمت سے کم نہیں تھی لہٰذا ان آٹھ سرداران سدھنوتی کے ساتھ بیس دیگر سرداران سدھنوتی بھی راجہ پونچھ کی یہ پیشکش قبول کرتے ہوئے پونچھ بلاک میں شامل ہو کر راجہ پونچھ کے مالی تعاون سے اپنے اپنے علاقوں کو توسیع دینے اور سدھنوتی کے دیگر سرداروں سے علاقے چھین لینے میں مصروف ہو گئے اور ساتھ ہی سدھنوتی کے یہ اٹھائیس سردار راجہ پونچھ کو اپنے زیر انتظام علاقوں سے وصول ہونے والے مالیہ ٹیکس کے ہر سو روپے میں سے پانچ روپے دینے پر اتفاق کرتے ہوئے پونچھ بلاک میں شامل ہو گئے۔ اس الحاق پونچھ بلاک پر سردار شیر باز خان رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ جب

سدھنوتی کے اٹھائیس سرداروں نے راجہ پونچھ سے ان شرائط پر الحاق کرنے کے بعد مالی امداد لے کر سدھنوتی کے دوسرے علاقوں پر چڑھائی کرنے کے لئے نئے ہتھیار خریدے اور اپنی صفیں درست کرنا شروع کیں تو انھیں دیکھ کر سترہ دیگر سرداران سدھنوتی بھی مجبوراً راجہ پونچھ سے امداد اور ہتھیار لیتے ہوئے اپنے زیر انتظام علاقوں کے مالیہ ٹیکس میں سے پانچ فیصد راجہ پونچھ کو دینے کی شرائط پر الحاق پونچھ بلاک میں شامل ہو کر دوسرے سرداروں کے مقابل کھڑے ہو گئے اور یہاں سے سدھنوتی میں ایک اور نئی جنگ کا آغاز ہو گیا جس کے بعد جن پندرہ غیرت مند خوددار سدوزئی سرداروں نے راجہ پونچھ سے اپنے زیر انتظام علاقوں میں سے سو میں سے پانچ فیصد ٹیکس راجہ پونچھ کو دینے کی شرائط کو ٹھکرا کر پونچھ بلاک سے الحاق کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ اس جنگ میں راجہ پونچھ کے حمایت یافتہ دیگر 45 سرداروں سے شکست کھا کر اپنا اقتدار اور اپنے مال و اسباب سے ہاتھ دھو بیٹھے۔اس طرح دسمبر 1864ء کو جن 45 سرداران سدھنوتی نے پونچھ بلاک میں شمولیت اختیار کی تھی ان کے علاقوں میں راجہ پونچھ نے اپنے مالیہ دار بھیجنے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی سدھنوتی کے تینوں قلعوں میں اپنی فوج میں بھی مزید اضافہ کر دیا۔سردار شیر باز لکھتے ہیں کہ دسمبر 1864ء کو سرداران سدھنوتی کا پونچھ بلاک کے ساتھ اتحاد و الحاق کرنے کے بعد سدھنوتی پر اب راجہ پونچھ نے عملی طور پر قبضہ کر لیا تھا۔یہ پینتالیس سرداران سدھنوتی جو

اپنے اپنے علاقوں کے خان کہلاتے تھے، انھیں ڈوگرہ حکومت میں ضلع دار کہا جاتا تھا اور ہر ایک ضلع دار کے ماتحت کئی نمبردار اور چوکیدار ہوتے تھے یعنی اس زمانے میں سدھنوتی پینتالیس ضلع داروں میں تقسیم تھا جن میں سے ہر ایک ضلع دار اپنے زیر انتظام علاقوں کے مالیہ ٹیکس کا پانچ فیصد 1864ء سے لے کر 1869ء تک راجہ پونچھ کو دیتا رہا اور بقیہ پچانوے فیصد یہ ضلع دار خود اپنے لئے رکھتا تھا۔ ان ضلع دار خانوں کے پاس جتنا بڑا علاقہ ہوتا تھا اس حساب سے ان کے پاس نمبردار اور چوکیدار ہوتے تھے اور ان نمبرداروں اور چوکیداروں کو ضلع دار خان اپنے اسی مالیہ ٹیکس سے تنخواہ، غلہ اور اجناس کی شکل میں دیتا تھا جبکہ نمبردار کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ ضلع دار خان کے لئے اپنے گاؤں محلے کے عوام سے مالیہ ٹیکس جمع کرے اور اس جمع شدہ ٹیکس کو اپنے محلے یا دیہات وغیرہ میں جہاں مالیہ ٹیکس اکٹھا کرنے کی ایک سرکاری جگہ دوپری وغیرہ مقرر ہوا کرتی وہاں پہنچا دے اور اس کے بعد چوکیدار کا کام ہوتا کہ وہ اس مالیہ ٹیکس کو بحفاظت ضلع دار خان تک پہنچائے۔ اس کے علاوہ نمبردار اور چوکیدار کے دیگر کئی فرائض بھی ہوتے تھے مگر یہاں مقصد مالیہ ٹیکس کی انتظامی تقسیم کو بیان کرنا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع میں ان پینتالیس سرداران سدھنوتی کو 1864ء سے لے کر 1869ء تک اپنے زیر انتظام علاقوں کے مالیہ ٹیکس کے ہر سو میں سے پانچ فیصد راجہ پونچھ کو دینا پڑتا تھا جبکہ 1870ء میں راجہ پونچھ نے یہ مالیہ ٹیکس بڑھا کر سو میں سے پچیس فیصد کر دیا اور اس کے بعد

سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان کے پوتے بانی تحریک آزادی سدھنوتی سردار عبدالمنان خان کو 1894ء میں پھانسی دینے کے بعد 1894ء میں راجہ پونچھ نے اسی مالیہ ٹیکس کو بڑھا کر سو میں پچانوے فیصد کر دیا تو اس کے بعد پہلی جنگ عظیم کے بعد جب سدھنوتی میں سدوزئی سرداروں نے طاقت پکڑ لی تو بابائے سدھنوتی خان محمد خان نے 1932ء میں سدھنوتی کو براہ راست جموں وکشمیر میں شامل کر دیا اور خود جموں وکشمیر اسمبلی میں سدھنوتی کی رکنیت حاصل کر لی جس کے بعد مہاراجہ جموں وکشمیر نے 1932ء میں مالیہ ٹیکس سو میں نوے فیصد کر دیا چنانچہ اس کے بعد سدھنوتی کا ہر ضلع دار خان سو میں دس فیصد مالیہ ٹیکس اپنے زیر انتظام علاقوں سے خود رکھتا اور باقی نوے فیصد جموں وکشمیر حکومت کو دیا کرتا تھا اور یہ مالیہ ٹیکس 4 اکتوبر 1947ء کو سدھنوتی کے آزاد ہونے تک برقرار رہا۔

راجہ پونچھ موتی سنگھ کا دورہ
سدھنوتی اور ایک ناخوشگوار
واقعہ کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔32

سدھنوتی کے نئے پینتالیس سدوزئی سرداروں نے جب اپنے زیر انتظام علاقوں کا الحاق پونچھ بلاک سے کرلیا تو اس کے بعد راجہ پونچھ اور سرداران سدھنوتی کے درمیان رشتے مزید گہرے ہوگئے جس کے بعد راجہ پونچھ کی خواہش پر سرداران سدھنوتی نے راجہ پونچھ موتی سنگھ کو سدھنوتی آنے کی دعوت دی کیونکہ راجہ پونچھ کئی مرتبہ سرداران سدھنوتی سے حاصل کئے جانے والے سدھنوتی کے قلعوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار سرداران سدھنوتی سے کر چکا تھا لہٰذا جب سدھنوتی میں 1859ء کے وسط سے لے کر 1864ء کے آخر تک کے درمیان ہوئی خانہ جنگی کا خاتمہ ہونے کے بعد مکمل امن وامان ہوگیا تو سرداران سدھنوتی نے راجہ پونچھ کو سدھنوتی آنے کی دعوت دی۔ راجہ پونچھ بڑی شان وشوکت کے ساتھ یکم مئی 1866ء کو دن کے ایک بجے براستہ کوٹلی سدھنوتی میں

پلندری کے مقام پر پہنچا۔ اس کے متعلق سردار شیر باز خان رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ راجہ پونچھ تین مارچ 1859ء کی جنگ میں سدھنوتی سے شکست کھانے کے بعد اب دوسری مرتبہ سدھنوتی آیا تھا، اس مرتبہ اسے سرداران سدھنوتی نے پلندری کے مقام پر پونچھ اتحاد بلاک کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی دعوت دی تھی جہاں پلندری کے وسیع میدان میں خیمے لگا کر اس پروگرام کا انتظام کیا گیا تھا جس میں شرکت کے لئے راجہ پونچھ اپنے پانچ سو گھڑ سوار اور خچر سوار لشکر کے ہمراہ خوبصورت تاج سر پر سجائے جب پلندری، سدھنوتی پہنچا تو اس کا سرداران سدھنوتی نے زبردست استقبال کیا جس کے بعد یہ پروگرام خوشگوار ماحول میں جاری تھا کہ اسی دوران ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جب سدھنوتی کے سابق حکمران سردار صوبہ خان کے چھوٹے بیٹے سردار لما خان آباخیل سدوزئی نے اچانک اسٹیج پر آ کر دوران ملاقات راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتار کر قریب میز پر رکھتے ہوئے راجہ پونچھ سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ آپ سرداران سدھنوتی کے مہمان ہیں اس لیے میں بس اتنا کہوں گا کہ آپ سدھنوتی میں اس دورے کے دوران اپنے سر سے یہ تاج اتارے رکھیں کیونکہ اگر اب سدھنوتی میں سردار صوبہ خان کی اولاد کے سروں پر تاج نہیں تو پھر سدھنوتی میں کسی دوسرے کو بھی سر پر تاج رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے اس لئے آپ کو سدھنوتی کے اس دورے میں اپنے سر پر تاج رکھنے کی اجازت نہیں

ہے۔ سردار لما خان کا اسٹیج پر راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارتے دیکھ کر لمحوں تک کسی کو کچھ سمجھ نہیں آیا کیونکہ سرداران سدھنوتی اور محافظین راجہ پونچھ یہ سمجھے کہ جس طرح دیگر سرداران سدھنوتی نے راجہ پونچھ کے سر پر دستار باندھی ہے اسی طرح سردار لما خان بھی اپنے لشکر کے ہمراہ پونچھ اتحاد بلاک میں شامل ہو کر راجہ پونچھ کے سر پر دستار رکھنا چاہتے ہیں مگر سردار لما خان نے راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارنے کے بعد ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ اس کے بعد سردار لما خان اسٹیج سے اترے اور اپنے لشکر کو لے کر ایک سمت چلے گئے کچھ دیر بعد جب راجہ پونچھ نے سرداران سدھنوتی سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کیا اور واپس پونچھ جانے کی اجازت چاہی تو تب دیگر سرداران سدھنوتی اور محافظین راجہ پونچھ کو اس واقعہ کا علم ہوا چنانچہ اس کے بعد سرداران سدھنوتی نے راجہ پونچھ کو ہر طرح کی حفاظت فراہم کرنے کی یقین دہانی کراتے ہوئے اطمینان رکھنے کی درخواست کی اور کہا کہ سردار لما خان سدھنوتی کے سابق حکمران سردار صوبہ خان کا چھوٹا بیٹا اور صوبہ خان کے بڑے بیٹے حکمران سدھنوتی سردار سرزمین خان کا بھائی اور اس کا قاتل ہے، جس کے پاس اس وقت دو گاؤں دھمن اور پکھوناڑ کی سرداری ہے اور اس نے ابھی تک پونچھ بلاک میں شمولیت اختیار نہیں کی ہے مگر اس کے باوجود اس کے گاؤں کی سرداری پر اتحاد الحاق پونچھ بلاک کے تمام سرداران سدھنوتی نے بابائے دیروپ بادشاہ، سردار شمس خان اور سردار صوبہ

خان سابق حکمران سدھنوتی جیسی عظیم ہستیوں کی خاندانی نسبت کے پیش نظر سردار لما خان کے علاقے پر حملہ نہیں کیا، اسی لئے سردار لما خان آج تک اپنے علاقے کی سرداری اتحاد الحاق پونچھ بلاک کے بغیر برقرار رکھے ہوئے ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب ہمیں سردار لما خان نے کہا کہ میں راجہ پونچھ سے ملنا چاہتا ہوں تو ہم سردار لما خان کی اس پروگرام میں اپنے لشکر کے ساتھ آمد کو دیکھ کر یہ سمجھے کہ سردار لما خان بھی آج خود راجہ پونچھ سے ملنے کے بعد پونچھ بلاک میں شامل ہونا چاہتا ہے چنانچہ ہم نے اس امید پر سردار لما خان کو آپ سے ملاقات کی اجازت دی مگر اس نے ایسے طریقے سے آپ کا تاج اتارا جس سے ہمیں لگا کے اس کے بعد وہ آپ کے سر پہ دستار رکھے گا مگر وہ آپ سے سرگوشی کرنے کے بعد کسی کو کچھ سمجھنے کا موقع دیئے بغیر یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑوں کی سمت چل دیا تو اس کے بعد ہمیں متعلقہ واقعے کا اب آپ سے علم ہو رہا ہے اس لئے آپ اطمینان رکھیں ہم اس سے اچھی طرح نمٹ لیں گے، آپ اپنے سر پر تاج رکھ لیں کیونکہ آپ چاروں اطراف سے محفوظ ہیں مگر اس کے باوجود سدھنوتی کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ سب سننے کے بعد بھی راجہ پونچھ کو سردار لما خان کی اس بے باک جرات کے بعد سر پر تاج رکھنے کی ہمت نہیں ہوئی چنانچہ اس کے بعد راجہ پونچھ سدھنوتی میں فقط دو گھنٹے اور رکا مگر اس دوران راجہ پونچھ نے اپنے سر کے تاج کو بدشگونی کہہ کر پھر یہ تاج سدھنوتی میں اپنے سر پر نہیں رکھا اور سر پر تاج

رکھے بغیر دو گھنٹے پونچھ بلاک کے اس پروگرام میں ٹھہرنے کے بعد اپنے پانچ روزہ دورہ سدھنوتی کو دو گھنٹوں میں ختم کرتے ہوئے سدھنوتی میں اپنے قلعے دیکھے بغیر ہی سدھنوتی کو خدا حافظ کہتے ہوئے واپس براستہ کوٹلی پونچھ کی راہ لی۔

سردار شیر باز خان مصنف نسخہ قدیم رجسٹر سدھنوتی جنہوں نے دیروپ نامہ اور ماخذ سدھنوتی کا فارسی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ رجسٹر سدھنوتی کے نام سے کرایا تھا وہ سردار لما خان خان المعروف سرہا تاج کے حقیقی پوتے اور حکمران سدھنوتی سردار صوبہ خان کے پڑپوتے ہیں۔

نواب سدھنوتی سردار لما خان المعروف بابائے سرہاتاج آباخیل سدوزئی

راجہ پونچھ اور سردار لما خان المعروف سرہا تاج کے درمیان معاہدہ امن جسے معاہدہ لما خان بھی کہا جاتا ہے کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔33

سردار لما خان آباخیل سدوزئی المعروف سرہا تاج موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کی تحصیل بلوچ گاؤں دھمن میں بابائے دیروپ بادشاہ کی نویں پشت میں دیروپ خاندان کی میر آل شاخ میں پیدا ہوئے، وہ سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان کے چھوٹے بیٹے اور سردار سرزمین خان کے بھائی تھے، ان کا نام لما خان پیدائشی طویل جسامت کے باعث ان کے والد محترم سردار صوبہ خان نے رکھا تھا جس کا مطلب لمبے قد والا سردار ہے کیونکہ ان کا قد بائیس سال کی عمر میں آٹھ فٹ دس انچ تھا جبکہ ان کی مضبوط جسامت اور طاقت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک تندرست بھینس کو بغیر کسی دوسرے کی مدد کے اپنے کندھوں پر اٹھا کے بہ آسانی دور دراز تک سفر کر لیتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپ کی شخصی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ نے راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارا اور اسے سدھنوتی میں اپنے سر پر

تاج رکھنے سے روک دیا تو اسکے بعد لاکھ سرداران سدھنوتی کے اصرار پر بھی راجہ پونچھ نے سدھنوتی میں پھر اپنے سر پر تاج نہیں رکھا مگر راجہ پونچھ کے سدھنوتی سے واپس پونچھ لوٹنے کے بعد سردار لما خان کے ہاتھوں اس طرح بھری مجلس میں اپنے سر سے تاج اتارے جانے پر راجہ پونچھ نے سرداران سدھنوتی پر مسلسل سردار لما خان کو قرار واقعی سزا دینے پر زور دیا جبکہ دوسری طرف راجہ پونچھ کے اس مطالبے پر سرداران سدھنوتی میں سے کسی ایک سردار نے بھی سردار لما خان سے دشمنی مول نہیں لی بلکہ سردار لما خان کے راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارنے پر تقریباً سارے ہی سرداران سدھنوتی سردار لما خان سے اندرون خانہ بے حد خوش ہوئے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ سرداران سدھنوتی سردار لما خان کو راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارنے کے بعد، سَر ہا تاج کے لقب سے پکارنے لگے جس کا مطلب ہے وہ سردار جو کسی قابل فخر کارنامے پر سراہا گیا اور سر تاج کہلایا ہو، آج اسی لقب کی نسبت سے سردار لما خان کی اولاد سرہا تاج کہلاتی ہے۔ مصنف قدیم نسخہ رجسٹر سدھنوتی سردار شیر باز خان سردار لما خان کے حقیقی پوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ راجہ پونچھ کے سدھنوتی سے واپس پونچھ لوٹنے کے بعد سرداران سدھنوتی سے راجہ پونچھ کا مسلسل سردار لما خان کو قرار واقعی سزا دینے کا اصرار جب حد درجہ بڑھنے لگا تو سرداران سدھنوتی نے بھی برادر سدھنوتی سردار لما خان کو صاف صاف راجہ پونچھ کے انتقامی عزائم کے متعلق خبر دار کر دیا جس کے بعد سردار لما خان نے راجہ پونچھ کو خط لکھ کر واضح پیغام دیا کہ مجھے خبر

ملی ہے کہ آپ میری جان کے درپے ہیں اور انتقامی عزائم لئے مختلف ذرائع استعمال میں لا رہے ہیں مگر آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں سردار صوبہ خان کا وہ بیٹا ہوں جس کے احترام میں آج بھی اہل سدھنوتی کھڑے ہو جاتے ہیں، اس لئے سدھنوتی میں انشاء اللہ آپ کے یہ تمام حربے مجھ پہ ناکام ثابت ہوں گے البتہ آپ کے ان عزائم نے آج کے بعد مجھے آپ کے خلاف میدان عمل میں لا کھڑا کیا ہے اس لئے اب مجھ سے بھی کسی قسم کی خیر کی توقع نہ رکھنا۔ چنانچہ اس کے بعد اسی سال اتحاد پونچھ بلاک کے سرداران سدھنوتی کی طرف سے جب راجہ پونچھ کے حصے کا سو میں پانچ فیصد مالیہ ٹیکس جب سدھنوتی سے راجہ پونچھ کے قلعوں میں لے جایا جانے لگا تو سردار لما خان نے یہ تمام مالیہ مختلف راستوں اور بیچ چوراہوں میں راجہ پونچھ کے قلعوں تک پہنچنے سے پہلے ہی لوٹ لیا اور اس لوٹ مار میں سردار لما خان کے ہاتھوں راجہ پونچھ کے چالیس فوجی بھی مارے گئے جبکہ دوسری طرف اندرون خانہ بہت سارے سرداران سدھنوتی بھی سردار لما خان سے مل گئے جس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ جب الحاق اتحاد پونچھ بلاک کے پینتالیس سرداران سدھنوتی سے دوسرے سال کا مالیہ ٹیکس سدھنوتی سے راجہ پونچھ کے قلعوں تک لے جایا جا رہا تھا تو اسے سردار لما خان المعروف سرہا تاج نے بیچ چوراہے پر لوٹ لیا تو اس پر تمام سرداران سدھنوتی نے مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی جبکہ ایک سال قبل جب راجہ پونچھ سدھنوتی کے دورے پر پلندری آئے اور یہاں پلندری

میں جب راجہ پونچھ کے سر سے سردار لما خان نے تاج اتارا تو اس وقت ان تمام پینتالیس سرداران سدھنوتی نے راجہ پونچھ سے سردار لما خان کو قرار واقعی سزا دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا مگر یہ وعدہ وفا نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس ان پینتالیس سرداران سدھنوتی نے سردار لما خان کو راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارنے کے بعد سرہا تاج کا خطاب دے کر اسے سدھنوتی کا ہیرو بنا لیا جبکہ یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے بوجھتے ہوئے بھی راجہ پونچھ نے اس پر کوئی خاص ردعمل اس لئے نہیں دیا کیونکہ 1867ء تک سدھنوتی میں راجہ پونچھ کے ابھی تک پاؤں مضبوطی سے جمے ہی نہیں تھے، یہ اور بات تھی کہ سدھنوتی کے سرداروں نے آپس میں جو دیرینہ دشمنیاں پال رکھی تھیں جن کے باعث سرداران سدھنوتی نے ایک طویل عرصے تک آپس میں لڑائیاں جاری رکھیں اور ایک دوسرے کو فتح کرنے کے چکر میں پونچھ سے مالی امداد لینے کے بعد اتحاد الحاق پونچھ بلاک میں شامل تو ہو گئے مگر درحقیقت سدھنوتی سے مالیہ ٹیکس جو اگرچہ انتہائی قلیل تھا مگر اس قلیل ٹیکس کو بھی سدھنوتی سے باہر جاتا دیکھ کر ان پینتالیس سرداران سدھنوتی میں سے کسی ایک کو بھی الحاق اتحاد پونچھ بلاک اپنے مفاد میں نہیں لگ رہا تھا چنانچہ اسی لئے یہ تمام سرداران سدھنوتی اب سردار لما خان سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو رہے تھے جبکہ ان تمام سرداران سدھنوتی کے ایسے حالات و واقعات دیکھنے کے بعد راجہ پونچھ کے پاس سردار لما خان کے ہاتھوں اپنے سرمائے کی اس بے دریغ لوٹ مار اور قتل غارت گری کو روکنے کا ایک

راستہ یہ تھا کہ راجہ پونچھ سردار لما خان سے براہ راست جنگ لڑتا اور فتح کی صورت سردار لما خان کا کام تمام کرنے کے بعد اپنا لوٹا ہوا مال واپس لے کر سردار لما خان کی لوٹ مار کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا یا پھر راجہ پونچھ خود نہیں تو، الحاق اتحاد پونچھ بلاک کے پینتالیس سرداران سدھنوتی کو ہی سردار لما خان سے براہ راست لڑنے پر مجبور کرتا اور اگر اتحاد الحاق پونچھ بلاک سردار لما خان کو شکست دے دیتا تو اس صورت میں اتحاد الحاق پونچھ بلاک سے اپنے لوٹا ہوا مال واپس حاصل کرنے کے بعد سردار لما خان کو ٹھکانے لگا کر اس لوٹ مار کا خاتمہ کر دیتا یا پھر اگر سرداران سدھنوتی اپنی یہ ذمہ داری پوری نہ کرتے تو پھر خود ہی راجہ پونچھ براہ راست ان پینتالیس سرداروں سے جنگ کر کے اور سدھنوتی کو مکمل فتح کر کے، سرداران سدھنوتی کی جگہ اپنے ذاتی مالیہ دار سدھنوتی میں تعینات کر کے مالیہ ٹیکس کی پونچھ تک رسائی کو یقینی بنا لیتا مگر راجہ پونچھ نے ان تینوں راستوں کو نامناسب سمجھا کیونکہ اگر وہ براہ راست سردار لما خان سے لڑتا تو تب بھی وہ تمام سرداران سدھنوتی جو سردار لما خان کی اس لوٹ مار میں ابھی تک اندورن خانہ سردار لما خان کا ساتھ دے رہے تھے وہ تمام کے تمام راجہ پونچھ کے اس حملے کو اپنی غیرت کا مسئلہ ضرور سمجھتے جس کا عملی ثبوت وہ پہلے ہی سردار لما خان کے راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارنے سے لے کر پونچھ کا مالیہ ٹیکس لوٹنے تک دو سال کے دوران سردار لما خان کے ساتھ مل جانے کی صورت میں دے رہے تھے۔ اس پر سردار شیر باز لکھتے ہیں کہ جب سرداران

سدھنوتی نے سدھنوتی سے پہلا مالیہ ٹیکس راجہ پونچھ کو دیا تو اس دن سے ہی اتحاد الحاق پونچھ بلاک کا یہ فیصلہ اب ان پینتالیس سرداران سدھنوتی کو اپنے مفاد میں نہیں لگ رہا تھا چنانچہ جب دوسرے سال کا مالیہ ٹیکس سرداران سدھنوتی راجہ پونچھ کو دے رہے تھے اور اس دوران سابق حکمران سردار صوبہ خان کے بیٹے سردار لما خان اور راجہ پونچھ کے باہمی تنازعات اپنے عروج پر تھے لہٰذا اس تنازعے کی آڑ میں الحاق اتحاد پونچھ بلاک کے پینتالیس سرداران سدھنوتی اپنے ذاتی مفادات کے حصول کو عملی جامہ پہناتے ہوئے سردار لما خان سے مل بیٹھے تھے اس لئے راجہ پونچھ اور سردار لما خان کی اس لڑائی میں نتیجہ راجہ پونچھ کی شکست کی صورت میں نکل سکتا تھا کیونکہ اس سے پہلے بھی راجہ پونچھ ایک مرتبہ سردار لما خان کے والد محترم حکمران سدھنوتی سردار صوبہ خان سے شکست کھا چکا تھا جبکہ دوسری مرتبہ بھی سدھنوتی جا کر سردار لما خان کے ہاتھوں کافی بے عزت ہو کر سدھنوتی سے واپس لوٹنا پڑا تھا اس لئے راجہ پونچھ اس وقت نہ تو سردار لما خان سے اور نہ ہی سرداران سدھنوتی سے لڑنا مناسب سمجھتا تھا کیونکہ راجہ پونچھ نے اس سے پہلے ہی صاف دیکھ لیا تھا کہ تمام سرداران سدھنوتی سردار لما خان سے مل چکے ہیں اور سردار لما خان خان بھی سابقہ ریاست سدھنوتی کے معروف حکمران سردار صوبہ خان کا دلیر بیٹا ہے جس سے الجھنا سرداران سدھنوتی کے الحاق اتحاد پونچھ بلاک سے بھی ہاتھ دھونے کا باعث بن سکتا ہے اس لئے راجہ پونچھ نے اپنی معروف سیاست اور مصلحت کا راستہ اپناتے ہوئے

اس مسئلے کے حل کے لئے پہلے تو تمام سرداران سدھنوتی سے صلاح مشورے کیے اوراس کے بعد راجہ پونچھ نے سردار لماخان سے معاہدہ امن کرنے کے لئے اپنے وفد کے ساتھ سرداران سدھنوتی کا ایک وفد بھی سردار لماخان کے پاس بھیجا۔ اس وفد نے سردار لماخان سے مذاکرات کیے جو کامیاب ثابت ہوئے جس کے بعد راجہ پونچھ اور سردار لماخان کے درمیان 15 اپریل 1867ء کو معاہدہ امن ہوا جسے معاہدہ لماخان بھی کہا جاتا ہے جس کے تحت سردار لماخان کو موجودہ تحصیل بلوچ کے سات گاؤں بطور فری ٹیکس جاگیر دے کر صلح کی گئی اور اس معاہدے کی دستاویزات پر راجہ پونچھ موتی سنگھ اور اتحاد الحاق پونچھ بلاک کے پینتالیس سرداران سدھنوتی اور سردار لماخان خان نے دستخط کیے چنانچہ اس دستاویزات کی رو سے سردار لماخان کی جاگیر کے ان سات گاؤں سمیت سردار لماخان کے اپنے دو گاؤں دھمن اور پکھوناڑ ملا کر مجموعی طور پر نو گاؤں کی یہ جاگیر الحاق بلاک اتحاد پونچھ کا حصہ ہوتے ہوئے بھی، فری ٹیکس زون علاقہ قرار دی گئی جس کے بعد سردار لماخان نے بھی اتحاد پونچھ بلاک سے راجہ پونچھ کو ملنے والے مالیہ ٹیکس کی لوٹ مار کو ترک کر دیا۔

سردار عبدالمنان خان آباخیل
سدوزئی کی سدھنوتی بغاوت
اور تحریک آزادی سدھنوتی
کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔34

سردار عبدالمنان خان آباخیل سدوزئی المعروف منا خان موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کی تحصیل بلوچ کے گاؤں دھمن میں بابائے دیروپ بادشاہ کی دسویں پشت میں دیروپ خاندان کی میر آل شاخ میں پیدا ہوئے۔ آپ سدھنوتی کے آخری حکمران سردار صوبہ خان کے چھوٹے بیٹے سردار لما خان المعروف سرہا تاج کے بڑے بیٹے اور سردار صوبہ خان کے پوتے ہیں جبکہ مصنف نسخہ قدیم رجسٹر سدھنوتی سردار شیر باز خان کے والد محترم ہیں۔آپ کے متعلق سردار شیر باز خان رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ جب راجہ پونچھ موتی سنگھ کی موت کے بعد اس کے جانشین بیٹے بلدیو سنگھ نے عنان حکومت سنبھالی تو اس نے سب سے پہلے پونچھ کے صدر مقام پر ایک ہائی اسکول قائم کیا، اس سے پہلے پونچھ میں اسکول نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ بلدیو سنگھ نے اس اسکول کا نام ملکہ

وکٹوریہ کے نام پر وکٹوریہ جوبلی اسٹیٹ ہائی اسکول رکھا اور برطانوی حکومت ہند کو خط لکھ کر اس اسکول کے افتتاح کی درخواست کی تو برطانوی حکومت ہند نے اپنے ریزیڈینٹ افسر مسٹر ہملٹن کو اس اسکول کے افتتاح کے لئے بھیجا۔ اس کے بعد برطانوی حکومت ہند سے راجہ پونچھ نے درخواست کی کہ وہ پونچھ میں اپنا ایک الگ ریزیڈینٹ افسر مقرر کریں جو ریاست پونچھ اور جموں وکشمیر کی حد بندی طے کرے تاکہ ریاست پونچھ میں بھی جموں وکشمیر کی طرح برطانوی حکومت ہند کی طرف سے ایک الگ ریزیڈینٹ افسر تعینات ہوسکے چنانچہ بلدیو سنگھ کی اس تجویز کو برطانوی حکومت ہند نے پسند کیا اور اس درخواست کو بخوشی قبول کرتے ہوئے پونچھ میں اپنا اسپیشل اسسٹنٹ ریزیڈینٹ افسر مسٹر ہملٹن کو ہی تعینات کردیا جس نے پونچھ اور جموں وکشمیر کی حد بندی کرتے ہوئے پونچھ کو ایک نئے طرزِ عمل پر براہ راست برطانوی حکومت ہند کے زیر انتظام کردیا جس کے بعد پونچھ کو جسے تقریباً نصف صدی سے ہمیشہ جموں وکشمیر کی حکومت سے اپنے لئے خطرہ لاحق رہتا تھا اس سے جان چھوٹ گئی کیونکہ پونچھ میں اب برطانوی حکومت ہند کی طرف سے الگ ریزیڈینٹ افسر تعینات ہونے پر پونچھ کو کشمیر سے الگ ریاست کی حیثیت میں مزید تقویت مل گئی تھی اسی لئے اب بلدیو سنگھ نے بھی ریاست پونچھ کو اپنی پڑوسی دیگر ریاستوں سے منسلک کرنے کے لئے بہت سے ترقیاتی پروجیکٹ شروع کیے جن میں پونچھ کو جموں و سیالکوٹ کے ساتھ ملانے والی

سڑکوں کی تعمیر کے ساتھ ایک سڑک پونچھ سے کشمیر کی طرف بھی نکالی گئی تا کہ کشمیر کے ساتھ باقاعدہ تجارتی روابط قائم کیے جائیں جبکہ سدھنوتی کی طرف بھی کئی پگڈنڈیاں نکالی گئیں جس کے بعد جب یہ پروجیکٹ مکمل ہوئے تو بلدیو سنگھ نے سدھنوتی کے سرداروں کی داخلی خودمختاری کو ختم کرنے پر توجہ دینا شروع کی چنانچہ اس کے لئے بلدیو سنگھ نے اپنی فوج میں اضافہ کیا اور سدھنوتی کے تینوں قلعوں میں جدید توپ خانے نصب کیے اور تمام سرداران سدھنوتی سے کئی مرتبہ ملاقاتیں کیں اور انھیں اپنی حکمرانی میں تمام تر ہمدردیوں اور تعاون کی یقین دہانی کرائی جس سے سرداران سدھنوتی کے الحاق اتحاد پونچھ بلاک سے مزید بہتر تعلقات قائم ہوئے۔اسی دوران سردار لما خان المعروف سرہا تاج نے بھی وفات پائی جس کے بعد آپ کے جانشین بیٹے سردار عبدالمنان خان آباخیل سدوزئی عرف منا خان نے جب اپنے والد سردار لما خان کی جاگیر کی حکمرانی حاصل کی تو اس وقت راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے سردار عبدالمنان خان کو خط لکھ کر یہ مطالبہ کیا کہ میرے والد حکمران راجہ پونچھ موتی سنگھ نے جو سات گاؤں کی جاگیر سردار لما خان کو معاہدہ امن اتحاد الحاق پونچھ بلاک کے تحت دی تھی اس معاہدے کے مطابق دو گاؤں دھمن اور پکھوناڑ کی سرداری پہلے سے ہی سردار لما خان کے پاس تھی جسے سردار لما خان خان نے اتحاد الحاق پونچھ بلاک میں شامل نہیں کیا تھا اور یہ دونوں گاؤں آپ کے دادا کی میراث ہیں جبکہ ان میں دیگر سات گاؤں کو ملا کر

جن نو گاؤں کی فری ٹیکس جاگیر سردار لماخان کو راجہ پونچھ نے دی تھی وہ اب سردار لماخان کی وفات کے بعد اس معاہدہ کے تحت خود بخود ختم ہوگئی ہے لہٰذا اب آپ اپنے دو گاؤں دھمن اور پھکوناڑ کو چھوڑ کر باقی سات گاؤں کا مالیہ ٹیکس مقرر کرنے کے لئے پونچھ محل تشریف لائیں مگر سردار عبدالمنان خان نے راجہ پونچھ کے خط کے جواب میں اسے اپنے زیر انتظام سات گاؤں کی جاگیر سے مالیہ ٹیکس دینے سے صاف انکار کر دیا جبکہ معاہدہ امن کی اتحاد الحاق پونچھ بلاک کی دستاویزات کے مطابق سردار لماخان کی یہ جاگیر بعد میں اس کی اولاد کو دینے کے متعلق اس معاہدے میں کوئی اقرار بیان نہیں کرتی تھی چنانچہ اس تنازعے کے حل کے لئے سب سے پہلے راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے تمام سرداران سدھنوتی کو اعتماد میں لیا اور اس کے بعد سردار عبدالمنان خان کو 9 گاؤں پر مشتمل جاگیر میں سے سات گاؤں سے مالیہ ٹیکس الحاق اتحاد پونچھ بلاک کے تحت بلدیو سنگھ کو دینے کے لئے سرداران سدھنوتی کا ایک وفد سردار عبدالمنان خان کے پاس بھیجا۔ سرداران سدھنوتی کے اس وفد نے سردار عبدالمنان خان کو بہت سمجھایا اور کہا کہ جب سرداران سدھنوتی الحاق اتحاد بلاک پونچھ میں شامل ہوئے تھے تو سرداران سدھنوتی میں سے سردار لماخان نے اس اتحاد الحاق پونچھ بلاک میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا جس کے بعد راجہ پونچھ کی سدھنوتی آمد پر سردار لماخان کے ہاتھوں راجہ پونچھ کے سر سے تاج اتارے جانے سے سدھنوتی اور پونچھ کے

درمیان معاملات اس نوعیت تک بگڑ گئے تھے کہ جسے تمام سرداران سدھنوتی نے اپنی غیرت کا مسئلہ سمجھتے ہوئے سردار لما خان کے ساتھ راجہ پونچھ کے خلاف اتحاد کرلیا تھا جس کے باعث سدھنوتی سے جگہ جگہ راجہ پونچھ کے قافلے سردار لما خان نے لوٹ لئے اور اس کی فوجوں کو قتل کر دیا تب جا کر راجہ پونچھ مجبور ہو گیا کیونکہ ان سے آٹھ سال پہلے 1859ء میں راجہ پونچھ نے سدھنوتی سے براہ راست جنگ میں شکست کھائی تھی جس کے بعد وہ اب بھی سردار لما خان سے بیک وقت مل جانے والے سرداران سدھنوتی سے الجھ کر جموں وکشمیر کو پونچھ پر قبضے کی دعوت دینا مناسب نہیں سمجھتا تھا، اس لیے اس وقت بہ امر مجبوری راجہ پونچھ نے سردار لما خان کو سات گاؤں فری ٹیکس کی جاگیر دے کر سردار لما خان کے اتحاد سرداران سدھنوتی سے جان چھڑائی تھی جبکہ اب پونچھ کو نہ تو جموں وکشمیر سے کوئی خطرہ ہے اور نہ ہی پونچھ سدھنوتی سے کسی لحاظ سے بھی کمزور ہے بلکہ اب تو پونچھ براہ راست برطانوی حکومت ہند کے زیر انتظام ہے اور اسے برطانوی حکومت ہند سے بھی ہر قسم کی مدد حاصل ہے اور اب پونچھ سدھنوتی سے سو درجہ زیادہ طاقت رکھتا ہے جبکہ اس بار سرداران سدھنوتی بھی اپنی داخلی خودمختاری برقرار رکھنے کی مصلحت پر مبنی پالیسی کے تحت آپ کا ساتھ نہیں دیں گے اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنے دو گاؤں کو چھوڑ کر باقی سات گاؤں کی جاگیر سے مالیہ ٹیکس دیں کیونکہ تب بھی آپ کے پاس دو گاؤں کی جاگیر رہے گی جس سے ریاست پونچھ

کا کوئی تعلق اس لئے نہیں کہ یہ بلاک اتحاد پونچھ کا حصہ نہیں کہلاتے جس کا اقرار خود راجہ پونچھ کر رہا ہے۔ جب سردار عبدالمنان خان نے سرداران سدھنوتی کے اس وفد کی کسی تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور اپنی ضد پر قائم رہے تو راجہ پونچھ کو سردار عبدالمنان خان کی جاگیر پر ایک ہزار کی دستی فوج جس میں اکثریت پیادہ فوج مسلمانوں پر مشتمل تھی کے ساتھ چھوٹی پہاڑی توپوں کے ذریعے سردار عبدالمنان کی جاگیر پر حملہ کرنا پڑا۔

اس حملے کے نتیجے میں جب سردار عبدالمنان خان نے اتنی بڑی فوج اور اس پر سدھنوتی کے دیگر تمام سرداران سدھنوتی کی خاموشی دیکھی تو وہ بغیر لڑائی لڑے اپنی جاگیر کی حدود سے اپنے مختصر لشکر کے ساتھ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے چنانچہ جب راجہ پونچھ کی فوج سردار عبدالمنان خان کی جاگیر میں داخل ہوئی تو بغیر کسی مزاحمت کے اس کی فوج نے ان ساتوں گاؤں پر قبضہ کر لیا جس کے بعد ان گاؤں کی نمبرداریاں گاؤں کے سرداروں کو دے کر انہیں اپنے زیر اطاعت لاتے ہوتے عبدالمنان خان کے آبائی گاؤں دھمن میں بھی بلا مزاحمت داخل ہو کر راجہ پونچھ نے گاؤں دھمن اور پھکوناڑ کی سرداری سردار لما خان کے چچازاد بھائی سردار صوبہ خان کے بڑے بیٹے اور سابق حکمران سدھنوتی سردار سرزمین خان کے بڑے بیٹے سردار نتھو خان آبا خیل سدوزئی کو سونپ دی اور اسے سردار عبدالمنان خان سے علیحدہ رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم سردار

عبدالمنان خان کے معاملے میں غیر جانبدار رہو گے تو ریاست پونچھ بھی حسب سابق ان دونوں گاؤں کی فری ٹیکس زون حیثیت برقرار رکھے گی اور اگر تم نے سردار عبدالمنان خان کا ساتھ دیا تو ان دونوں گاؤں کو بھی اتحاد پونچھ بلاک کے تحت لایا جائے گا اور باغیوں کو بھی نشان عبرت بنایا جائے گا چنانچہ سردار نھتو کے ساتھ اس عہد و پیمان کے بعد پونچھ کی فوج لڑے بغیر ہی سردار عبدالمنان خان کی جاگیر کے سات گاؤں اپنے قبضے میں لے کر واپس سدھنوتی کے مرکزی قلعہ باور (بارل) چلی گئی مگر جب اس فوج میں سے دوسو سوار ڈوگرہ فوج جب واپس پونچھ جانے لگی تو اس پر سردار عبدالمنان خان کی فوج نے بیساڑی کے قریب جنگل سے گزرتے وقت گھات لگا کر حملہ کر دیا جس میں تیس ڈوگرہ فوجی مارے گئے جبکہ سردار عبدالمنان خان اس چھاپہ مار کاروائی کے فوری بعد موقع سے فرار ہو گئے۔ اس معرکے کے بعد ڈوگرہ فوج نے دوبارہ بیساڑی کا محاصرہ کر لیا مگر اس سے پہلے ہی سردار عبدالمنان بیساڑی سے چار بیار پہنچ چکے تھے۔ سردار شیر باز رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں سردار عبدالمنان خان چار بیار جنگل کے راستے سے بلوچ کہالہ کے جنگل میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہجیرہ کو پانچ سو سپاہیوں نے محاصرے میں لیا ہوا ہے۔ اس کے بعد سردار عبدالمنان نے پنجاڑ کے جنگل کو اپنا مسکن بنائے رکھا جبکہ سدھنوتی کے دیگر کئی جنگلات میں بھی اپنی باقی زندگی بسر کرتے ہوئے تحریک آزادی سدھنوتی کی جنگ لڑتے رہے۔ سردار شیر باز

رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ سردار عبدالمنان خان نے اس تحریک آزادی کے دوران اپنی عورتوں اور بچوں کو ٹیکسلا منتقل کر دیا تھا۔ نسخہ قدیم رجسٹر سدھنوتی کے مصنف سردار شیر باز خان بھی اپنی جوانی تک ٹیکسلا میں ہی مقیم رہے اور وہ سردار عبدالمنان کے معرکوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ سردار عبدالمنان خان نے تحریک آزادی سدھنوتی کے 13 ماہ میں ڈوگرہ فوج پر پندرہ حملے کیے جن میں 106 ڈوگرہ فوجی مارے گئے۔ سردار عبدالمنان نے یہ حملے گھات لگا کر گوریلا کارروائی کے ذریعے کیۓ جس کے لئے انہیں پہلے ڈوگرہ فوج کی جاسوسی کرنا پڑتی تھی جس کے بعد جب ڈوگرہ فوج کے کسی قافلے کا سدھنوتی سے پونچھ مالیہ ٹیکس لے جانے کا وقت معلوم ہوتا تو تب اچانک اس قافلے پر رات کی تاریکی میں گھات لگا کر حملہ آور ہوتے جس میں ڈوگرہ فوج کا جانی اور مالی نقصان ہوتا مگر سردار عبدالمنان اس حملے میں ہر طرح سے محفوظ رہتے اور یہی نہیں بلکہ رات کی تاریکی میں ڈوگرہ فوج کی مختلف چوکیوں پر بھی گھات لگا کر حملہ کرتے جس میں ڈوگرہ فوج کا جانی اور مالی نقصان کرنے کے بعد خود رات کی تاریکی میں ہی اپنے محفوظ مقام پر چلے جاتے چنانچہ سردار عبدالمنان کی اس کامیاب تحریک سے ڈوگرہ فوج آپ سے بہت زیادہ خوفزدہ رہتی تھی جس کے باعث سدھنوتی کے نوجوانوں میں سردار عبدالمنان بہت زیادہ مشہور ہونے لگے اور یوں آپ کی تحریک میں سدھنوتی کے بہت سے نوجوان بھی شامل ہو گئے جس کے بعد لشکر کافی تعداد میں

بڑھ گیا تو اس نے قلعہ براہان (موجود بھرانڈ) پر بیس دسمبر 1893ء کو رات گئے ایک بہت بڑا اور کامیاب حملہ کیا جس میں 48 ڈوگرہ فوجی مارے گئے جبکہ قلعہ براہان سے تمام مال واسباب سردار عبدالمنان لوٹ کر لے گئے۔ اس حملے کے بعد ڈوگرہ حکومت نے سردار عبدالمنان کی گرفتاری پر دس ہزار روپے انعام کا اعلان کیا اور آپ کے خاکے، تصویریں اس وقت کے تمام اخبارات میں دے کر یہ اعلان کیا کہ سردار عبدالمنان خان سدوزئی عرف منا خان کو جو بھی شخص زندہ یا مردہ گرفتار کرے یا کرادے اسے دس ہزار کا نقد انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد سردار عبدالمنان خان کے ایک مری کے دوست راجہ کرمداد خان کے بیٹے راجہ عابد خان نے انعام کے لالچ میں آکر سردار عبدالمنان خان کو کھانے کی دعوت پر بلایا اور کھانے میں نشہ آور مواد ڈال کر اپنے باپ کے اس محسن دوست کو بے ہوشی کی حالت میں ڈوگرہ حکومت کے حوالے کر دیا جس کے بعد راجہ پونچھ نے سردار عبدالمنان خان کو قلعہ پونچھ میں چند ماہ قید رکھا۔ سردار شیر باز خان لکھتے ہیں کہ سردار عبدالمنان خان کی شہادت کے عینی شاہد اعظم منگرال نے مجھے بتایا کہ میں اونٹ پر لکڑیاں لیے جا رہا تھا تب میں نے دیکھا کہ بھرانڈ گاؤں کے کچھ مردوں کو ڈوگرہ فوج قلعہ براہان (بھرانڈ) میں جمع کرنے کے لئے جا رہی تھی۔ انہوں نے جب مجھے سامنے سے گزرتے دیکھا تو فوج نے مجھے بھی پکڑ لیا اور کہنے لگے "چل تجھے قلعے میں تھوڑا نظارہ دکھاتے ہیں، نظارہ دیکھنے کے بعد تم چلے جانا"۔ اعظم

منگرال کہتے ہیں کہ اس کے بعد گاؤں کے مردوں کے ساتھ میں بھی ڈرتے ڈرتے فوج کے ساتھ قلعہ براہان میں چلا گیا جہاں سردار عبدالمنان خان کی لاش قلعے کے صدر دروازے پر پھانسی کے پھندے پر لٹکائی گئی تھی جبکہ سردار عبدالمنان خان کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے نیچے زمین پر پڑے تھے مگر خون کا کہیں نام ونشان تک نہیں تھا جبکہ سردار عبدالمنان خان کی شخصی وجاہت سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ غصے کی حالت میں کھلی آنکھوں سے قہر برسا رہے ہوں، یہ منظر مجھ سمیت درجنوں افراد نے دیکھا اور میں اس ہندو فوجی کو کبھی نہیں بھول سکتا جو کبھی سردار عبدالمنان کی طرف اور کبھی ہماری طرف دیکھ کہ یہ شعر بار بار پڑھتا تھا ''اگ دا پھگا خان دمنا نک دا میسا'' یہ شعر سردار منا خان کے لئے سدھنوتی میں بہت مشہور تھا جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ'' آگ کا شعلہ ہے وہ منا خان جس کا بیٹھا ہوا موٹا ناک ہے'' اعظم منگرال مزید کہتے ہیں یہ پندرہ مئی ,1894ء کو جمعہ کے دن کا واقعہ تھا مگر ایسا لگتا ہے سردار عبدالمنان خان کو دراصل قلعہ پونچھ میں ہی کچھ دن پہلے ہاتھ پاؤں کاٹ کر شہید کر دیا گیا تھا اور ان کی لاش کو قلعہ براہان لانے کا مقصد ڈوگرہ کا قلعہ براہان کی شکست کا بدلہ اور انتقام لینا اور ساتھ ہی باغیوں میں خوف ہراس پیدا کرنا تھا۔ اسی لئے ڈوگرہ فوج نے لوگوں کو وہاں جمع کر کے سردار عبدالمنان خان کی عبرتناک موت کا منظر دکھایا اور پھر سردار عبدالمنان خان کی لاش بھی ورثاء کو نہیں دی سردار عبدالمنان کی قبر کے متعلق ایک قیاس ہے کہ سردار

عبدالمنان خان سدوزئی کی لاش لوگوں کو دکھانے کے بعد قلعے کے نیچے کھائی میں دفن کردی گئی یا پھر واپس پونچھ پہنچادی گئی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انڈین برٹش آرمی میں راجہ طاہر اعظم نے اپنے ساتھی دوست سردار شیر باز خان کو عبدالمنان خان کی شہادت کے متعلق اپنے والد اعظم منگرال کا آنکھوں دیکھا حال بتایا تھا جس کے بعد شیر باز خان نے خود بابائے اعظم سے ملاقات کی جنہوں نے دوران ملاقات سردار عبدالمنان خان کی بے رحم شہادت کو بیان کرتے ہوئے سردار عبدالمنان کی لاش کا یہ آنکھوں دیکھا حال بیان کیا، سردار شیر باز خان نے قدیم نسخہ رجسٹر سدھنوتی میں سردار عبدالمنان خان شہید کی تحریک آزادی سدھنوتی پر 64 صفحات پر مشتمل باب لکھا ہے جبکہ ہم نے اس کتاب میں جیسے دیگر تمام واقعات کا مختصر تاریخی پس منظر بیان کیا ہے اسی طرح سردار عبدالمنان کی تحریک آزادی سدھنوتی کا بھی مختصر تاریخی پس منظر بیان کیا ہے جبکہ سردار عبدالمنان خان کے ڈوگرہ فوج کے خلاف پندرہ معرکوں کی تفصیل اور جنگ آزادی 1832ء کے تمام معرکوں کی تفصیل رجسٹر سدھنوتی کی جلد دوم میں بیان کی جائے گی۔

بانی تحریک آزادی سدھنوتی، سردار عبدالمنان آباخیل سدوزئی المعروف منا شہید

”سدھنوتی جاگیر ریاست پونچھ کا حصہ نہیں ہے“

لاہور جسٹس کورٹ کے فیصلے کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔35

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی حکومت ہند کے زیر انتظام جب تمام ریاستوں میں پیمائش اراضی کا سلسلہ شروع ہوا تو جموں وکشمیر اور پونچھ کو بھی برطانوی حکومت ہند کی طرف سے حکم ملا کہ وہ بھی پیمائش اراضی کا بندو بست کرائیں۔ برطانوی حکومت ہند کے حکم پر ریاست جموں وکشمیر نے 1898 میں پیمائش اراضی کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس کے بعد پونچھ کے راجہ بلدیو سنگھ نے بھی برطانوی حکومت ہند سے ریاست پونچھ کی پیمائش اراضی کرانے کی درخواست کی جس پر برطانوی حکومت ہند نے محکمہ انتظام سے انجینئر مسٹر گوڈانیف کو منتظم اعلیٰ بنا کر، انگریز انجینئر افسران کا وفد ریاست پونچھ بھیجا۔

جب ریاست پونچھ میں پیمائش اراضی کا کام شروع ہوا تو تب پونچھ کے عوام کو معلوم ہوا کہ برطانوی حکومت ہند کا یہ انگریز وفد ریاست جموں وکشمیر اور

ریاست پونچھ کی ساری زمینیں ڈوگرہ حکمرانوں کے زیر انتظام کر رہے ہیں چنانچہ اس خبر کے پھیلتے ہی جموں وکشمیر اور ریاست پونچھ میں خوف و ہراس کے سائے پھیل گئے مگر انگریزوں کی وفادار ظالم ڈوگرہ حکومت کے سامنے جموں وکشمیر اور ریاست پونچھ کے عوام جو برسوں کی غلامی، ظلم و جبر اور تشدد کے سائے میں جی رہے تھے، اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھانے سے قاصر رہے چنانچہ جموں وکشمیر کی تمام زمین مہاراجہ کشمیر کے نام بڑی آسانی کے ساتھ ہوگئی جس کے بعد اب کوئی کشمیری اپنی زمین آپس میں خرید وفروخت کرنے کا اہل نہیں رہا تھا کیونکہ کشمیر کی ساری زمینوں کی ملکیت مہاراجہ کشمیر کے زیر انتظام ہوگئی تھی جس سے کشمیر کی عوام اپنی زمینوں پر مالک زمین کے بجائے مہاراجہ کشمیر کی زمین پر بسنے والے مزارعین بن گئے تھے جبکہ دوسری طرف راجہ پونچھ نے بھی مہاراجہ کشمیر کا یہی طریقہ کار اپناتے ہوئے پونچھ کی تمام اراضی اپنے نام بندوبست کرنا شروع کر دی اور موقع ہاتھ آتے ہی ساتھ میں سدھنوتی کو بھی پونچھ اراضی میں ضم کرنے کے لئے برطانوی حکومت ہند کی اس پیمائش اراضی مہم کو استعمال کرنا چاہا۔

جب یہ خبر سرداران سدھنوتی تک پہنچی تو اسی وقت تمام سرداران سدھنوتی نے لویہ جرگہ کیا جس میں اس وقت سدھنوتی کی ایک تعلیم یافتہ معزز شخصیت جن کا نام سردار بہادر علی خان تھا انھیں لویہ جرگے میں تمام سرداران سدھنوتی نے متفقہ طور پر اس معاملے میں سدھنوتی سے سربراہ مقرر کرتے ہوئے انگریزوں

اور ڈوگرہ حکومت کو سدھنوتی کی پیمائش اراضی سے باز رکھنے کی اس مہم میں اپنا لیڈر منتخب کیا۔اس کے بعد بہادر علی خان نے پونچھ کے ڈوگرہ دربار میں جا کر سرداران سدھنوتی کی طرف سے یہ مطالبہ پیش کرتے ہوئے راجہ پونچھ کو یہ باور کرایا کہ پونچھ کا سدھنوتی کے اندرونی معاملات میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ سدھنوتی اتحادالحاق پونچھ بلاک کا ریاست پونچھ یا جموں وکشمیر کی اراضی سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ریاست پونچھ کو سدھنوتی کی پیمائش اراضی کرانے کی ضرورت نہیں ہے مگر سردار بہادر علی خان کے اس مطالبے پر راجہ پونچھ نے سردار بہادر علی خان کو یہ ٹکا سا جواب دے دیا کہ ہم مجبور ہیں کیونکہ یہ تو برطانوی حکومت ہند کی طرف سے پیمائش اراضی کرانے کا حکم ہے جس پر سدھنوتی کے سرداران کی نمائندگی کرتے ہوئے سردار بہادر علی خان نے راجہ پونچھ سے پھر یہ مطالبہ کیا کہ اگر برطانوی حکومت ہند کی طرف سے ہی پیمائش اراضی کا آرڈر ہے تو پھر سدھنوتی کی اراضی کا انتظام سرداران سدھنوتی کے نام ہی کیا جائے مگر اس کے جواب میں بھی راجہ پونچھ نے پھر وہی جواب دیا کہ برطانوی حکومت ہند کے زیر اہتمام جتنی بھی ریاستیں ہیں ان تمام ریاستوں کی اراضی ان ریاستوں کے راجاؤں، مہاراجوں،نوابوں اور خانوں کے نام خود برطانوی حکومت ہند کر رہی ہے اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

راجہ پونچھ سے یہ جواب ملنے کے بعد سردار بہادر علی خان یہ سمجھے کہ انگریز

اور ڈوگرہ حکمراں مل چکے ہیں لہٰذا اب دو ہی راستے ہیں، پہلا یہ کہ سدھنوتی کی سرزمین سے اپنی خودمختاری کو اپنے ہاتھوں ختم کرنے کے بعد اسے پونچھ میں ضم کرا کے سدھنوتی کی اراضی کا انتظام بھی پونچھ کی طرح پیمائش اراضی کے بعد راجہ پونچھ کے نام کرا دیں اور خود مالک زمین سے راجہ پونچھ کے مزارعین بن جائیں یا پھر اپنی آزادی، عزت و ناموس کی خاطر انگریزوں اور ڈوگروں سے لڑنے مرنے کے دوسرے راستے کا انتخاب کریں چنانچہ ان حالات نے سردار بہادر علی خان کو تمام سرداران سدھنوتی سمیت پٹھانوں کا روایتی انداز اختیار کرنے پر مجبور کیا اور انہوں نے بھی پختونوں کی قدیم روایت کے مطابق لڑنے مرنے کو ترجیح دی مگر غلام بن کر جینا گوارہ نہ کیا چنانچہ اس کے بعد سردار بہادر علی خان نے سدوزئی سدھن پٹھانوں کی قدیم روایت کے مطابق اپنے تمام سرداران سدھنوتی سے قرآن اور تلوار پر بیعت لے کر انھیں جنگ کے لئے منظّم کیا جبکہ دوسری طرف ڈوگرہ اور انگریز وفد بے خوف و خطر ریاست پونچھ کی پیمائش اراضی کرنے کے بعد جب پونچھ کی سرحد پار کر کے سدھنوتی کی سرحد پلنگی کے مقام پر 5 اکتوبر 1903ء کو قریباً دوپہر ایک بجے خیمہ زن ہوا تو اسی وقت سردار بہادر علی خان اپنے ہزاروں جانثار سرداران سدھنوتی کے ہمراہ وہاں آئے اور انگریز وفد اور ڈوگرہ سیکورٹی اہلکاروں کو للکارتے ہوئے ایک گھنٹہ کا وقت دیا کہ سدھنوتی کی پیمائش اراضی کئے بغیر یہاں سے چلے جائیں چنانچہ اس

طرح جب اچانک اپنے سامنے ہزاروں مسلح سرداران سدھنوتی کو انگریز پیمائش اراضی کے وفد نے لڑنے مرنے پر تیار پایا تو انگریز وفد حیرت زدہ ہو کر ان سرداران سدھنوتی کو دیکھنے لگا کیونکہ اس سے پہلے اس انگریز وفد کو پورے جموں کشمیر اور ریاست پونچھ میں کہیں بھی پیمائش وانتظام اراضی کے دوران کسی ایک کشمیری یا پونچھی کے منہ سے الفاظ مذمت تک سننے کو نہیں ملے تھے اور یہاں سدھنوتی میں یہ وفد ابھی داخل بھی نہیں ہوا تھا بلکہ سدھنوتی کی سرحد تک پہنچا ہی تھا کہ یہیں پر سرداران سدھنوتی نے انہیں پیمائش وانتظام اراضی سے روک دیا چنانچہ ایسے حالات اس برطانوی وفد کے لیڈر انجینئر مسٹر گوڈانیف نے اپنے ایک انجنئیر افسر مسٹر ٹرنچ کے توسط سے جو پنجابی اور اردو، ہندی زبان میں کامل مہارت رکھتا تھا، سرداران سدھنوتی سے جب بات چیت کی تو تب برطانوی حکومت ہند کے وفد کے سربراہ مسٹر گوڈانیف جو نہایت ایماندار اور سچے، کھرے بہادر لوگوں کو پسند کرنے والا ایک عظیم انسان تھا کو یہ معلوم ہوا کہ سدھنوتی تو پونچھ کا حصہ ہی نہیں ہے چنانچہ تب مسٹر گوڈانیف نے سرداران سدھنوتی سے کہا کہ اگر سدھنوتی پونچھ کا حصہ نہیں ہے تو پھر آپ لوگ لاہور جسٹس کورٹ میں راجہ پونچھ کے خلاف حقوق ملکیت سدھنوتی کے لئے مقدمہ درج کروا سکتے ہیں کیونکہ برطانوی حکومت ہند کی طرف سے ریاست پونچھ کے لئے اس وقت سب سے بڑی عدالت لاہور جسٹس کورٹ ہی ہے جہاں تمام اہلیان پونچھ کے لئے

یکساں انصاف ہے اس لئے آپ اپنا مقدمہ وہاں پیش کریں اور مجھے پوری امید ہے کہ آپ لوگوں کو لاہور جسٹس کورٹ سے انصاف ضرور ملے گا۔

مسٹر گوڈانیف کی اس یقین دہانی کے بعد سرداران سدھنوتی کی جانب سے مقرر کئے گئے لیڈر سردار بہادر علی خان نے راجہ پونچھ بلدیو سنگھ پر سدھنوتی کے حقوق ملکیت پر قابض ہونے کا مقدمہ درج کرادیا تو اس کے فوری بعد سدھنوتی حقوق ملکیت کے مقدمے کی سماعت سے قبل ہی راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے سردار بہادر علی خان سے ملاقات کی اور اس ملاقات میں انہیں دس ہزار روپے نقد اور دس ہزار کی ایک جاگیر بطور رشوت پیش کی تاکہ وہ لاہور جسٹس کورٹ میں دائر کردہ اپنا مقدمہ واپس لے لیں مگر بہادر علی خان نے یہ پیشکش بڑی حقارت سے ٹھکرادی جس پر بلدیو سنگھ دھمکی پر اتر آیا مگر بہادر علی خان جیسے لوگ موت سے کب ڈرتے تھے چنانچہ اس کے بعد بلدیو سنگھ نے بہادر علی خان کے پیچھے کرائے کے قاتل لگادیئے جو بہادر علی خان کا ہر وقت پیچھا کرتے رہتے تھے۔ اسی دوران ایک دن بہادر علی خان مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ڈوگرہ کے کرائے کے قاتل نے بہادر علی خان کے جوتوں میں زہر ڈال دیا اس زمانے میں لوگ میلوں پیدل سفر طے کیا کرتے تھے جس کے باعث ان کے پاؤں بری طرح پھٹ جاتے تھے چنانچہ لوگ اپنے دشمن کے جوتوں میں زہر ڈال دیتے تھے جو پاؤں کی پھٹی ایڑیوں کے ذریعے خون میں سرایت کر جاتا تھا اور انسان کی موت چند گھنٹے میں

واقع ہوجاتی تھی چنانچہ جب بہادر علی خان نے نماز سے فارغ ہوکر جوتے پہنے تو
ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ اپنے جسم میں زہر دوڑتا محسوس ہونے لگا تب انہوں
نے اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن اپنا کام کر گیا ہے مجھے یقین ہے کہ دشمن نے
میرے جوتوں میں زہر ڈالا تھا جو میرے پورے جسم میں داخل ہوچکا ہے یہ کہہ کر
بہادر علی خان کچھ ہی دیر میں بے ہوش ہو گئے تو آپ کے ساتھیوں نے بہادر علی
خان کو علاج کے لئے جلد از جلد لے جانے کی بہت کوشش کی مگر باوجود اس کے
قوم کا یہ محسن راستے میں ہی 7 ستمبر 1903ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گیا جبکہ
دوسری طرف مقدمہ حقوق ملکیت سدھنوتی کی سماعت پر جب سرداران سدھنوتی
کے انگریز وکیل مسٹر پٹون نے سدھنوتی ریاست پونچھ کے حصے میں شامل نہ
ہونے پر لاہور جسٹس کورٹ میں راجہ پونچھ بلدیو سنگھ کو چیلنج کیا تو اس کے جواب
میں راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے لاہور جسٹس کورٹ میں اپنے دادا راجہ دھیان سنگھ کی
پونچھ جاگیر کی وہ سرکاری دستاویزات بطور سند پیش کیں جو سکھ سلطنت نے راجہ
دھیان سنگھ کو سولہ سو مربع میل کی ریاست پونچھ بطور جاگیر دیتے وقت اپنے دستخط
کے ساتھ مہر ثبت کر کے دی تھیں کیونکہ سکھ سلطنت کی طرف سے فراہم کردہ اسی
سولہ سو مربع میل جاگیر پونچھ کو جموں وکشمیر حکومت کے بانی مہاراجہ گلاب سنگھ نے
اپنے بھائی دھیان سنگھ کے بیٹے اور بلدیو سنگھ کے والد راجہ پونچھ میاں موتی سنگھ کو
دینے کے بعد سکھ سلطنت کی طرف سے اس سلسلے میں عطا کی گئی دستاویزات کو

برطانوی حکومت ہند کو 9 دسمبر 1849ء کو بھیجا تھا جسے سر فریڈرک کری بارنٹ کی برطانوی ہند کی عدالت نے یکم جنوری 1950ء کو تسلیم اور تصدیق کیا جس کا کل رقبہ 1600 مربع میل تھا چنانچہ اسی سولہ سو مربع میل ریاست پونچھ کی ان دستاویزات کو سکھ سلطنت نے راجہ پونچھ بلدیو سنگھ کے دادا راجہ دھیان سنگھ کو پونچھ جاگیر دیتے وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے دستخط کے ساتھ سلطنت کی مہر ثبت کر کے دیا تھا اور اسی دستاویزات کو بعد میں برطانوی حکومت ہند اور جموں وکشمیر حکومت کی طرف سے بھی تسلیم شدہ اور تصدیقی حیثیت حاصل تھی لہٰذا جب راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے اپنی جاگیر پونچھ کی حیثیت سے لاہور جسٹس کورٹ میں اسے پیش کیا تو اس میں سولہ سو مربع میل جاگیر ریاست پونچھ تو راجہ دھیان سنگھ کے جانشین بیٹے موتی سنگھ اور اس کے بیٹے راجہ بلدیو سنگھ کے نام لاہور جسٹس کورٹ میں ثابت ہوگئی مگر اس دستاویزات میں راجہ پونچھ ساڑھے پانچ سو مربع میل مزید سدھنوتی کے علاقوں کو ریاست پونچھ کا حصہ ثابت نہیں کر سکے کیونکہ بلدیو سنگھ کے دادا راجہ دھیان سنگھ کو 1600 مربع میل پونچھ جاگیر سکھ سلطنت نے 1827ء میں دی تھی جبکہ 550 مربع میل ریاست سدھنوتی پر 5 اپریل 1832ء کو تیسری سکھ سدھنوتی جنگ میں سکھ سلطنت نے قبضہ کیا تھا جس کے بعد رنجیت سنگھ نے سدھنوتی کو انتظامی تقسیم کی بنیادوں پر کچھ وقت تک پونچھ جاگیر میں ضم تو کیا مگر اس کی تصدیق میں دھیان سنگھ کو کوئی باقاعدہ تصدیقی

دستاویز یا سند وغیرہ سکھ سلطنت سے جاری نہیں کی گئی تھی اس لیے راجہ پونچھ کے پاس سدھنوتی سے ایسا کوئی معاہدہ یا کوئی سرکاری دستاویزات نہیں تھیں جو سکھ سلطنت، برطانوی حکومت ہند یا جموں وکشمیر حکومت کی طرف سے تسلیم شدہ ہو اور جو سدھنوتی کو پونچھ جاگیر کا حصہ ثابت کر سکے اس لئے سدھنوتی کی اراضی کا انتظام کسی صورت بھی راجہ پونچھ کے نام ہونے کے متعلق کوئی دعویٰ دلیل نہیں رکھتا تھا لہٰذا سدھنوتی کی پیمائش وانتظام اراضی کے لئے بذریعہ لاہور جسٹس کورٹ 5 مارچ 1904ء کو اس اراضی کا انتظام سرداران سدھنوتی کے نام کرنے کا حکم سنایا گیا۔

سردار بہادر علی خان کی زندگی میں تو سرداران سدھنوتی کے حقوق ملکیت اراضی کا فیصلہ نہ ہو سکا البتہ سرداران سدھنوتی نے سردار بہادر علی خان کے قتل کا مقدمہ بھی راجہ بلدیو سنگھ کے خلاف درج کروا دیا۔ یوں بلدیو سنگھ دو مقدموں میں الجھ کر رہ گیا۔ اس طرح بہادر علی خان کی موت کے بعد سرداران سدھنوتی نے قوم کا نیا سربراہ سردار مستانہ خان کو چنا اور باقی کیس کی پیروی سردار مستانہ خان نے کی جس پر بالآخر 5 مارچ 1904ء کو لاہور جسٹس کورٹ کے اسپیشل جج جسٹس لارڈ کرزن نے مستانہ خان کے حق میں مقدمہ کا فیصلہ ان الفاظ میں سنایا جس کا اردو ترجمہ قارئین کتاب کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

”راجہ پونچھ بلدیو سنگھ کی 1600 مربع میل ریاست پونچھ کی سرکاری

دستاویزات میں 550 مربع میل سدھنوتی شامل نہیں ہے اس لئے یہ عدالت سدھنوتی کو انتظامی طور پر اتحاد پونچھ بلاک کے تحت ریاست پونچھ کے جزوی حصے کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے سدھنوتی کی اراضی کا انتظام سرداران سدھنوتی کے نام کرنے کا حکم سناتی ہے"۔

قدیم نسخہ رجسٹر سدھنوتی میں سردار شیر باز لکھتے ہیں کہ لاہور جسٹس کورٹ کے اس حکم کو جاری کرنے کے بعد کورٹ کے احاطہ عدالت میں ہی سردار مستانہ خان نے مقدمہ حقوق ملکیت جیتنے کی خوشی میں جب اپنے وکیل مسٹر پٹون کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا تو کہتے ہیں مسٹر پٹون نے اپنے گلے سے وہ ہار نکال کر واپس سردار مستانہ خان کے گلے میں پہنا کر دونوں ہاتھ فتح کی خوشی میں آسمان کی طرف لہرائے جبکہ دوسری طرف ڈوگرہ دوسری مرتبہ بھی سدھنوتی کو پونچھ میں ضم کرنے میں ناکام رہے بلکہ ڈوگرہ کا سدھنوتی کو اس مرتبہ پونچھ میں ضم کرنے کے اس انجام میں راجہ پونچھ کو جب سرداران سدھنوتی سے مقدمہ ہار جانے کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے بعد پونچھ کے دیگر قبائل کے بھی حوصلے بلند ہوئے اور انھوں نے بھی راجہ پونچھ کے خلاف پونچھ میں زبردست احتجاج کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجے میں راجہ پونچھ کو بالآخر چھ ماہ کے اندر اندر ریاست پونچھ میں بھی اپنی تمام رعایا کو ان کی اراضی کا حق ملکیت دینا پڑا۔

جنگ عظیم اول میں سدھنوتی کے
20 ہزار سدوزئیوں کی شمولیت
اور نئے خوشحال سدھنوتی دور کا
مختصر تاریخی پس منظر

باب۔36

جنگ عظیم اول میں جہاں برطانوی حکومت ہند نے لاکھوں افراد کو ہندوستان سے باضابطہ طور پر اپنی فوج میں بھرتی کیا وہاں برطانوی حکومت ہند کے مطالبات پر پونچھ جیسی قلیل آبادی رکھنے والی مختصر ریاست جس کی اس وقت آبادی تین لاکھ اٹھارہ ہزار افراد پر مشتمل تھی وہاں سے بھی پندرہ ہزار رنگروٹ جنگ عظیم اول کے لئے بھرتی کیے مگر اس کے باوجود برطانوی حکومت ہند کا راجہ پونچھ سے مزید رنگروٹس کی بھرتی دینے کا مطالبہ تھا چنانچہ راجہ پونچھ بلدیو سنگھ بھی اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلا اور جس طرح اس کے باپ راجہ موتی سنگھ نے 1857ء کی ہندوستانی بغاوت کو کچلنے کے لئے برطانوی حکومت ہند کو مالی اور فوجی تعاون سے اپنی وفاداریوں کا ثبوت دیا تھا ٹھیک اسی طرح اب راجہ بلدیو سنگھ نے بھی جنگ عظیم اول میں برطانوی حکومت کو اپنی وفاداریوں کے ثبوت

میں ریاست پونچھ سے پندرہ ہزار رنگروٹ فوج اور چودہ لاکھ چوالیس ہزار پانچ سو روپے کا مالی فنڈز بھی دینا چاہا مگراس کے باوجود برطانوی حکومت ہند کے ریزیڈنٹ افسر برائے پونچھ کا راجہ پونچھ سے مسلسل مزید رنگروٹ بھرتی کرانے کا مطالبہ تھا جبکہ اس وقت جنگ عظیم اول میں فوجی رنگروٹوں کی یورپی جنگ میں شمولیت خودکشی کے مترادف سمجھی جاتی تھی اس لئے ریاست پونچھ جیسی قلیل آبادی رکھنے والی ریاست سے مزیداور رنگروٹ بھرتی ہونا ممکن نہیں رہا تھا مگر پھر بھی راجہ بلدیوسنگھ اپنے آقا برطانوی حکومت ہند کے اس حکم کو اپنے لئے فرض عین سمجھ رہا تھا چنانچہ اس معاملے کے حل کے لئے بلدیوسنگھ نے جنگ عظیم اول کی اس فوجی مہم کے سلسلے میں سرداران سدھنوتی سے رابطہ کیا جنہیں اس سے پہلے برطانوی فوج کے لئے رنگروٹ بھرتی کے دوران نظرانداز کر دیا گیا تھا۔

اس وقت سدھنوتی کی کل آبادی اکسٹھ ہزار تھی اور راجہ پونچھ کے علاقے کو ملا کر پونچھ کی آبادی پونے چار لاکھ بن جاتی تھی چنانچہ راجہ پونچھ نے سرداران سدھنوتی کو برطانوی ہند کی فوج میں جب رنگروٹ بھرتی کرانے کی دعوت دی تو اسے سرداران سدھنوتی نے ٹھکرادیا جس کے بعد راجہ پونچھ نے اپنے گورنر پونچھ سردار اشرف خان پوپلزئی کو استعمال کیا کیونکہ سرداران سدھنوتی اور سردار اشرف خان پوپلزئی ایک ہی نسب کے ہم جد قبیلے کے پٹھان تھے۔

''تاریخ اقوام پونچھ'' کے مصنف محمد دین فوق نے سردار اشرف خان

پوپلزئی کے خاندانی پس منظر کے متعلق لکھا ہے کہ سردار اشرف خان پوپلزئی کے والد محترم سردار محمد حیات خان پوپلزئی ایک علم دوست شخصیت تھے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور علیگڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے مگر انہیں افغانستان میں اپنی قابلیت کے مطابق کوئی مناسب ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے سردار حیات خان نے افغانستان سے ہجرت کی اور اس وقت کے ہندوستانی پنجاب چلے آئے جہاں انہیں مجسٹریٹ آف گجرات کا عہدہ مل گیا اور جب ان کے ہاں سردار اشرف خان پیدا ہوئے تو سردار حیات نے اپنے بیٹے سردار اشرف خان کو لاہور یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم دلوائی، اسی دوران لاہور یونیورسٹی میں سردار اشرف خان پوپلزئی کے ساتھ راجہ پونچھ بلدیو سنگھ بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے جہاں سے ان دونوں کی دوستی شروع ہوئی اور پھر یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے چند ہی سال بعد سردار اشرف خان پوپلزئی کو راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس پونچھ مقرر کیا اور اس کے پانچ سال بعد سردار اشرف خان گورنر پونچھ مقرر ہوئے۔

سردار اشرف خان جب گورنر پونچھ بنے تو یہ پہلی جنگ عظیم کا زمانہ تھا اور اس وقت برطانوی حکومت ہند کو برصغیر پاک و ہند سے تمام جنگجو قبائل کے لوگ جنگ عظیم میں بطور رنگروٹ درکار تھے چنانچہ گورنر پونچھ سردار اشرف خان پوپلزئی سے راجہ پونچھ بلدیو سنگھ نے پر زور اصرار کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ

سرداران سدھنوتی سے جنگ عظیم کے لئے رنگروٹ بھرتی کرائیں۔ سردار اشرف خان کے ذریعے یہ کام کرانے کی وجہ یہ تھی کہ پیائش اراضی پونچھ کے معاملے میں قانونی چارہ جوئی کے بعد سرداران سدھنوتی راجہ پونچھ سے سخت متنفر ہو چکے تھے اوراسی وجہ سے وہ راجہ پونچھ کی طرف سے برطانوی فوج میں رنگروٹ بھرتی کرانے پر بہت زیادہ زور دینے کے باوجود اس سے انکار کرتے رہے تھے۔اس حوالے سے راجہ پونچھ نے سرداراشرف سے کہا کہ سرداران سدھنوتی کواپنے جنگجو برطانوی فوج میں بطور رنگروٹ بھرتی کرانے میں میرا کوئی ذاتی مفاد لگ رہا ہے اس لئے وہ برطانوی فوج میں اپنے آدمی بھرتی کرانے پر تیار نہیں جبکہ برطانوی حکومت ہند سرداران سدھنوتی کو مارشل ریس قرار دیتے ہوئے مجھ سے مسلسل وہاں سے زیادہ سے زیادہ رنگروٹ بھرتی کرانے کا مطالبہ کررہی ہے مگرسرداران سدھنوتی جبکہ میرے خلاف ہیں اس لئے انھیں میری ہر بات اپنے لئے سازش لگ رہی ہے جبکہ آپ ان کے ہم نسل پٹھان ہیں اس لئے انھیں کسی بھی طرح رنگروٹ بھرتی کرانے پر راضی کریں۔

چنانچہ راجہ پونچھ کے اس مطالبے پر گورنر پونچھ سرداراشرف خان پوپلزئی 21 ستمبر 1914ء کوانگریز آرمی کے وفدکوساتھ لئے سدھنوتی کے مرکز پلندری آئے اور یہاں سرداراشرف خان پوپلزئی نے ایک ماہ قیام کیا اوراس قیام کے دوران سب سے پہلے سرداران سدھنوتی سے ملاقاتیں کیں اورانہیں سمجھا بجھا کر

سدھنوتی سے بیس ہزار سدوزئی رنگروٹ برطانوی فوج میں بھرتی کرائے۔صرف ایک ماہ کے اندر یوں اچانک ناراض سرداران سدھنوتی کی طرف سے اتنی بڑی تعداد میں اپنے لوگوں کی برطانوی فوج میں بطور رنگروٹ شمولیت پر'' تاریخ اقوام پونچھ'' کے مصنف محمد دین فوق نے گورنر پونچھ سردار اشرف کو خط لکھ کر جب اس کی وجہ دریافت کی تو سردار اشرف پوپلزئی نے اس خط کا جو جواب دیا اسے محمد دین فوق نے اپنی کتاب تاریخ اقوام پونچھ میں اس طرح لکھا ہے کہ:

''میرے خط کے جواب میں سردار اشرف خان گورنر پونچھ فرماتے ہیں کہ سدھن قوم افغان ہے اور سدوزئی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے، میں نے ان کو زندگی کے تمام شعبوں میں افغانوں کے قریب تر پایا ہے اور مجھے سدھنوتی کے سدھنوں کی شجاعت، بہادری، مہمان نوازی اور ان کے چہرے، ان کی آنکھیں اور وضع قطع نے جب ان کے افغان ہونے کا یقین دلایا تو میں نے مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ وہ بڑی حد تک فطرتاً سدوزئیوں سے ملتے جلتے ہیں کیونکہ سدوزئی دراصل پوپلزئی قبیلے ہی کی ایک شاخ ہے اور یہ وہی شاخ ہے جس کی نسل سے عظیم ترین بادشاہ پیدا ہوئے ہیں اسی لئے مجھے سدھنوں سے اپنے ہم جد اور ہم نسل ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر شدید محبت ہوگئی تھی جس کے بعد مجھے ان کے بیکار کے بوجھ تلے دبے رہنا انتہائی ناگوار لگ رہا تھا اور چونکہ ان دنوں جنگ عظیم جاری تھی

لہٰذا میں نے ان لوگوں میں برطانوی فوج میں زیادہ سے زیادہ بھرتی ہونے کی تحریک شروع کی جو کہ ایک ایسی معقول تحریک ثابت ہوئی کہ ہزاروں سدھن دیکھتے ہی دیکھتے جنگ عظیم میں شریک ہوگئے بلکہ میں نے دیکھا کہ ایک سدھن عورت کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ بھی جنگ عظیم کے لئے بھرتی ہونے کے لئے آیا تو میں نے اس کی غریب اور بوڑھی ماں کی حالت کا خیال کرتے ہوئے اس کو بھرتی کرنے سے انکار کر دیا مگر وہ لڑکا کسی اور جگہ جا کر خود ہی بھرتی ہو گیا جسے دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے اس قوم کو جو شجاعت اور مردانگی کے جوہر بخشے تھے جنگ عظیم نے اس قوم کے ان دلیرانہ اوصاف کو پورے عالم میں آشکار کر دیا، یہی وجہ ہے کہ آج سدوزئی سدھن قوم ہندوستان کی بہترین، مضبوط، جنگجو قوموں میں شمار ہوتی ہے''۔

یہ تھا محمد دین فوق کے خط کے جواب میں سردار اشرف خان پوپلزئی گورنر پونچھ کی طرف سے پیش کئے گئے خیالات کا خلاصہ۔ سردار شیر باز خان رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ جنگ عظیم اول میں سدھنوتی سے بیس ہزار سدوزئیوں نے شمولیت اختیار کی جن میں چار ہزار سدوزئی اس پرائی جنگ میں مارے گئے اور ہزاروں زخمی ہوئے مگر باوجود اس کے جنگ عظیم اول کے خاتمے کے بعد جب یہ ہزاروں سدوزئی سدھن واپس اپنے آبائی وطن سدھنوتی پہنچے تو یہاں سے سدھنوتی کی خوشحالی کا ایک نیا دور شروع ہوا کیونکہ سدھنوتی میں اب 20

ہزار گھرانے مالی وسائل سے مالا مال ہو چکے تھے جنہیں برطانوی حکومت ہند کی طرف سے اچھی خاصی نقدی کے علاوہ کئی جاگیروں،عہدوں اور تمغوں کے ساتھ ماہانہ اچھی خاصی رقم بھی ملنے لگی تھی جو کہ جموں وکشمیر اور پونچھ کے ڈوگرہ حکمرانوں کے لئے خطرناک ثابت ہو رہی تھی مگر اب وقت گزر چکا تھا اس لئے جموں وکشمیر اور ریاست پونچھ کے ڈوگرہ حکمرانوں کے لئے اب سدھنوتی کے ساتھ مصالحت کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ سودمند نہیں تھا۔

سدھنوتی کا ریاست پونچھ
سے لاتعلقی اور جموں و کشمیر
میں شمولیت و رکنیت کے
نئے سفر کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔37

جنگ عظیم اول میں بیس ہزار سدوزئی سدھن بھرتی ہوئے جو جنگ عظیم اول کے مختلف ممالک کے مختلف محاذوں پر جنگ عظیم لڑنے کے بعد جب واپس اپنے آبائی وطن سدھنوتی لوٹ آئے تو یہاں سے سدھنوتی کی خوشحالی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں بیان کیا گیا ہے کہ سدھنوتی میں جب بیس ہزار فوجیوں کے بیس ہزار گھرانے جنہیں برطانوی حکومت ہند کی طرف سے اچھی خاصی نقد رقم اور تمغے ملے اور اس کے علاوہ ان میں سے کئی سرداران سدھنوتی کو جنگ عظیم اول میں بہادری کے جوہر دکھانے پر برطانوی حکومت ہند نے جاگیریں اور عہدے وتمغات کے ساتھ ماہانہ اچھی خاصی تنخواہیں جب دینا شروع کیں تو اس کے بعد سرداران سدھنوتی کی مالی حالت بہتر ہونے لگی چنانچہ یہ بیس ہزار فوجی ریٹائرمنٹ کے بعد بابائے سدھنوتی

کرنل خان محمد خان صاحب کے پرچم تلے جمع ہوئے تو بابائے سدھنوتی خان محمد خان نے ایک مرتبہ پھر سے تحریک سدھنوتی کو منظّم کیا اور اپنی اس فوجی طاقت کے بل بوتے پر راجہ پونچھ سے سدھنوتی کے تمام تر راستے جدا کر لئے تب ان حالات میں مہاراجہ کشمیر نے سدھنوتی اور پونچھ کے درمیان بڑھتی ہوئی دوریوں کو دیکھ کر بابائے سدھنوتی سردار خان محمد خان کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھانا شروع کیے اور ان کو سدھنوتی کی رکنیت، جموں وکشمیر حکومت میں دینے کا وعدہ کیا اور سردار خان محمد خان کو سدھنوتی جموں وکشمیر میں شامل کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ بابائے سدھنوتی خان محمد خان نے بھی مہاراجہ کشمیر کے اس مطالبے کو سدھنوتی کے لئے سودمند سمجھا جو یقیناً اس وقت کے لحاظ سے واقعی بہتر فیصلہ تھا اسی لئے بابائے سدھنوتی خان محمد خان نے سدھنوتی کو جموں وکشمیر میں 1932ء کو شامل کیا جبکہ اس کے بعد راجہ پونچھ نے بابائے سدھنوتی خان محمد خان صاحب کی بہت منت سماجت کی اور یہاں تک کہ دیگر سرداران سدھنوتی کے ذریعے آپ کو علامہ اقبال سے بھی کہلوایا کہ سدھنوتی کو جموں وکشمیر میں شامل کرنے کے بجائے اتحاد پونچھ بلاگ میں ہی رہنے دینا زیادہ بہتر ہے مگر خان صاحب نہ مانے اور ستمبر 1932ء کو سدھنوتی کو جموں وکشمیر میں شامل کر دیا جس کے بعد جلد ہی مہاراجہ کشمیر نے خان محمد خان کے توسط سے پونچھ کی تحصیل مینڈھر تھکیالہ کے ایک رئیس زمیندار سردار فتح محمد خان کریلوی کو بھی ریاست پونچھ کی تحصیل مینڈھر کو جموں وکشمیر میں

شامل کرنے کے لئے راضی کرلیا چنانچہ جب سردار فتح محمد خان کریلوی نے بھی خان محمد خان کے توسط سے یکم جولائی 1933ء کو جموں وکشمیر حکومت میں مینڈھر کی رکنیت لے کر مینڈھر تھکیالہ کو جموں وکشمیر میں شامل کر دیا تو اس کے بعد راجہ پونچھ کو بھی مہاراجہ کشمیر نے اتنا مجبور کر دیا کہ خود راجہ پونچھ بھی مجبوراً ریاست پونچھ کی ریاستی حیثیت وتشخص کو ختم کر کے اپنی ریاست کو جموں وکشمیر میں ایک معمولی سی جاگیر کی حیثیت سے شامل کرنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ 1940ء تک ریاست پونچھ کو بابائے سدھنوتی کرنل خان محمد خان صاحب اور دیگر سرداران سدھنوتی کی انتقامی کارروائی نے بالآخر اپنی ریاستی حیثیت کو معطل کرا کے جموں وکشمیر میں ایک معمولی سی جاگیر کے طور پر شامل کرا کے دم لیا۔

دوسری جنگ عظیم میں سدھنوتی
کے 60 ہزار 402 سدوئی
سدھن پٹھانوں کی شمولیت اور
اس کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔38

دوسری جنگ عظیم یورپ میں یکم ستمبر 1939ء کو پولینڈ اور برطانوی علاقوں پر جرمنی کے حملوں کے ساتھ شروع ہوئی جس نے دیکھتے ہیں دیکھتے دنیا کے کئی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا چنانچہ اس دوسری جنگ عظیم میں بھی پہلی جنگ عظیم کی طرح سدھنوتی سے ایک بار پھر برطانوی حکومت ہند کے مطالبے پر سربراہ سدھنوتی سردار خان محمد خان نے مئی 1940ء کو 60,402 سدوزئی سدھن پٹھان رنگروٹ بھرتی کرادیئے تھے جنھوں نے جنگ عظیم دوم میں حصہ لیا اور بعد میں یہی جنگ عظیم اول و دوم لڑنے والے سدھنوتی کے سدوزئی سدھن فوجی تھے جنھوں نے بعد میں ستمبر 1947ء کو مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کے خلاف جنگ لڑی اور 1859ء کے بعد 4 اکتوبر 1947ء کو تیسری مرتبہ اسی سدھنوتی میں اپنی آزاد حکومت قائم کی۔

سردار شیر باز قدیم نسخہ رجسٹر سدھنوتی میں لکھتے ہیں کہ ساٹھ ہزار سدوزئی سدھن پٹھانوں نے جنگ عظیم دوم میں شمولیت اختیار کی تھی جن میں سے دوران جنگ پانچ ہزار سدوزئی سدھن یورپی ممالک کے درمیان جنگی معرکوں میں مختلف محاذوں پر لڑتے ہوئے مارے گئے جبکہ سات ہزار سدوزئی سدھن زخمی ہوئے۔

برطانوی حکومت ہند نے جنگ عظیم اول کی طرح جنگ عظیم دوم میں بھی بہادری کے جوہر دکھانے والے بہت سے سرداران سدھنوتی کو جاگیریں، اعلیٰ عہدے اور تمغات دیئے جن کی تعداد و تفصیل رجسٹر سدھنوتی کی دوسری جلد کے باب ''جنگ عظیم اول و دوم میں سدوزئی سدھن فوج کے کارناموں کی فہرست'' میں آئے گی۔

مہاراجہ ہری سنگھ کو سدھنوتی کا دورہ کرنے کی دعوت دینے کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔39

مہاراجہ جموں و کشمیر ہری سنگھ کو سدھنوتی کے دورے کی دعوت برطانوی فوج کے سدھنوتی سولجر بورڈ کے پولیٹیکل ایجنٹ کرنل خان محمد نے دی تھی جو بابائے سدھنوتی کی نام سے مشہور جانے جاتے ہیں۔ بابائے سدھنوتی کرنل خان محمد خان نے 1902ء میں اندین برٹش آرمی میں شمولیت اختیار کی اور جنگ عظیم اول میں بہادری کے جوہر دکھائے جس پر آپ کو برطانوی حکومت ہند نے IDSM کا فوجی تمغہ عطا کیا اور آپ برطانوی فوج سے صوبیدار میجر کا عہدہ پانے کے بعد ریٹائر ہوئے اور اسی دوران سدھنوتی کے سابق قبائلی سردار مستانہ خان کی وفات ہوگئی جس کے بعد سردار خان محمد خان، سردار مستانہ خان کی جگہ بلا مقابلہ 1921ء میں سدھنوتی کے نئے قبائلی سردار منتخب ہوئے جس کے بعد انہوں نے سب سے پہلے جنگ عظیم اول سے قبل برطانوی فوج سے ریٹائر

ہونے والے تین ہزار سدوزئی سدھن فوجیوں اور جنگ عظیم اول میں دیگر پانچ ہزار زخمی یا جسمانی اعضاء سے ناکارہ ہوکر برطانوی فوج سے پنشن پر آئے ریٹائرڈ فوجیوں کو ملا کر آٹھ ہزار برطانوی فوج کے ریٹائرڈ سدوزئی فوجیوں کی سدھنوتی میں ایک تنظیم قائم کی جس کی خبر جب برطانوی حکومت ہند تک پہنچی تو برطانوی حکومت ہند نے خان صاحب کو سدھنوتی سولجر بورڈ کا پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کر دیا۔اس کے بعد 1930 تک جنگ عظیم اول میں سدھنوتی سے شمولیت اختیار کرنے والے بیس ہزار سدوزئی سدھن فوجی بھی ریٹائر ہوکر پینشن پر آئے اور یہ تمام ریٹائرڈ فوجی بھی بابائے سدھنوتی کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے جس کے بعد بابائے سدھنوتی خان محمد خان صاحب نے اپنی اسی فوجی طاقت کی بدولت ریاست پونچھ سے اپنے راستے جدا کر لئے۔

جیسا کہ پہلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ بابائے سدھنوتی خان محمد خان نے سدھنوتی کو 1932ء میں ریاست جموں وکشمیر میں شامل کرنے کے بعد جموں وکشمیر حکومت کی اسمبلی میں سدھنوتی کی رکنیت حاصل کر لی تھی کیونکہ یہ سب خان صاحب نے مہاراجہ کشمیر کی دعوت پر کیا تھا اس لئے جموں وکشمیر اسمبلی میں خان صاحب کے تمام مطالبات ہمیشہ عزت افزائی کے ساتھ مان لیے جاتے تھے مگر جب 1940ء تک پوری ریاست پونچھ ہی جموں وکشمیر میں شامل ہوکر جموں وکشمیر اسمبلی کا حصہ بن گئی تو اس کے بعد جموں وکشمیر اسمبلی میں خان صاحب کی قدر ومنزلت میں واضح فرق آنے لگا جس پر خان صاحب نے جموں وکشمیر کی

سیاست کو خیر باد کہہ کر اپنی سدھنوتی کی رکنیت جموں وکشمیر اسمبلی سردار محمد ابراہیم خان کو دے کر خود سدھنوتی میں جنگ عظیم اول کے ریٹائرڈ فوجیوں کو منظّم کرنا شروع کر دیا جس کے لئے خان صاحب نے سب سے پہلے سدھنوتی کے تیس ہزار سدوزئی سدھن فوجیوں کی پنشن سے ایک روپے ماہانہ پنشن فنڈ جمع کرنا شروع کیا اور اس رقم سے سدھنوتی کے دیگر فلاحی کاموں کے ساتھ خان صاحب نے سدھنوتی کے ان تمام ریٹائرڈ فوجیوں کے گھروں میں ایک ایک کر کے ضرورت کے مطابق اسلحہ اور جدید ہتھیار خرید کر دیئے ۔ دوسری طرف سردار ابراہیم خان کو بھی مہاراجہ ہری سنگھ نے جب جموں وکشمیر اسمبلی میں کوئی اہمیت نہ دی اور سدھنوتی کے کام جوں کے توں ہی رہنے لگے تو بابائے سدھنوتی خان محمد خان صاحب نے مہاراجہ ہری سنگھ کی اس خام خیالی کو دور کرنے کے لئے یہ مناسب سمجھا کہ مہاراجہ ہری سنگھ کو سدھنوتی ، راولاکوٹ کے دورے کی دعوت دے کر مہاراجہ ہری سنگھ کے سامنے سدھنوتی کی فوجی طاقت کا نمونہ دکھا کر اس فوجی طاقت کے ذریعے مہاراجہ ہری سنگھ سے اپنے مطالبات منوائے جائیں کیونکہ اس سے مہاراجہ ہری سنگھ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر سدھنوتی جموں وکشمیر میں بلا کسی رکاوٹ شامل ہونے کی طاقت رکھتا ہے تو پھر جموں وکشمیر کو خیر باد کہنے کی طاقت اور صلاحیت بھی رکھتا ہے چنانچہ ان حالات میں خان صاحب نے مہاراجہ ہری سنگھ کو سدھنوتی کے مشہور شہر راولاکوٹ کے دورے پر آنے کی دعوت دی جس کے جواب میں مہاراجہ ہری سنگھ 4 اپریل 1947ء کو جب راولا

کوٹ کے دورے پر آیا تو سردار خان محمد خان نے سدھنوتی سے پندرہ ہزار سدوزئی سدھن فوجیوں کو جو جنگ عظیم اول کے ریٹائرڈ فوجی تھے باوردی پریڈ گراؤنڈ، راولاکوٹ میں مہاراجہ کے استقبال کے لئے لا کھڑا کیا جس کے بعد جب مہاراجہ ہری سنگھ پریڈ گراؤنڈ میں تشریف لائے تو اتنی بڑی تعداد میں سدھنوتی کی فوج کو دیکھ کر ہری سنگھ کے ہوش اڑ گئے کیونکہ سدھنوتی میں یہاں ہری سنگھ کے استقبال میں جتنی فوج کھڑی تھی اتنی فوج تو مہاراجہ ہری سنگھ کی اپنی کل فوج بھی نہیں تھی چنانچہ مہاراجہ ہری سنگھ نے خوفزدہ ہوکر پریڈ گراؤنڈ کے استقبالیہ اسٹیج تک جانے سے پہلے ہی الٹے پاؤں واپس ڈوگرہ فوج کے حصار میں اسی وقت واپس جموں کی راہ لی اور جموں کے راج محل جا کر دم لیا اور اس کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے سدھنوتی کو جموں وکشمیر کے لئے خطرہ قرار دینے کے بعد ایک ماہ تک اپنی فوج اور وزیروں، مشیروں کے ساتھ ملاقاتیں شروع کیں جن میں سدھنوتی کے ان ریٹائرڈ فوجیوں پر قابو پانے کا حل تلاش کرنا مشن رکھا چنانچہ مہاراجہ ہری سنگھ کی ایک ماہ تک چلنے والی ان میٹنگز میں بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ سدھنوتی میں آباد تمام ہندوؤں اور سکھوں کو سرداران سدھنوتی کی جاسوسی پر لگا دیا جائے تا کہ ان کے ذریعے سے یہ معلوم کیا جائے کہ سدھنوتی میں اس وقت کتنے محلے اور دیہاتوں میں کہاں کہاں ریٹائرفوجیوں اور حاضر سروس فوجیوں کے گھر ہیں اور سدھنوتی کے تمام محلوں اور دیہاتوں میں کتنی عیدگاہیں ہیں تا کہ سب سے پہلے جموں وکشمیر میں غیر قانونی ہتھیار جمع کرنے کی قانونی اجازت برطانوی

حکومت ہند سے لے کر اس مہم کے سلسلے میں سدھنوتی میں 18 اگست کو عیدالفطر سے پہلے ہی وہاں فوج کو جمع کیا جائے جو برائے نام ہتھیار جمع کرنے کی نرم پالیسی کے تحت سدھنوتی کے تمام محلوں اور دیہاتوں میں داخل ہو جائے تا کہ ہتھیار جمع کرنے کی مہم کے دوران جو 18 اگست 1947ء کو عیدالفطر آئے گی اسی دن جموں و کشمیر کی فوج سدھنوتی کی تمام عید گاہوں کا پہلے از خود عملی مشاہدہ کرے اور اس کے بعد یہ تمام فوجی یونٹ سدھنوتی کی ان عید گاہوں کے علاقوں میں ہی رہیں جس کے بعد 25 اکتوبر 1947ء کو عیدالاضحیٰ کے موقع پر بیک وقت دوران نماز عید سدھنوتی کی تمام عید گاہوں میں اہلیان سدھنوتی پر حملہ کر کے سدھنوتی کی فوجی طاقت کو قبرستان میں تبدیل کر دیا جائے چنانچہ اس منصوبے کی تکمیل کے لئے پہلے سدھنوتی میں آباد ہندوؤں اور سکھوں کو جاسوسی کی تربیت دی گئی جنہوں نے سرداران سدھنوتی کے تمام محلوں، دیہاتوں اور گھر گھر کی جاسوسی کر کے ڈوگرہ حکومت کو معلومات فراہم کیں۔

اس وقت سدھنوتی، موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع باغ اور ضلع پونچھ اور ضلع سدھنوتی اور ایک سو پچاس مربع میل ضلع کوٹلی کے علاقوں پر مشتمل ایک تحصیل تھی جس کی رکنیت جموں و کشمیر اسمبلی میں سردار محمد ابراہیم خان کے پاس تھی۔

دورہ سدھنوتی کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ کی
خوفناک منصوبہ بندی کا راز فاش ہونے
کے بعد سدھن فوج کی منصوبہ بندی کے
نتیجے میں 14 اکتوبر 1947ء کو سدھنوتی
میں نئی آزاد حکومت جموں کشمیر قائم ہونے
کا مختصر تاریخی پس منظر

باب۔40

مہاراجہ ہری سنگھ کے دورہ سدھنوتی کے بعد جیسا کہ پہلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سدھنوتی کے مقامی ہندوؤں اور سکھوں نے سرداران سدھنوتی کی تمام عید گاہوں اور فوجی گھرانوں کی جاسوسی رپورٹ جموں وکشمیر حکومت کو فراہم کی اور اس کے بعد جموں وکشمیر کی فوج ہتھیار جمع کرنے کی مہم کے بہانے جولائی کے مہینے میں سدھنوتی میں داخل ہوئی جبکہ اسی دوران سردار محمد ابراہیم خان نے 19 جولائی 1947ء کو قرارداد الحاق پاکستان ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے منظور کرائی اور اس کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ سے ریاست جموں وکشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا مطالبہ بڑی شدت کے ساتھ شروع کر دیا چنانچہ اس کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے قرارداد الحاق پاکستان سمیت سدھنوتی سے اٹھنے والے ان تمام ہنگاموں کا ذمہ

دار جنگ عظیم اول کی ریٹائرڈ سدوزئی سدھن فوج کو ہی قرار دیا اور حقیقت بھی یہی
تھی کیونکہ چوراسی ہزار چار سوا کہتر مربع میل ریاست جموں وکشمیر میں فقط پانچ سو
پچاس مربع میل کی ایک مختصر سی سرزمین سدھنوتی ہی تھی جو جموں وکشمیر کو مسلسل
سفارتی اور عسکری دونوں محاذوں پر اپنی عسکری طاقت کی بدولت چیلنج کیے ہوئے تھی
اس لئے مہاراجہ ہری سنگھ نے سب سے پہلے سدھنوتی کی اس عسکری طاقت کو
قبرستان میں تبدیل کرنے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی چنانچہ اس منصوبہ بندی کے
تحت مہاراجہ ہری سنگھ نے سب سے پہلے اپنی جموں وکشمیر کی فوج کو سدھنوتی کی تمام
عیدگاہوں کے قریب جمع کرنا شروع کیا کیونکہ 18 اگست 1947ء کو عیدالفطر
آرہی تھی اس لئے اس عید سے پہلے ہی جموں وکشمیر کی فوج جولائی کے وسط میں
سدھنوتی میں داخل ہوگئی اور اس کے بعد جموں وکشمیر کی فوج نے سدھنوتی کی
تمام عیدگاہوں کا مشاہدہ کیا اور یہ دیکھا کہ سدھنوتی کی تمام عیدگاہوں میں کتنے
لوگ نماز عید کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ان میں کتنے جنگ عظیم کے ریٹائرڈ فوجی
ہیں چنانچہ عیدالفطر پر پہلے جموں وکشمیر کی فوج نے اس کا جائزہ لیا اور اس کے بعد
25 اکتوبر 1947 کو آنے والی اگلی عید یعنی عیدالاضحیٰ کے موقع پر سدھنوتی کی
تمام عیدگاہوں پر اپنے منصوبے کی حکمت عملی کے تحت بیک وقت حملہ کر کے
سدھنوتی کی فوجی طاقت کو قبرستان میں تبدیل کرنے کا حتمی فیصلہ کیا مگر سرداران
سدھنوتی کو 18 اگست 1947ء کو عیدالفطر والے دن ہی جموں وکشمیر کی فوج کے

سدھنوتی بھر کی عید گاہوں کے اطراف چکر لگانے اور ان کا جائزہ لینے سے مہاراجہ ہری سنگھ کی اس خوفناک منصوبہ بندی کا پتہ چل گیا تو اس کے بعد بابائے سدھنوتی خان محمد خان نے ایک وار کونسل بنا کر جموں وکشمیر کی فوج کے ساتھ جو سدھنوتی میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ خان محمد خان خود اس وار کونسل کے چیف آف آرمی اسٹاف بنے اور اس میں سدھنوتی کے جنگ عظیم کے تمام سدوزئی سدھن ریٹائرڈ فوجی اور دیگر اہلیان سدھنوتی شامل ہوئے جن کی تعداد انگریز مصنف آئن اسٹیفن نے چالیس ہزار اور میر عالم خان مصنف تاریخ کشمیر نے ساٹھ ہزار لکھی ہے جبکہ سید محمود آزاد، مؤرخ ومصنف تاریخ کشمیر نے یہ تعداد ڈوگرہ فوج سے چار گنا زائد اور عارف خان نے پچاس ہزار لکھی ہے۔

شیر باز خان نے قدیم نسخہ رجسٹر سدھنوتی میں 29 ستمبر 1947ء سے یکم جنوری 1949ء معاہدہ جنگ بندی تک کے درمیانی عرصے میں لڑنے والے سدوزئی سدھن جنگجوؤں کی تعداد 66 ہزار لکھی ہے جبکہ مصنف کتاب ہٰذا کی تحقیق کے مطابق مظفر آباد سے باغ اور باغ سے کوٹلی اور کوٹلی سے میر پور اور میر پور سے بھمبر تک الغرض موجودہ آزاد کشمیر کے چپے چپے پر لڑنے مرنے والے سدھن جنگجوؤں میں 70 ہزار سے زائد سدوزئی سدھن مجاہدین شامل تھے جن کا ہیڈ کوارٹر پلندری سدھنوتی کی وار کونسل تھا اور اس وار کونسل کا فوجی کیمپ شروع میں مری کے گھنے جنگلات میں قائم کیا گیا تھا جس میں باقاعدہ ہوم گارڈ کا قیام

عمل میں لایا گیا جس کے تحت فوجی یونٹس اور بریگیڈ تشکیل دیئے گئے اور ان ہی یونٹوں اور بریگیڈز نے اپنی مدد آپ کے تحت جب چندہ جمع کیا تو سب سے زیادہ چندہ کیپٹن حسین خان سدوزئی نے اس زمانے میں چالیس ہزار دیا جبکہ دیگر ستر ہزار سے زائد سدوزئی سدھن جنگجوؤں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق چندہ دیا اور اس کے بعد یہ جنگجو اپنی اپنی یونٹوں اور بریگیڈز کے لئے خیبر پختونخواہ اور افغانستان وغیرہ سے بندوقیں اور دیگر اسلحہ اور گولہ بارود خرید کر لائے جس سے جموں وکشمیر کی ڈوگرہ اور بھارتی فوج سے جنگ لڑی گئی جبکہ وار کونسل میں چھ سدھن بریگیڈ اور پینتیس سدھن رضا کار جتھہ فورس یونٹیں شامل تھیں جنہوں نے مختصر وقت میں 29 ستمبر 1947ء سے 4 اکتوبر 1947ء تک سب سے پہلے چوراسی ہزار چار سوا کہتر مربع میل ریاست جموں وکشمیر کے علاقوں میں سے موجودہ آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کو آزاد کرایا اور اس کے فوری بعد اسی رات 4 اکتوبر 1947ء کو رات 8 بجے سردار محمد ابراہیم خان نے سدھنوتی میں پہلی آزاد کشمیر حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا جس کی 5 اکتوبر 1947ء کے پاکستانی اخبارات اور ریڈیو پاکستان نے اپنی خبروں میں تصدیق کی جبکہ 6 اکتوبر 1947ء کو بھارتی اخبارات اور ریڈیو نے اپنی خبروں کی سرخیوں میں 4 اکتوبر 1947ء کو پہلی سدھنوتی آزاد کشمیر حکومت قائم ہونے کی تصدیق میں خبر جاری کی۔

سردار محمد ابراہیم خان

اس کتاب میں دی گئیں
خاکہ تصاویر کی
مختصر تاریخی وضاحت

باب۔41

اس کتاب میں کل اٹھارہ خاکہ تصاویر شامل کی گئی ہیں جن میں سے سات تصاویر کے خالق سدھنوتی کے پہلے مؤرخ و مصنف سردار حافظ واجا خان صاحب ہیں۔حافظ صاحب نے یہ سات خاکہ تصاویر اپنی کتاب ڈائری دیروپ نامہ میں دی ہیں جن میں ایک خاکہ تصویر سدھنوتی کے مشہور حکمران سردار سعید خان خاناں ابدال سدوزئی کی ہے جبکہ دوسری تصویر حکمران سدھنوتی سردار سر بلند خان ابدال سدوزئی کی اور تیسری تصویر حکمران سدھنوتی سردار عالم خان آباخیل سدوزئی کی اور چوتھی تصویر حافظ واجا خان نے اپنے دادا حکمران سدھنوتی، بابائے خان دیروپ خان بادشاہ کی اور پانچویں اپنے والد سردار میر خان آباخیل سدوزئی کی، چھٹی تصویر اپنے چچا حکمران و دیوان سدھنوتی سردار دانیال خان آباخیل سدوزئی کی جبکہ ساتویں تصویر مصنف دیروپ نامہ حافظ واجا خان آباخیل سدوزئی نے خود اپنی دیروپ نامہ میں دی ہے جنہیں سردار شیر باز

خان نے رجسٹر سدھنوتی کے قدیم نسخوں میں نقل کیا اور اس کے بعد ہم سردار شیر باز خان کے بعد اس کتاب ''رجسٹر سدھنوتی، سدوزئی قوم کی جامع تاریخ'' میں یہ تصاویر نقل کر رہے ہیں۔

اسی طرح سدھنوتی کے معروف حکمران سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی نے بھی 1855ء میں اپنی کتاب ماخذ سدھنوتی میں سدھنوتی کی جن 8 مشہور شخصیات کی خاکہ تصاویر دیں ان میں ایک خاکہ تصویر تو خود مصنف مآخذ سدھنوتی سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی نے اپنی اس کتاب میں دی جبکہ دوسرا خاکہ انہوں نے اپنے والد محترم سردار ابراھیم خان آباخیل سدوزئی کا، تیسرا اپنے بڑے بیٹے حکمران سدھنوتی سردار سرزمین خان آباخیل سدوزئی کا، چوتھا اپنے چھوٹے بیٹے نواب سدھنوتی سردار لماخان معروف بابائے سرہا تاج آباخیل سدوزئی کا، پانچواں اپنے چچازاد بھائی حکمران سدھنوتی سردار شمس خان آباخیل سدوزئی کا، چھٹا سردار شمس خان کے والد محترم سردار اسحاق خان آباخیل سدوزئی کا، ساتواں جرنیل سدھنوتی سردار سبز علی خان آباخیل سدوزئی کا اور آٹھواں جرنیل سدھنوتی سردار ملی خان آباخیل سدوزئی کا اپنی کتاب میں دیا ہے جبکہ ان 8 خاکہ تصاویر کو بھی سردار شیر باز خان آباخیل سدوزئی نے اپنے قدیم رجسٹر سدھنوتی کے نسخوں میں نقل کیا جن سے بعد میں مصنف کتاب ''رجسٹر سدھنوتی، سدوزئی قوم کی جامع تاریخ'' نے یہ خاکے حاصل کیے اور اس کتاب میں دیئے

ہیں جبکہ ایک اور خاکہ تصویر، ڈوگرہ حکومت پونچھ کی طرف سے جاری کردہ ہے اور یہ تصویر تحریک آزادی سدھنوتی کے معروف رہنما سردار عبدالمنان خان آباخیل سدوزئی المعروف منا شہید کی ہے ۔اس خاکہ تصویر کی خالق ڈوگرہ حکومت پونچھ ہے جس کے پس منظر میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ خاکہ تصویر ڈوگرہ حکومت پونچھ نے سردار عبدالمنان شہید کے سر کی قیمت مقرر کرتے وقت شائع کی تھی اور سردار شیر باز خان آباخیل سدوزئی نے دیروپ نامے اور مآخذ سدھنوتی کے خاکوں کی طرح اپنے والد محترم عبدالمنان شہید کی خاکہ تصویر کو بھی رجسٹر سدھنوتی کے قدیم نسخوں میں نقل کیا۔

اس طرح ان سترہ خاکہ تصاویر میں ایک تصویر سردار شیر باز خان کی ملا کر کل اٹھارہ خاکہ تصاویر ہیں جنہیں اس کتاب ''رجسٹر سدھنوتی، سدوزئی قوم کی جامع تاریخ''میں قارئین کی معلومات کے لئے شائع کیا گیا ہے۔

کتاب میں شامل خاکہ تصاویر

سردار کیپٹن شیر باز خان آباخیل سدوزئی

سردار حافظ دا جا خان

نواب جسی خان ابدال سدوزئی

سردار علی خان آباخیل سدوزئی

سردار سعید خان خانان ابدال سدوزئی

سردار عالم خان آباخیل سدوزئی

سردار میر خان آباخیل سدوزئی

بابائے خان دیروپ خان بادشاہ

سردار اقبال خان آباخیل سدوزئی

سردار سربلند خان ابدال سدوزئی

سردار اسحاق خان آباخیل سدوزئی

سردار ابراہیم خان آباخیل سدوزئی

سردار شمس خان آباخیل سدوزئی

سردار سبز علی خان آباخیل سدوزئی

سردار صوبہ خان آباخیل سدوزئی

سردار سرزمین خان آباخیل سدوزئی

سردار لماخان آباخیل سدوزئی

سردار عبدالستان خان آباخیل سدوزئی

سردار محمد ابراہیم خان

نقشہ ریاست سدھنوتی

Yousuf Khan Abakhel Sadozai

"Historian Yousuf Khan Abakhel Sadozai, author of "Register Sudhnoti", was born in the renowned village of Dhaman in Baloch Tehsil, Sudhnoti, a land of martyrs and warriors. He belongs to the royal "Dirop" family of Sudhnoti, and is a thirteenth-generation descendant of the famous ruler of Sudhnoti, Baba-e-Khan Dirop Khan Badshah. He is also a fifth-generation descendant of the last ruler of Sudhnoti, Sardar Suba Khan Abakhel Sadozai.

According to the official records of Harkat-ul-Ansar, he was still a seventh-grade student at High School Dhaman, Pakhonar, when the Kargil conflict erupted between Pakistan and India. During this time, he voluntarily participated in the Kargil War from the platform of the jihadist organization Harkat-ul-Ansar, fighting in the battles of Dras and Tololing. He later spent a significant period with Kashmir's militant organizations.

In addition to "Register Sudhnoti" , he has also authored a book titled "Mehzan-e-Yousuf" on the Kargil War and his life as a jihadi."